قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور (محمدؐ) اور روشن کتاب (القرآن)

خلقِ اوّل

نورِ اوّل

یعنی

نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نورِ اوّل کی
روشن روشن
کرنوں سے منور
مختصر سیرت پاک

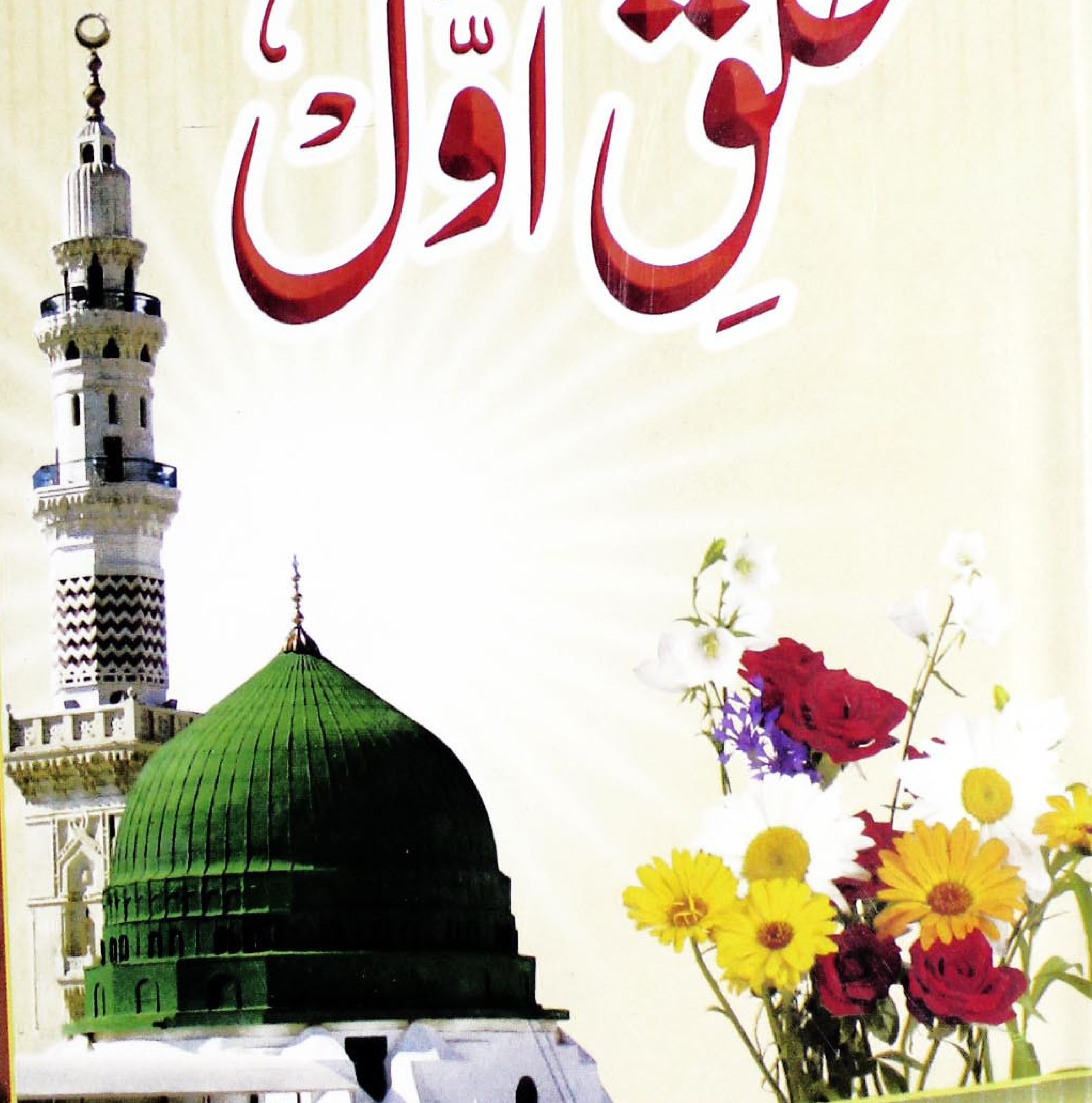

مؤلفہ

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی گھمگولوی

مدرسہ نورِ عالم اشاعت القرآن جامع الحکیم بریڈفورڈ

Marfat.com

Marfat.com

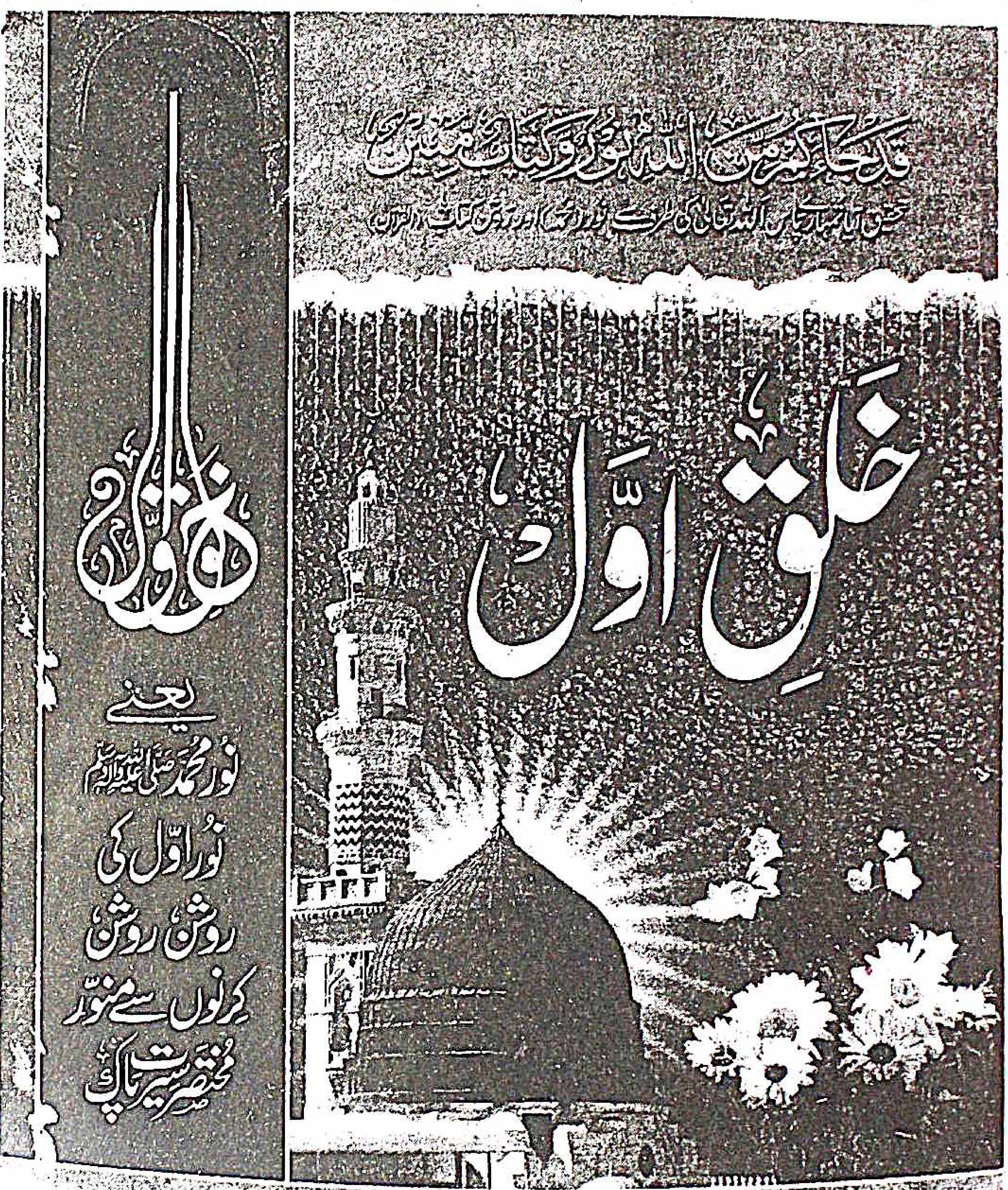

مؤلفہ

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی

مدرسہ نورِ عالم اشاعت القرآن جامع الحکیم بریڈفورڈ

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب: خلق اول یعنی نور محمدی ﷺ

نام مؤلف: صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی

پروف ریڈنگ: مولانا عبدالحفیظ نورانی

باھتمام: علامہ محمد نواز بشیر جلالی

کمپوزنگ: راجہ آصف جاوید، نجم عباس

صفحات: 388

تعداد: ۱۱۰۰

قیمت:

سن اشاعت: رمضان 1437ھ بمطابق جون 2016ء

ناشر: مدرسہ نور عالم اشاعت القرآن جامع الحکیم بریڈفورڈ یو۔کے

ملنے کے پتے

☆ جلالیہ پبلی کیشنز، لاہور

☆ مکتبہ شمس وقمر، بھاٹی گیٹ، لاہور

☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ، لاہور

☆ مکتبہ اہل سنت، جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

☆ علامہ فضل حق پبلی کیشنز، دربار مارکیٹ، لاہور

☆ قدیم مرکزی جامع مسجد حنفیہ ڈڈیال، آزاد کشمیر

☆ نظامیہ کتاب گھر اردو بازار، لاہور

Marfat.com

فہرست

انتساب	9
تقریظ جلیل: حافظ محمد شہزاد ہاشمی	10
تقریظ جلیل: حافظ محمد نواز بشیر جلالی	11
نشان منزل: علامہ محمد منشاء تابش قصوری	14
ابتدائیہ، خلق اوّل	15
حرف آغاز	17
باب 1: نورِ اوّل	22
باب 2: آمدِ رسول ﷺ	30
باب 3: حضور علیہ السلام سراپا نور ہیں	34
حضرت حوّاء سلام اللہ علیہا کی پیدائش	40
باب 4: نور محمد ﷺ کا منتقل ہونا	41
نور مصطفیٰ ﷺ کا منتقل ہونا حضرت شیث علیہ السلام کی طرف	41
باب 5: نور محمدی ﷺ کا منتقل ہونا حضرت ہاشم وعبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی طرف	45
نور محمدی ﷺ بجانب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	45
نور محمدی ﷺ کا منتقل ہونا بجانب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	48
باب 6: جمال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	50
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی	51
خاندانی نجابت	52
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی	52
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال	55

باب 7: سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کا غم	57
ملائکہ کا غم	58
انبیائے کرام کی بشارتیں سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کو	59
مشاہدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	60
باب 8: بہار آفریں دن صبح صادق اور نور والی رات	62
جنتی عورتیں اور حوریں دائیاں بن کر آئی تھیں	63
ملائکہ کا نبی ﷺ کی زیارت کے لئے آنا	64
نبی ﷺ کا تمام کائنات کا دورہ کرنا	64
باب 9: کفر کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا	66
آسمانی علامت	67
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا عقیقہ	69
باب 10: سرور کائنات کی رضاعت	70
رضاعت رسول کی کہانی حلیمہ سعدیہ کی زبانی	71
نومولود کے آنے سے بہار آئی	74
باب 11: اونٹنی کی تیز رفتاری	75
رحمتِ مصطفیٰ ﷺ کی برکات	76
بادل کا سایہ کناں ہونا	76
حیران کن واقعہ شقِ صدر کا	78
باب 12: سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال	81
باب 13: نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان	85

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت	87
قحط سالی	88
وصال حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	89
باب 14: جناب ابو طالب کی کفالت	90
قدرتی سرگیں آنکھیں	90
قحط سالی اور طلبِ بارانِ رحمت	90
شام کا پہلا سفر	92
نبی کریم علیہ السلام کا دوسرا سفر شام وتجارت	94
نسطورا راہب	94
باب 15: حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح	96
خطبۂ نکاح	96
کعبہ معظمہ کی نئی تعمیر	97
حجرِ اسود پر اختلاف	98
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ	99
فضائلِ مکہ مکرمہ	99
ایمان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سمٹ جائے گا	100
حجرِ اسود کی فضیلت جنت کا پتھر	100
باب 16: اعلانِ نبوت	101
ایک غلط خیال	104
قرآن مجید سے دلیل	105
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوستی	105
عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں	106
باب 17: ورقہ بن نوفل کی پیشن گوئی	107
حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	107
حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	108
مکہ مکرمہ میں دین اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوگیا	108
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے ایمان لانے والے صحابہ کرام	109
کھلے عام تبلیغ	109
اہل قریش کی دعوت	110
کوہِ صفا پر دعوت حق کا اعلان	110
ابولہب کی جسارت وگستاخی	111
باب 18: بت پرستی کی مذمت	112
نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا تاریخ ساز کارنامہ	112
قریش کا ظلم وستم	113
باب 19: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا	115
پہلی ہجرت حبشہ	117
دوسری ہجرت حبشہ	117
باب 20: حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	120
حبشہ سے مسلمانوں کی واپسی	121
باب 21: حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا وصال	128

Marfat.com

طائف کا سفر	128
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد مبارک	130
باب 22: معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم 621ء	131
معراج کی منظر کشی	132
روانگی	137
باب 23: طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام	144
قبیلہ اوس وخزرج	145
بیعت عقبہ اُولیٰ	145
بیعت عقبہ ثانیہ	146
مسلمانوں کی مدینہ منورہ کی جانب ہجرت	148
باب 24: دارالندوہ میں ہنگامی اجلاس	150
ہنگامی اجلاس سے آگاہی	150
ہجرت مدینہ منورہ	151
باب 25: انعام کا اعلان اور سراقہ بن مالک	156
باب 26: جھنڈا	162
اہلِ مدینہ منورہ کا انتظار	163
قباء میں مسجد کی تعمیر	164
باب 27: پہلا جمعہ	165
میزبانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم	166
اس مکان میں ٹھہرے رہنے کی حکمت	167
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ادب	169
باب 28: مسجد نبوی کی تعمیر	171
چار یارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	171
اصحابِ صفہ	172
مواخاتِ مدینہ	172
قبلہ کی تبدیلی	173
باب 29: ہجرت کا دوسرا سال ۲ھ	176
جنگ بدر	176
کون کہاں مرے گا؟	179
مجاہدین اسلام کی صف آرائی	179
پابندی عہد	180
باب 30: حق و باطل کا پہلا معرکہ	182
پیغمبر اعظم کی دعا	182
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ جہاد کے لئے	182
ابوجہل واصل جہنم ہوا	185
امیہ کا انجام	186
بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد	186
کفار مکہ بھاگ گئے	187
کفار مکہ کی لاشوں سے خطاب	187
مردے سنتے ہیں	187
مجاہدین کے فضائل	188
باب 31: ۲ھ میں بعض احکام	189
ہجرت کا تیسرا سال	189
باب 32: جنگ کی شروعات	194
حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	195
نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا	200

Marfat.com

باب33: صحابہ کی جانثاری	202
خواتین اسلام کے کارنامے	205
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حوصلہ	206
ایک انصاری عورت کا صبر	206
باب34: زیارت قبور شہداء احد	208
سن ۳ھ کے واقعات	208
ہجرت کے چوتھے سال کے متفرق واقعات	209
ہجرت کا پانچواں سال ۵ھ	210
جنگ خندق	211
باب35: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت	213
حضور علیہ السلام کی پھوپھی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی بہادری	219
باب36: کفار بھاگ گئے	220
سن 5ھ ہجری کے واقعات	220
باب37: ہجرت کا چھٹا سال بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ	221
باب38: صلح حدیبیہ کی گفت وشنید	224
باب39: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روانگی	227
بیعت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	228
ابوجندل رضی اللہ عنہ کی آمد	231
باب40: نجات کی خوشخبری	232
کسریٰ کے نام خط	234
شاہ حبشہ کے نام نامہ مبارک	236
باب41: شاہِ مصر کی طرف مکتوب گرامی	238
نامہ مبارک بادشاہ یمامہ	238
مکتوب گرامی والی غسان کے نام	238
ہجرت کا ساتواں سال غزوہ خیبر	239
فاتح خیبر ہونا مولا علی رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا	242
باب 42: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور مرحب کا مقابلہ	243
فتح خیبر کا انتقام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ	244
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح	245
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی حبشہ سے واپسی	246
باب43: خیبر میں چند مسائل کا اعلان	247
باغ فدک کی صلح	247
عمرۃ القضاء	248
باب44: ہجرت کا آٹھواں سال	251
باب45: حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	257
سریہ الخبط	257
رمضان المبارک 8 ہجری مطابق جنوری 630ء فتح مکہ مکرمہ	258
باب46: دخول مکہ مکرمہ کا دلکش منظر	263
باب47: اذان کعبے کی چھت پر	267
مکہ مکرمہ میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ	269
انصار مدینہ کو فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	269
دوسرا خطبہ	270
تاجدارِ کائنات کی وضاحت	271
بیعت اسلام	271
باب48: جنگ حنین	273

Marfat.com

غزوۂ طائف	274
قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ	275
جعرانہ سے عمرہ	277
ہجرت کا نواں سال حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت	277
باب 49: جنگِ تبوک	279
کیا شان ہے سیدنا عثمان غنی کی	280
سیدنا حضرت فاروق اعظم کا ایثار	280
سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار	281
تبوک کو روانگی	282
حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ	283
باب 50: تبوک کا کنواں	284
دعائے برکت	284
تبوک سے اسلامی لشکر کی واپسی	286
ذوالبجادین کا دفن ہونا	286
مسجد ضرار	288
حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی علالت و وفات	289
حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحج	290
ہجرت کا دسواں سال 10 ہجری حجۃ الوداع	291
باب 51: خطبہ حجۃ الوداع	294
موئے مبارک اور حلق	296
دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم	297
طواف الوداع اور مدینہ منورہ روانگی	297
شیعہ کا ایک شبہ اور اس کا ازالہ	299
باب 52: ہجرت کا گیارہواں سال	300
حضور علیہ السلام کی علالت اور اسامہ کی واپسی	300
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل قبور کے لئے دعا کرنا	301
باب 53: مہاجرین وانصار کے متعلق وصیت	304
راز کی گفتگو لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے	305
تحریر لکھوانے کا ارادہ یعنی واقعہ قرطاس	306
باب 54: پیر کا دن اور وصال	308
غسل کی وصیت	310
خلافت اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	311
باب 55: آخری دن دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	312
باب 56: وقتِ وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت	314
آخری لمحات	316
غسل و کفن	317
باب 57: نماز جنازہ	318
دفن کہاں کیے جائیں؟	318
قبر مبارک کیسے کھودی گئی	318
حضور علیہ السلام کا ترکہ	315
تاجدارِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات	320
باب 58: حقیقت محمدی اور ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم	323
وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مراتب	326
نیاز	326
ناز	326

Marfat.com

راز	326
ناسوتی	327
ملکوتی	327
حقی	327
باب 59: رحمۃ للعالمین کی حیات طیبہ اور صفتِ رحمت	330
شبہ کا ازالہ	334
حاضر وناظر	335
باب 60: ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	338
خانہ نبوت کی خاتونِ اول سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا	339
حضرت قاسم رضی اللہ عنہ	341
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ	341
حضرت زینب رضی اللہ عنہا	341
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا	341
حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا	342
حضرت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا	342
نکاح کے گواہ	345
باب 61: حضرت ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا	347
حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	348
حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا	349
حضرت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا	350
ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	352
حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	353
ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث	354
ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا	356
ام المؤمنین سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	357
ام المؤمنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالیہ	357
باب 62: ام المؤمنین حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	359
فضائل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن	360
باب 63: تعدد ازواج کے حقائق	363
باب 64: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی	371
حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت	371
روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہے	375
روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کرنا باعث ثواب ہے	375
روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے	377
روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے گناہ معاف ہوتے ہیں	378
باب 65: روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے	380
رافضیوں کی کوشش بھی ناکام رہی	381
محاسبہ اور گستاخوں کی پٹائی	383
اولاد کی تربیت	383

Marfat.com

انتساب

خاندان بنو ہاشم کے اس عظیم فرزند حضرت سیدنا عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کے نام! کہ جن کی جبین سعادت میں چمکنے والے نور نے سراجاً منیرا بن کر ظلمت کدہ کفر کو بقعۂ نور بنادیا اور کفرستان کے سارے معبودان باطلہ کی خدائی کے بت پاش پاش کر کے عبدالطاغوت کو عباداللہ الصالحین بنادیا۔

نیز اس عظیم المرتبت ماں کے نام کہ جس کی پرامن آغوش محبت وشفقت میں پرورش پانے والی ذات بابرکات جو پوری کائنات کے لیے پیام امن بن کر جلوہ گر ہوئی۔ زمانہ اس ماں کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مبارک نام سے جانتا ہے۔

بصد انداز یکتائی بغائت شان زیبائی امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی

یکے از غلام غلامانِ صحابہ واہل بیت نبی

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی

Marfat.com

تقریظ جلیل

از: حافظ محمد شہزاد ہاشمی

مدرس جامعہ غوثیہ نوریہ، لیاقت چوک سبزہ زار لاہور

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی راہنمائی کے لیے اپنے محبوب کو مبعوث فرما کر اپنے خاص فضل و احسان کا اظہار فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''و ما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا و نذيرا '' ''اے محبوب! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کو بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذکر مبارک کو خاص مقام عطا فرما کر ہمیشہ کے لیے دوام عطا کیا اور پھر اسے اپنی جملہ مخلوق میں تمام کیا ارشاد ربانی ہے ''ورفعنا لك ذكرك'' ''اے محبوب ہم نے آپ کے ذکر کو (ہمیشہ کے لیے) بلند کیا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ محبوب کے ذکر کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

تیرے خلق کو رب نے عظیم کیا — تیری خُلق کو رب نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نا ہو گا شہا — تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

پیش نظر کتاب میں صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی نے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے تمام گوشوں پر سیر حاصل بحث کی ہے بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پر ہر دور میں کثیر تعداد میں کتب لکھی گئیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا لیکن آخر میں مصنف یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ بے شک میں محبوب کی شان اور مقام کا احاطہ نہیں کر سکا کیونکہ محبوب نے خود ارشاد فرمایا ''یا ابا بكر لم يعرفنی حقيقة غير ربی '' ''اے ابوبکر میری حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا استاذ الحدیث فی الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے محبوب علیہ السلام کی بارگاہ میں ہدیہ عقیدت ان الفاظ میں پیش کر کے اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے:

لا يمكن الثناء كما كان حقه — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب ہٰذا کو مؤلف کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔

احقر العباد

حافظ محمد شہزاد ہاشمی

Marfat.com

تقریظ جلیل

از: خطیب پاکستان حافظ محمد نواز بشیر جلالی

خطیب اعظم ڈڈیال آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فرمان الٰہی ہے: ''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے پر اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (الاحزاب)

ممکن ہے کہ یہ تصور ذہن میں آئے کہ جب اللہ تعالیٰ اور فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمیں درود بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہم آقا کریم ﷺ پر درود و سلام اس لیے نہیں بھیجتے کہ انہیں اس کی حاجت ہے بلکہ ہم ان پر درود اس لیے بھجتے ہیں کہ ہمیں اس کی حاجت ہے کیونکہ جب ہم ان پر درود پڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرمائے گا اور ہم ان پر سلام بھیجیں گے تو رب تعالیٰ ہم پر سلامتی نازل فرمائے گا۔

درود و سلام پڑھنے کے بیشمار فوائد احادیث مبارکہ میں موجود ہیں سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے قیامت کے دن تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود پڑھتا ہے جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر سو بار درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجات آخرت کی اور تیس حاجات دنیاوی پھر اللہ تعالیٰ اس درود کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر فرمائے گا جو وہ درود میری قبر میں لا کر پیش کرے گا جیسے تم پر ہدیے پیش کیے جاتے ہیں۔ (درمنثور)

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں کہ درود شریف (مناسب) بلند آواز سے پڑھنا چاہیے کیونکہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنے سے دلوں سے نفاق اور بدبختی دور ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ تک درود و سلام پہنچانے کے دو طریقے ہیں ایک طریقہ یہ ہے کہ فرشتے ان کی بارگاہ میں درود و سلام پہنچائیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے آقا و مولیٰ ﷺ خود اپنے روضہ میں سے ہمارے درود و سلام سنیں۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان   کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

نبی کریم ﷺ کی سماعت کی تو بہت اعلیٰ شان ہے حدیث پاک سے تو یہ ثابت ہے کہ دنیا کی عورت کی

Marfat.com

آواز جنت کی حور سن لیتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں ایذا پہنچاتی ہے تو اس مومن شوہر کی جنتی بیوی جو حور عین ہے اس عورت سے کہتی ہے اسے ایذا نہ پہنچا، اللہ تجھے ہلاک کرے۔ یہ تیرے پاس مہمان ہے اور جلد ہی تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ دنیا کی عورت کی آواز جنتی حور سن لیتی ہے حالانکہ جنت دنیا سے کئی ہزار سال کے فاصلے پر ہے جب ایک حور کی قوت سماعت اس قدر ہے تو جان کائنات امام الانبیاء کی قوت سماعت کی کیا اعلیٰ شان ہو گی۔ اسی طرح ایک حدیث پاک میں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے:

بیشک میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان سے ہر ہر آہٹ کی آواز نکل رہی ہے کیونکہ اس میں بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے کی حالت میں نہ ہو۔ (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ)

ثابت ہوا کہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت و بصارت عام انسانوں جیسی نہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے آسمان کی چرچراہٹ بھی سن لیتے ہیں اور اس کے ہر حصے پر سجدہ کرنے والے فرشتوں کو بھی دیکھ لیتے ہیں تو ہم غلاموں کا درود و سلام سننا اور ہمیں ملاحظہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یقیناً کوئی مشکل کام نہیں زیر نظر کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مشتمل ہے خصوصاً کتاب ہذا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت اور نورانیت پر بحث کی گئی ہے۔

۲۰۰۶ء میں ایک سوال کے جواب میں مفتی اعظم مصر نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز ہونے پر فتویٰ دیا جسے بعض رسائل نے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا وہ رقمطراز ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس اپنے میلاد شریف پر ہمارے لیے شکر ادا کرنا مسنون فرمایا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ پیر کے دن روزہ رکھتے اور فرماتے، میں اس دن پیدا ہوا تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اپنی ذاتِ شریفہ اور امت پر اللہ عزوجل کے احسانِ عظیم کا شکر ہے۔ تو اب امت کو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اسی احسان عظیم اور عطائے مصطفوی پر اللہ عزوجل کی جناب میں شکر ادا کرنے کا ہر اچھا انداز اپنائیں کھانا کھلانا، نعتیہ کلام پیش کرنا، ذکر میلاد کا اجتماع کرنا، روزہ رکھنا، نوافل ادا کرنا، یہ سب ادائے شکر کی مختلف صورتیں ہیں

Marfat.com

کہ ہر برتن سے وہی چھلکتا ہے جو اس میں ہو۔

علامہ صالحی نے سیرت کی مشہور کتاب ''سبل الہدیٰ والرشاد فی ھدی خیر العباد'' میں اپنے زمانے کے ایک بزرگ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ وہ خواب میں نبی کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئے تو بارگاہ اقدس میں شکایت پیش کی کہ بعض عالم کہلانے والے میلاد شریف کی محفل کو ''بدعت'' کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو ہماری آمد کی خوشیاں مناتے ہیں ہم ان سے خوش ہیں''۔

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی مدظلہ العالی کی پیش نظر کتاب اول الخلق یعنی نور محمدی ﷺ سیرت رسول پر مشتمل تحقیقی تالیف ہے۔ فقیر نے اس کو بعض مقامات سے دیکھا تو خوب پایا۔ کتاب ہٰذا میں مؤلف نے آقا کریم ﷺ کی پیدائش سے لے کر وصال تک کے اہم ترین واقعات کو جمع فرما دیا ہے۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ اسے مقبول و نافع بنائے اور مؤلف کو اجر عظیم فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

حافظ محمد نواز بشیر جلالی

Marfat.com

نشان منزل (باسم رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

از: ادیب ملت استاذ الکل علامہ محمد منشاء تابش قصوری

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اس عالم رنگ و بو میں ہر عاشق نے اپنے محبوب کی تعریف کی۔ ہر محب نے اپنے معشوق کے اوصاف ومحاسن بیان کیے۔ ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فکرونظر کے مطابق اوصاف رسول کریم بیان کیے اور قرآن کریم بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے بقول شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس (قرآن) کا ہر فقرہ وصف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اپنے دور میں تقریر وتحریر کے ذریعے درود وسلام اور نعت و ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق با لنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار کیا، جس کے باعث انہیں دائمی زندگی حاصل ہوگئی۔ ان عشاق میں سے ایک عاشق صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی زیدہ مجدہٗ کی ذات گرامی ہے۔ انہوں نے بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر اوصاف رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل کتاب اول الخلق یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی۔ اس کتاب کا ہر مضمون قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور اقوال فقہاء کی روح کے عین مطابق ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے ایک ایک لفظ سے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔ فاضل مؤلف کے قلم سے تراشا ہوا ہر لفظ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل موصوف کے علم وفضل اور عمل وعمر میں برکت عطا فرمائے اور موصوف کی سعی جمیلہ کو اپنے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق سے شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم۔

محمد منشاء تابش قصوری

Marfat.com

ابتدائیہ

خلق اوّل

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کُلُّ خَلَائِقَ مِنْ نُّوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے سرکارِ عالم امکاں کی خشتِ اول اور پہلی کڑی میرے مصطفیٰ کریم ﷺ کو پیدا فرمایا اور ساری کائنات ان ہی کے صدقہ میں منصہ شہود میں آئی آپ کو خلق اوّل کا بنیادی فلسفہ سمجھانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے سرکار کو کیوں پیدا فرمایا؟ اسی کے منطقی شواہد سمجھنے میں گویا اس میں اشارہ ہے کہ اگر میری خالقیت کا کمال دیکھنا ہو تو بدر کامل ﷺ کا چہرہ مت دیکھو بلکہ مصطفیٰ کریم ﷺ کا تلوا دیکھو۔ عاشق کی روح تڑپتی ہے کہ

آسماں گر تیرے تلووں کا نظارا کرتا　　روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

جسے ہم اور آپ دنیا اور کائنات کہتے ہیں۔ اس پر ایک دور اور ایک ایسا زمانہ بھی گزرا ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے سوا اس کائنات میں کچھ بھی نہیں تھا۔ بس وہی وہ تھا وہ اپنی ذات و صفات دونوں میں قدیم ہے۔ اس کی کوئی صفت بھی ایسی نہیں جو نہ رہی ہو۔ ایسا تو مخلوقات و ممکنات اور حوادثات میں ہوتا ہے۔ عالم نہیں تھے درسِ نظامی کا کورس مکمل کیا عالم ہو گئے۔ حافظ قرآن نہیں تھے۔ حفظ قرآن مکمل کیا حافظ ہو گئے۔ ڈاکٹر نہیں تھے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کی ڈاکٹر ہو گئے۔ وکیل نہیں تھے ایل ایل بی کیا وکیل ہو گئے۔ غرض کہ یہ ممکنات کی صفات ہیں کہ پہلے نہ تھیں بعد میں ہو گئیں۔ مگر ذات الٰہی اپنی ذات و صفات دونوں میں قدیم ہے۔ اس لئے مسلمان ہونے کے اعتبار سے ہم دو لفظ بولتے ہیں، ازلی اور ابدی۔ ازل کی تعریف ہے مَالَا بَدَایَۃَ لَہٗ جس کی کوئی ابتداء نہ ہو اور مَالَا نِہَایَۃَ لَہٗ جس کی کوئی انتہاء نہ ہو۔ لفظ قدیم اگر کسی کے لئے بول سکتے ہیں تو صرف ذاتِ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ اور اس کی صفات کے لئے چونکہ وہ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی ہے۔ نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ اس کی انتہاء ہے۔

اس مفہوم کو سمجھنا ہو تو اس آیت میں غور کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ

Marfat.com

اے محبوب پیارے آپ فرمادیں کہ اللہ ایک ہے۔ اس میں گویا اشارہ اس طرف ہے کہ جب میری بات آئے تو محبوب پیارے تم کہہ دو اللہ ایک ہے اور جب تمہاری بات آئے تو میں رب یہ کہوں کہ

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔

بے شک تم لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔ اس میں بھی ایک عظیم نکتہ ہے کہ ساری دنیا کہے لیکن سن کر لیکن اے محبوب پیارے جب تو فرمائے گا کہ اللہ ایک ہے تو دیکھ کر کہے گا۔ ساری کائنات کی بات ایک طرف کیونکہ کائنات دیکھے سن کر کہے اور محبوب کی بات ایک طرف کیونکہ محبوب دیکھ کر فرما رہا ہے کہ اللہ ایک ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ازلیت اور ابدیت کا راز تلاش کریں اور ان گرہوں کو کھولیں جن سے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی ازلیت وابدیت آشکارا ہو سکے۔ غور فرمائیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیں وہ اللہ ایک ہے۔ اس میں ایک اشارہ اس طرف ہے کہ ایک سے عدد بنتا ہے مگر خود ایک عدد نہیں ہے۔ ایک پر عدد کی تعریف صادق ہی نہیں آتی۔ مثلاً دس میں ایک بڑھادیں تو گیارہ ہوتا ہے بیس میں ایک بڑھادیں تو اکیس ہوتا ہے۔ بات سمجھ میں آگئی کہ ایک سے تو عدد بنتا ہے مگر خود ایک عدد نہیں ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم بناتا تو ہے مگر خود عالم نہیں ہے۔ عالم کہتے ہیں ماسوی اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ سب عالم ہے۔ مثلاً آسمان عالم ہے، سورج عالم ہے، چاند ستارے، عرش و کرسی یہ عالم ہیں، بادل، کڑکتی بجلیاں، مہکتے پھول، وگلشن یہ ساری کائنات عالم ہے مگر اللہ تعالیٰ عالم نہیں بلکہ خالقِ عالم ہے۔

یہ ساری کائنات عالم ہے اللہ تعالیٰ خالقِ عالم اور میرے آقا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا۔

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے   یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

Marfat.com

حرف آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ اَزْوَاجِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے اس پُرخطر دور میں جبکہ ہر طرف ایمان کے ڈاکو بادل کی طرح منڈلا رہے ہیں، ایمان کی شمع کو گل کرنے اور ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حبِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبہ کو دلوں سے محو کرنے کے لئے طرح طرح کی فتنہ بازیوں اور شرانگیزیوں میں سرگرمِ عمل ہیں۔ بے ادبوں کی چیرہ دستیاں اور اغیار کی ستم ظریفیاں عروج پر ہیں۔ ان دلسوز اور دلخراش حالات میں دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ بڑی اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

خاص کر یورپ اور دیارِ فرنگ میں اور ہندو پاک اور عرب امارات وغیرہ میں جہاں ایمان کی نورانی کرنوں کی روشنی پھیلانے اور حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو کو بسانے اور گمراہی وضلالت اور امنڈتے ہوئے بے ادبی اور گستاخی کے سیلاب کو روکنے کے لئے ضروری ہے کہ عوام الناس اور نوجوانوں کو دین اسلام کی زیبائیوں اور رعنائیوں سے روشناس کرایا جائے۔

تاکہ وہ اس مینارۂ نور کی ضیاء بار نوری نوری کرنوں کی طلعتوں میں اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوسکیں۔

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع سدا بہار گلشن کی طرح ہے۔ جس کی خوبصورتی اور سج دھج میں ہر پھول کی مہک اور شادابی دامانِ نگاہ کو مسرور اور شگفتہ کلیوں کی طرح مسکراہٹ بھر دینے والی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی جامع کمالات ہے۔ اور ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اور جملہ حکمت کے اعتبار سے بلند پایہ ہے۔ کیونکہ نبی غیب داں نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ منشائے الٰہی کے سوا کچھ نہیں بولتے۔ جو کچھ فرماتے ہیں وہ حقیقتاً منشاءِ الٰہی ہوتا ہے۔ اسی لئے عاشقِ رسول کشتۂ عشقِ مصطفیٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

Marfat.com

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم — خدا چاہتا ہے رضائے محمد (ﷺ)

جنابِ محمد (ﷺ) برائے الٰہی — جنابِ الٰہی برائے محمد (ﷺ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ہر فعل ہر عمل ہر قول اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے اور وحی الٰہی سے ہے۔
حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے ترجمان ہیں اور سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان فرمانِ الٰہی ہے۔

اولاً تو خود ایک عرصہ سے یہ خواہش میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں موجزن رہتی تھی کہ اپنے قلم و ہاتھ سے خلقِ اول یعنی نور محمدی ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور حضور علیہ السلام کی مقدس زندگی پر کچھ لکھوں۔ اور ان بزرگانِ دین کا کفش بردار بن جاؤں، جنہوں نے اپنی زندگیاں اسی سفر میں گزار دیں اور آخر یہ کہتے ہوئے اس فانی دنیا سے گزر گئے ؎

آقا تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا — ہو گئیں زندگیاں ختم اور قلم ٹوٹ گئے

ثانیاً آج کل انسان اتنا مصروف ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کو بڑی بڑی کتابوں کے پڑھنے کی بالکل فرصت نہیں ملتی اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ کتاب مختصر ہو تا کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں۔ اور نوجوان مسلم طبقہ اپنے قلیل ترین اوقات میں پڑھ سکے اور حضور سیدِ عالم ﷺ کی زندگی کو اپنے دل و دماغ اور ذہن اور حافظہ میں محفوظ کر سکے۔

ثالثاً ہم میں سے کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہم نے تاجدارِ کونین مالکِ کون و مکاں سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرتِ پاک کے تمام گوشوں کا احاطہ کر کے تمام جزئیات کو مکمل کر لیا یہ ناممکن ہے۔
کیونکہ نور محمدی و سیرت نبویہ ﷺ کا ہر عنوان وہ گہرا سمندر ناپیدا کنار ہے اسے پار کرنا بڑا مشکل کام ہے جتنا کہ آسمان کے چاند ستاروں کو توڑ کر اپنے دامن میں سمیٹ لینا یا ہاتھوں میں رکھ لینا۔ اب ظاہر ہے کہ جو کام سربلند پہاڑ کی چوٹی کی طرح بلند مرتبہ علم و عمل والے بزرگوں سے نہ ہو سکا بھلا وہ مجھ جیسے ناکارہ مسلمان سے کیسے ہو سکتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۴۳۵ھ کا دن زندگی کا یادگار دن ہے، کیونکہ اسی تاریخ کو میں نے اس

Marfat.com

کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ زیادہ تر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں لکھا ربیع النور کے ماہِ مقدس میں پیدائش سے لے کر ہجرت تک کے واقعات مکہ مکرمہ میں لکھے اور ہجرت کے بعد کے واقعات مدینہ منورہ میں لکھے۔

یہ کتاب بہت ہی مختصر ہے کیونکہ عام مسلمان کے لئے موٹی موٹی اور کئی کئی جلدوں میں چھپی ہوئی کتابیں خرید کر پڑھنا اس دور میں مشکل ہے۔ اہل سنت و جماعت کا مالدار طبقہ فضول کاموں میں تو خرچ کرتا ہے لیکن دینی کاموں میں توجہ دلانے کے باوجود سستی سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کی سمجھ عطا فرمائے اور سیدِ عالم جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مصروفیت اتنی زیادہ ہے کہ ہر ماہ عمرہ اور زیارتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے صدقے اس کتاب کو امتِ مسلمہ کے لئے ذریعۂ رُشد و ہدایت اور مجھ سیاہ کار کے لئے زادِ آخرت اور بخشش و مغفرت کا سامان بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور آخرت کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت بلند پایہ عنوان ہے جس سے مسلمانوں کو یہ علم ہوتا ہے کہ دینِ اسلام کن کن مراحل سے گزرا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا کیا مشکلات آئیں اور سیدِ عالم جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام میں کیا کیا مشقتیں اٹھائیں اور کیسے کیسے مصائب برداشت کیے اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے پردۂ غیب سے ملائکہ بھیج کر اسباب کا رخ موڑ کر برکات نازل فرما کر معجزات ظاہر فرما کر کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت، اور تائید فرمائی۔ اور کتنے بڑے بڑے فخر کرنے والوں کے زور آور لشکروں پر مٹھی بر جماعت کو فتح عطا فرما کر ثابت کر دیا کہ دین اسلام مٹنے نہیں آیا بلکہ باطل کو مٹانے آیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک اس عنوان پر لکھنے لکھانے اور پڑھنے پڑھانے کا شاندار اہتمام ہوتا آیا ہے۔ کیونکہ یہ کام محبت اور عقیدت اور والہانہ جذبہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نتیجہ ہے۔

میرے دل و دماغ میں یہ بات آئی کہ اس عنوان پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، مگر اوسط درجے کی کتاب ہوتا کہ ہماری نئی نسل جو برطانیہ میں اور یورپ میں ہے اور ہندو پاک میں جو عام طبقہ ہے اور غریب طلباء و طالبات سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں مستند معلومات حاصل کر سکیں۔ میں نے افادۂ عام کے لئے

Marfat.com

یہ کام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے نبی کریم تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے مدد طلب کرتے ہوئے قرآن حکیم اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کتب تاریخ اور سیرت کی مختلف کتب سے استفادہ کیا ہے۔

جہاں تک ممکن ہوسکا اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب جانِ کائنات خاتم الانبیاء دستگیر زماں سرورِ سروراں والی بے کساں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس کتاب سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے اور میرے لئے اور میرے پیر و مرشد غواص بحرِ معرفت غوث وقت قاسم ولایت حضرت شاہ زندہ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاجدار گھمکول شریف کوہاٹ پاکستان اور والدِ گرامی قدر اور والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہما کے لیے بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ اور میرے لئے سعادت دارین اور ذریعہ نجات بنائے۔

اس معمولی سی کوشش کا عنوان فقط حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہی عنوان ہمارے اسلاف کا ورثہ ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کا سرمایۂ حیات رہا۔ یہی وہ چیز ہے جس کے لئے ان کا مرنا اور جینا تھا۔ اسی محبت وعشق کے نشے میں مست ہو کر انہوں نے اپنا تن من دھن مقصود کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ اگر محبت والی آنکھ سے دیکھیں تو صحابہ کرام و اہل بیت کے سینوں میں جگر و دل عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سلگ رہے ہیں۔

یہ ہی وہ نورِ اول ہے جس سے ہر اندھیرے میں اجالا ہوا۔ اسی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی نے دنیائے کفر میں روشنی کا چراغ جلایا۔ پھر اسی نور نے پوری دنیا میں اجالا کر دیا۔

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

اسی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کا ثمرہ ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ اسی نور کی بدولت انسان پستی سے بلندی کو پہنچا۔

اسی نور کو جنہوں نے سینے میں بسایا ہے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے بے مثال مقام و مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ یہی وہ نور ہے جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے دلوں سے دنیا کی محبت دور کر دی۔ یہ ہی وہ شمع رسالت تھی جس نے 313 صحابہ کے سینوں کو روشن فرمایا۔ یہی وہ نشۂ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جب یہ نشہ چڑھ جاتا ہے تو اپنے محبوب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھنے والی انگلی کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اس لئے اعلیٰ

Marfat.com

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے ۔۔۔ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اللہ تعالیٰ نے جو دوزخ بھڑکائی ہے تو وہ محبوب کریم علیہ السلام کے گستاخوں کے لئے اور اسی طرح اگر حشر قائم فرمائے گا تو اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عُلُوِّ مرتبہ کے اظہار کے لئے۔

اے مسلمانو! حضور جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والو۔ ہمیں آج اسی شمع کو روشن کرنا ہوگا۔ حفیظ جالندھری مرحوم نے کیا خوب کہا ہے کہ ۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت دین حق کی شرط اول ہے ۔۔۔ اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی میں زندہ رکھنے اور حضور علیہ السلام کی سچی غلامی میں موت عطا فرمائے آمین۔

12 ربیع الاول 1436ھ

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی

Marfat.com

باب 1:

نورِ اول

نورِ اول یعنی مقصودِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم، ربیع النور کا نورانی ماہِ مقدس یہ وہ مہینہ ہے جس میں سید الطیبین والطاہرین سید المرسلین والنبیین حضرت احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں جلوہ گر ہوئے۔ اے بارہ ربیع النور تیری عظمتوں کو سلام، تیرے دامن میں اللہ کے حبیب ﷺ کی ولادت باسعادت کے جلوے نظر آرہے ہیں جو مومنین کے دلوں کو روشن کر رہے ہیں۔ میرا ایمان ویقین ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت نے حقائق کائنات کو منور کر دیا۔

حضور سید عالم جانِ کائنات ﷺ خود نور ہیں اور اس نور نے تمام عالم کو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی ۔ یہ نبی کریم علیہ السلام کے بھیجنے کا ذکر ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا ۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں رسول بھیجا۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۔ بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب آئی۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۔ اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو (شاہد) گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا وَ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ دعوت اِلَی الْحَقِّ دینے والا اور چمکتا ہوا چراغ بنا کر بھیجا۔

قرآن مجید کے عنوانات کو دیکھئے کہ سید عالم ﷺ کے آنے اور بھیجنے اور مبعوث ہونے اور جلوہ گر ہونے کے لئے کیسے کیسے پیارے عنوانات اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان فرمائے ہیں اور کس طرح سے حضور علیہ السلام کے تشریف لانے کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔

۱۴۵۹۰۷

Marfat.com

اور ہم نے اے محبوب آپ ﷺ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ نبی کریم علیہ السلام کی ذات مقدسہ تمام عالمین کے لئے رحمت ہے۔ اور حضور علیہ السلام تمام عالموں کے لئے ہادی بن کر تشریف لائے۔

حضور سید المرسلین ﷺ کی ولادت باسعادت کا مضمون جب بھی ذہن میں آتا ہے تو تین چیزیں اپنے ساتھ لاتا ہے۔ (۱) خلقتِ محمدی ﷺ (۲) ولادتِ محمدی ﷺ (۳) بعثتِ محمدی ﷺ

خلقت سے مراد ہے ساری کائنات سے پہلے حضور علیہ السلام کا نور ہونا یعنی حضور علیہ السلام کا نور پیدا ہونا اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں ایک حدیث مبارک نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خُلِقْتُ مِنْ نُّوْرِ اللّٰهِ۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے ہمارا مسلک ہے کہ حضور علیہ السلام نور ہیں اور سیدِ عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا اَنَا اَوَّلُهُمْ خَلْقًا۔ میں سب سے پہلے پیدا ہوا ہوں وَاٰخِرُهُمْ بَعْثًا اور سب نبیوں کے بعد آیا ہوں۔ حضور سید کونین ﷺ نے اپنی اولیت کا ذکر اور مقامات پر بھی فرمایا ہے۔ ایک حدیث شریف ہے:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَ الطِّيْنِ۔

یعنی میں نبی تھا جب آدم علیہ السلام مٹی اور پانی میں تھے۔ اِسی مضمون کی ایک حدیثِ مبارک ترمذی شریف میں ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

یعنی فرمایا میں نبی تھا اور آدم علیہ السلام ابھی جسد اور روح میں تھے۔ یعنی ان کی روح ان کے جسم میں داخل نہیں ہوئی تھی، اس وقت بھی میں نبی تھا ﷺ۔ اس لئے محققین نے صاف کہا ہے کہ

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

کا مفہوم یہ ہے کہ میں مسندِ نبوت پر جلوہ گر تھا اور ارواح انبیاء علیہم السلام کو نبوت کا فیض عطا فرما رہا تھا۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام مبدأ کائنات ہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ

Marfat.com

الدُّنیا۔ یعنی اے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ ایک اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ۔ یعنی میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اور تفسیر حسینی میں ایک حدیث پاک نقل کی گئی ہے کہ لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنے رب ہونے کو ظاہر نہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے عالموں کے لئے رحم کرنے والا بنا کر۔

اب بتایئے کہ سارے عالموں میں سوائے اللہ تعالیٰ کے سب کچھ شامل ہے یا نہیں؟ ہم سے جو پہلے تھے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور جو ہمارے بعد آئیں گے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور اب جو موجود ہیں وہ بھی العالمین میں شامل ہیں۔ تو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کے سواء حضور علیہ السلام سب کے لئے رحمت ہیں کہ نہیں؟ ہیں اور یقیناً ہیں اور لازماً ہیں۔

رحمت مصدر ہے اور راحم کے معنی میں ہے۔ صاحب روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی حنفی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اے پیارے حبیب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھیجا مگر سارے عالموں کے لئے رحم کرنے والا بنا کر۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سارے عالموں میں اللہ کے سوا سب کچھ شامل ہے کہ نہیں؟ یقیناً ہے۔ تمام عالم ارواح اور تمام عالم اجسام تمام عالم برزخ۔ عالم خلق عالم امر عالم تحت عالم فوق کل کائنات العالمین میں داخل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے پیارے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے میرے آقا علیہ السلام تمام کائنات کے ذرے ذرے کے لیے اصل ہیں اور اس کائنات کا ہر ذرہ ہر فرد اور ہر کل جو ہمیں نظر آتا ہے اور جو ہمیں نظر نہیں آتا خواہ وہ زمین کے اوپر ہے خواہ وہ زمین کے نیچے ہے وہ ہواؤں میں ہے یا وہ فضاؤں میں ہے، وہ خلاؤں میں ہے یا وہ دریاؤں میں ہے، وہ پہاڑوں میں ہے وہ کہیں ہے زمین میں ہے یا آسمان میں ہے، تحت میں ہے یا فوق میں، جہاں بھی کوئی ذرہ ہے۔ مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جڑ کے لئے شاخ ہے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض اسی طرح کائنات کے ہر ذرے کو پہنچ رہا ہے۔

Marfat.com

تو یوں کہیے کہ ساری کائنات کو مصطفی ﷺ کی حاجت ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ جس کی حاجت ہو وہ پہلے ہوتا ہے اور حاجت والا بعد میں ہوتا ہے۔ تمام کائنات کو رحمتِ عالم کی حاجت ہے اس لیے حضور ﷺ پہلے ہیں اور حاجت والی کائنات ہے۔ اس لئے کائنات بعد میں ہوئی۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر حضور سید عالم ﷺ نہ ہوں تو کائنات زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو　　جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

ایک طبقہ اتنا بے وقوف اور کور باطن ہے کہ سرکارِ کائنات نبی مختار مالک کونین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ بھی پڑھتا ہے اور اس کا یہ تصور ہے کہ رسول اللہ ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے (نعوذ باللہ) ارے نادان اگر وہ مر گئے تو ہم اور تم کیسے زندہ رہ گئے۔ مثلاً اگر کوئی عقل کا اندھا یہ کہے کہ پاور ہاؤس میں بجلی نہیں ہے مگر میرے گھر کے تمام بلب روشن ہیں۔ کیا آپ ایسے نادان شخص کی بات مان لیں گے؟

یقیناً نہیں۔ اے عقل کے اندھے انسان پاور ہاؤس میں تو بجلی نہیں ہے، تو تیرے گھر کے بلب کیسے روشن ہیں؟ اس لئے یہ یقیناً حضور سید عالم محمد رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ہم اور تم مردہ ہو جائیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ حضور پر نور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ مر کر مٹی میں مل گئے اور ہم زندہ رہیں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟

کیونکہ اصل تو حضور سید عالم ﷺ ہیں، حضور مخزن حیات ہیں، معدن حیات ہیں، شمع حیات ہیں، اور ساری کائنات دونوں عالم کی بنیاد ہیں اور بنیاد کے بغیر کوئی شے زندہ نہیں رہ سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کسی کا محتاج ہو وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور ہمارے نبی کریم ﷺ نہ زمین کے محتاج ہیں نہ آسمان کے محتاج ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی پوری کائنات محتاج ہے اور حضور علیہ السلام تو فقط اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات کے محتاج ہیں۔

یہی بات ہم پوری دنیا کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہم نے سمجھا ہی نہیں ہے کہ نورِ مصطفی ﷺ ہے کیا؟ اللہ تعالیٰ کی قسم حضور سید الکونین ﷺ اللہ نہیں ہیں اور نہ ہی اللہ کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ حضور علیہ السلام نہ خدا ہیں، اور نہ ہی خدا سے جدا ہیں بلکہ حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عبد مقدس ہیں۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ احزاب میں فرمایا ہے کہ

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا

اے غیب کی خبریں دینے والے حبیب ہم نے آپ کو شاہد (گواہ) بنا کر بھیجا۔ ہم نے آپ کو مبشر بنا کر بھیجا، ہم نے آپ کو نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کو اپنی طرف سے اپنے حکم سے دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کو سراجِ منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو سراج کس لئے بنایا؟ یقیناً العالمین کے لئے بنایا ہے۔ اب یہ تو ایک جگہ ہے، مگر اس کی روشنی کی چمک دمک سب جگہ ہے۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور پر نور ﷺ کو سراج منیر فرمایا ہے۔ تو سمجھ لو کہ حضور ﷺ اگر فرش پر ہیں تو ان کے نور کی روشنی عرش پر جاتی ہے اور اگر وہ سراج منیر مدینہ منورہ میں ہے تو اس کی روشنی عرش پر ہے۔ اگر وہ چراغ مکان میں ہے تو اس کی روشنی لامکاں تک جاتی ہے اور اگر وہ نوری چراغ لامکاں میں ہے تو اس کی روشنی مکان تک جاتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ جہاں اس نور محمدی ﷺ کی روشنی ہے۔ وہاں مصطفیٰ ﷺ موجود ہیں۔ اور جب موجود ہیں تو یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ حضور ﷺ کے بغیر کائنات زندہ رہ سکے۔

حضور نور مجسم ﷺ تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا آئینہ ہیں۔ یہ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ۔

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ یہ حدیث مبارک متفق علیہ ہے بخاری شریف اور مسلم شریف میں بھی ہے۔

ہم اہل سنت و جماعت ہیں ہمارا عقیدہ بڑا واضح ہے۔ ہم حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں مانتے۔ ہم نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا مثیل نہیں مانتے۔ ہم سرور کونین ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا نظیر نہیں مانتے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

اللہ تعالیٰ نظیر سے پاک ہے، وہ مثیل سے پاک ہے، وہ شریک سے پاک ہے، سید المرسلین ﷺ اللہ تعالیٰ کے شریک نہیں ہیں، واللہ باللہ ثم تاللہ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا آئینہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جمالِ اولیت کو اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں ظاہر فرمایا۔

Marfat.com

یہاں عقل حیران ہے۔ اگر یہ شرک ہے تو پھر ساری کائنات شرک سے بھری پڑی ہے۔ میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ میں اور مجھ میں کوئی خوبی ہے تو وہ کس کی عطا کردہ ہے، وہ خوبی میری اور تمہاری ذاتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے تو جب اللہ تعالیٰ کا کمال تم میں اور مجھ میں ظاہر ہو تو کوئی شرک نہیں ہے۔ اور آقا کریم ﷺ میں کمال اور نور اور اختیار ظاہر ہو تو شرک ہو جائے۔ کیا عقل ہے؟ کیا دانش ہے؟ اور کیا تماشا ہے؟

عاشق رسول امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے　　　یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

ہم تاجدارِ کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا جز نہیں سمجھتے نہ جز مانتے ہیں۔ بعض نادان عقل کے اندھے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ تم حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا نور مانتے ہو تو جتنا نور حضور علیہ السلام میں آیا تو اتنا نور اللہ تعالیٰ کا کم ہو گیا۔ لہٰذا تم نے حضور نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے نور سے مان کر اللہ تعالیٰ کے نور کو ناقص کر دیا کم کر دیا۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

یہ بات تو تب ہو کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی جز ہو۔ اللہ تعالیٰ جز سے پاک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ جز ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کل سے بھی پاک ہے، تو نہ اللہ تعالیٰ کو کسی کا جز کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی کل کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جز کا بھی خالق ہے اور کل کا بھی خالق ہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ نہ جز ہے اور نہ کل ہے۔

جز اس لئے نہیں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو جز مان لیں تو ترکیب ہو گی اور جہاں ترکیب ہو گی وہاں حدوث ہو گا۔ اگر حدوث ہو تو اللہ تعالیٰ کا وجود ختم ہو گیا۔ اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کو کل مان لیں گے تب بھی یہی بات ہو گی۔ کیونکہ کل کے معنی تو یہ ہیں کہ بہت سے اجزاء کو جمع کر لو اور سب کو ملا لو۔ تو اجزاء کے مجموعے کا نام کل ہوتا ہے۔ اجزاء ہوں گے تو مجموعہ ہو گا اور مجموعہ نہیں تو کل بھی نہیں اور اجزاء نہیں تو کل نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو کل کہو گے تو پہلے اجزاء ماننے پڑیں گے۔ اب ایمان سے بتانا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے اجزاء ہیں؟

اگر اجزاء نہیں تو مجموعہ کہاں سے آئے گا۔ مجموعہ نہیں تو کل کس کو کہو گے؟ اس لئے ایمان کا تقاضا ہے کہ مان لو کہ اللہ کُل نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ہر کل کا خالق ہے۔

ہر کل کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ جز نہیں ہے بلکہ ہر جز کا خالق ہے اور ہر جز کو اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

پیدا فرمایا۔ لہٰذا نبی کریم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جز نہیں ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے کیسے پیدا کیے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور تو کبھی جز نہیں ہوا۔

اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں سمجھاتا ہوں۔ دیکھئے سورج آسمان پر چمک رہا ہے اور آپ نیچے زمین پر آئینہ رکھ دیں۔ ایمان سے کہنا کہ اس شیشے میں سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا یا نہیں؟ اس آئینہ میں روشنی اور نور آئے گا یا نہیں؟ یقیناً آئے گا اب بتایئے کہ اس میں جو روشنی ہے وہ سورج کی روشنی ہے تو جتنی روشنی اس آئینہ میں آئی ہے اتنی روشنی سورج میں کم ہو جانی چاہیے۔ کیا آپ اس منطق کو اس بات کو مان لیں گے؟ یقیناً نہیں مانیں گے۔ آپ اس کے مقابل دوسرا آئینہ رکھ دیں۔ تیسرا آئینہ رکھ دیں، لاکھوں بلکہ کروڑوں شیشے زمین پر بچھا دیں، ہر آئینہ میں پورا سورج نظر آئے گا۔ مگر اصلی سورج جو آسمان پر روشن ہے، اس کی روشنی میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔ اگر کوئی عقل کا اندھا یہ کہے کہ نہیں رضا صاحب کمی تو ہو گی۔ تو رضا صاحب اُس سے پوچھتے ہیں کہ ایک دو تین شیشے رکھنے سے کچھ کمی ہو، اور اگر ہزاروں اور کروڑوں شیشے رکھ دیئے جائیں تو پھر سورج کا بالکل صفایا ہی ہو جائے اور سورج کا سارا نور ساری روشنی ان آئینوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو جائے۔

تو اے عقل کے اندھو اگر کروڑوں شیشے بھی رکھ دیئے جائیں تو سورج کے نور اور روشنی میں کمی نہیں آئے گی۔ جب ایک سورج کے نور اور روشنی میں کمی نہیں آئی تو پتہ چلا اور معلوم ہوا کہ شیشہ جو سورج کے نیچے رکھا ہے وہ سورج کا جز نہیں ہے اور سورج جو اس میں چمکتا ہوا نظر آ رہا ہے تو آپ اس شیشے کے اندر جو جلوہ ہے اس کو سورج کا جز نہیں کہہ سکتے بلکہ سورج کا جلوہ کہیں گے۔ کیونکہ نہ اصل سورج شیشے میں آیا اور نہ ہی شیشہ سورج کا حصہ یا جز بنا بلکہ شیشہ سورج کے نور کا مظہر بنا۔ اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَنَا مِرْاٰۃُ جَمَالِ الْحَقِّ۔ یعنی میں تو حق کے جمال کا آئینہ ہوں۔

شیشے میں جو نور نظر آئے گا وہ آفتاب یعنی سورج کا نور ہو گا اور جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نور نظر آئے گا وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔

بس یوں سمجھو کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں جو علم نظر آئے وہ حقیقتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ اور جو قدرت نبی کریم علیہ السلام میں نظر آئے وہ حضور کی نہیں بلکہ وہ قدرت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اگر حضور

Marfat.com

علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور نہ ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ جبل ابوقبیس پر سید عالم مالکِ کون و مکان جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو انگلی کا اشارہ فرمایا اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کی قدرت نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور تھا۔

اللہ تعالیٰ کا دین ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور قرآن ملا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کے باوجود وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا ہوا ہے۔ یعنی قول رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں نہیں کہتا قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ

یعنی قرآن کلام اللہ تعالیٰ کا ہے مگر قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اگر حضور علیہ السلام یہ کہہ کر نہ بتاتے تو تمہیں کیا پتہ چلتا کہ یہ کس کا کلام ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے کلام کا جلوہ حضور علیہ السلام کے کلام میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم کا جلوہ۔ حضور علیہ السلام کے علم میں ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا جلوہ جانِ کائنات سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال میں ہے۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 2:

آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور آئے تو چمکیں فکر انسانی کی تنویریں
حضور آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں

حضور سیدِ عالم تاجدارِ عرب و عجم سلطان اعظم و معظم فخرِ موجودات سرورِ کون و مکان امام الانبیاء خاتم النبیین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین راحۃ العاشقین مراد المشتاقین جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے کفر و شرک اور الحاد کی دنیا میں نبضِ نجابت کی دھڑکنیں دم توڑ رہی تھیں۔ اخلاقی محاسن جمود اور تعطل کی قبروں میں دفن ہو چکے تھے۔

اشرف المخلوقات لات و ہبل کے آگے سر تسلیم خم کر چکے تھے۔ جہالت اور تعصب کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ عقیدۂ توحید کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ گمراہی کے اندھیرے گھمبیر ہو گئے تھے۔ تہذیب و تمدن کی کتاب کے اوراق نگر نگر بکھرے ہوئے تھے۔ انسانی شرف اور وقار کا گریبان چاک چاک تھا۔

اولادِ آدم علیہ السلام گوناگوں مصائب سے دوچار تھے۔ بربریت سے کلیجہ زمین جگہ جگہ سے شق تھا۔ اخلاقی قدریں مٹ چکی تھی۔ تاحدِ نظر چار دانگِ عالم میں دہشت گردی عام تھی۔ غریبوں مسکینوں یتیموں کے آہ و نالے لوح و قلم کو جنبش میں لا رہے تھے۔ اور زندہ درگور کی جانے والی معصوم بچیوں کی دل دہلا دینے والی چیخیں عرشِ اعظم سے ٹکرا رہی تھیں۔ پوری دنیائے کائنات جبر کی تاریکیوں میں مستور تھی آخر رحمت یزداں جوش میں آئی صدیوں کے بعد حالات نے ایک نئی کروٹ بدلی اور ربیع النور کا نور نمودار ہوا۔ جس کے مخمور دامن میں بے پایاں راحتیں اور ہزار ہا مسرتیں پنہاں تھیں ظلمت کی کالی گھٹائیں رفتہ رفتہ کافور ہونے لگیں۔

فاران کی چوٹی سے ایک پیاری پیاری گھٹا اٹھی، اور خوب دل کھول کر برسی۔ جس کے برسنے سے کائنات عالم میں بہار آ گئی۔ دعائے خلیل اللہ علیہ السلام اور تمنائے ذبیح اللہ علیہ السلام کی شرف قبولیت کا وہ لمحہ سعید آن پہنچا۔ حضور شافع محشر ساقی کوثر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صلب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور پہلوئے سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے۔ حوروں نے اَهْلًا وَّ سَهْلًا مَرْحَبًا کہا اور فرشتوں نے یا رسول اللہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترانے پڑھے۔ حور و غلمان وجد میں آ گئے اور عالم رنگ و بو میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ

Marfat.com

اللہ وہ دریتیم آیا جس کی ولادت باسعادت کے شوق پابوسی کی خاطر جبین حرم میں سجدے تڑپ رہے تھے۔ جن کی خاطر ستاروں کو تابانی ملی، دریاؤں کو روانی ملی، وہ کون آیا یتیموں کا والی آیا، بیواؤں کا حامی آیا، وہ بے سہاروں کا سہارا آیا لاچاروں کا چارا آیا، مجبوروں کا غم خوار آیا، بے بس اور بے کس کا غم گسار آیا۔ ساکنانِ عرش وفرش کا آقا آیا۔ اور پوری کائناتِ عالم کا مولا آیا۔ کواکب کی جلوہ باریاں اور قوس وقزح کی رعنائیاں جمال نور محمدی ﷺ کے حسن وزیبائی کے حضور سجدہ ریز ہوگئیں۔ مہر درخشاں کی تابناکیاں اور ماہِ تاباں کی ضیاء پاشیاں رشکِ حضرت یوسف علیہ السلام کے رُخ زیبا کا طواف کر کے گنگنانے لگیں کہ

ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آگئی — اور چمن کے پتے پتے پر جوانی آگئی

فلسفۂ تخلیق کون ومکان میں قرآن وحدیث بھی رطب اللسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب علیہ السلام والی کونین بطنِ سیدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ گر ہونے سے پہلے کہاں تھے۔ اور کب سے تھے۔ بحر رسالت مآب میں غوطہ زن شمع مصطفیٰ ﷺ کے کسی پروانے نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے کہ

نورِ ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہوگیا — کملی والا آگیا تھاں تھاں سویرا ہوگیا

سوال ہوتا ہے کہ حضور کب تھے؟ جواب ملتا ہے کہ جب کب نہ تھا جب، جب کا وجود نہ تھا، جب تب بھی نہ تھا، نبی ﷺ اس وقت بھی نبی ﷺ تھے، جب آفتاب کی نور افشانیاں نہ تھیں، کلیوں کی تبسم آرائیاں نہ تھیں، ماہتاب کی ضیا باریاں نہ تھیں۔ نہ قوس قزح کی رعنائیاں تھیں، نہ چرند وپرند کی پکار تھی نہ کروٹِ لیل ونہار تھی۔

نیلگوں آسمانی شامیانہ نہ تھا۔ نہ کوئی ساقی وپیمانہ تھا، نہ مکین ومکاں تھے۔ نہ زمین وآسمان تھے۔ نہ شگفتہ غنچوں کی کیاریاں تھیں، نہ مہکتے گلوں کی گلکاریاں تھیں نہ چلتی ہوائیں تھیں۔ معطر فضائیں نہ تھیں، جمادات نہ تھے، نباتات نہ تھے، انسان نہ تھے، جنات نہ تھے، کلیوں میں چٹک نہ تھی، خاروں میں کھٹک نہ تھی۔ ستاروں میں چمک نہ تھی، بہاروں میں مہک نہ تھی، کعبۂ معظمہ نہ تھا، مدینہ منورہ نہ تھا، حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام نہ تھے، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نہ تھے، حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نہ تھے، حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نہ تھے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نہ تھے، حضرت میکائیل علیہ السلام نہ تھے، حضرت اسرافیل علیہ السلام نہ تھے، حضرت عزرائیل علیہ السلام نہ تھے، موت نہ تھی، حیات نہ تھی، ایک اللہ تعالیٰ اور دوسری محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات تھی۔ اللہ تعالیٰ خلق کرنے والا تھا، نبی ﷺ خلق ہونے والے تھے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ صانع تھا اور نبی علیہ السلام اس کی صنعت بنے۔ اللہ تعالیٰ قوی تھا، نبی علیہ السلام اس کی قوت بنے۔ اللہ تعالیٰ قادر تھا نبی علیہ السلام اس کی قدرت بنے، اللہ تعالیٰ رب العالمین تھا نبی علیہ السلام رحمۃ اللعالمین بنے۔ اللہ تعالیٰ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تھا اور یہ نبی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بنے۔

یہ ذکر ولادت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ خلقِ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ اہلِ ایمان کے لیے ذکرِ ولادت باسعادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا اور سنانا باعثِ خیر و برکت ہے اور نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور ان کی تخلیق کی تفصیلات بیان فرمائیں۔ اور جنت میں ان کے قیام و طعام کے واقعات بیان فرمائے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت اور آپ کے بچپن کے واقعات کا تذکرہ فرمایا۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ اور بچپن کے حالات بیان فرمائے۔ پھر حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ولادت اور ان کے بچپن کا حال بیان فرمایا۔

پھر حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی ولادت تک کا پورا حال بیان فرمادیا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بچپن میں بولنا اور ابتدائی کلام کرنا اور آپ نے پنگوڑے میں جو کلام کیا وہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فقط دو لفظوں میں یا دو جملوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلوق ہونے اور پیدائش کا بیان فرما سکتا تھا مگر پوری تفصیل بیان فرمائی اور بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے ذکر فرما کر خوش ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یادگاریں منانے کا حکم دیتا ہے۔

لیکن آج کل ایک طبقہ ایسا ہے کہ وہ یادگاریں مٹانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یادگاریں منائی جاتی رہیں گی۔ مٹانے والے خود مٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور علیہ السلام کے صدقے صحابہ کرام کے صدقے اہل بیت اطہار کے صدقے اولیاء امت کے صدقے، سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے کی توفیق عطا فرمائے اور ادب کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس نے اپنے محبوبوں کی ولادت باسعادت کا تفصیل سے ذکر فرمایا اور اس عمل کو ہمارے لئے قرآنی

Marfat.com

حکم اور اپنی سنت بنا دیا۔ پھر کائنات میں نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا محبوب اور کون ہو سکتا ہے؟

اس لئے نبیوں کا بیان ولادت ہے، مگر حضور پُر نور شافع یوم النشور جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کی نسبت قسم کھائی اور ارشاد فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (سورۃ البلد، پارہ:۳۰)

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ اور تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی قسم اور اس کی اولاد کی قسم کہ تم ہو۔

ان آیات میں حضور نبی کریم ﷺ کے شہر ولادت مکہ کی قسم کھائی۔ آپ ﷺ کے قیام اور رہن سہن کی قسم کھائی۔ آپ ﷺ کے والد ماجد یا جد امجد کی قسم کھائی اور بالآخر نبی کریم علیہ السلام کے پیدا ہونے کی قسم کھائی (مولود ہونے کی قسم) گویا حضور علیہ السلام کے پورے نسب مبارک اور میلاد پاک کی قسم کا بیان فرمایا۔

اگر قلبِ سلیم ہو تو اسی قدر قسم کافی ہے۔ عقل والوں کے لئے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام سے لے کر موجودہ زمانے تک بلکہ قیامت تک ہر دور میں اسلاف اور بزرگانِ دین اسلام نے اپنے اپنے طریقے اور ذوق اور تحقیق کے مطابق نبی کریم علیہ السلام کے میلاد مبارک کا ذکر فرمایا ہے۔ تاریخ اسلام کا کوئی زمانہ اس مبارک اور محبوب عمل سے خالی نہیں رہا۔ یہ ذکر ولادت پاک خیر و برکت کا باعث ہے۔ اور ہمارے لئے ایمان اور محبت کی تازگی کا سامان فراہم کرتا ہے۔

Marfat.com

باب 3:

حضور علیہ السلام سراپا نور ہیں

روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام انبیائے کرام کے انوار کو ظاہر فرمایا۔ تو حضور علیہ السلام کے نور کو ان کے انوار کی طرف نظر کرنے کا حکم فرمایا۔ پس اسی نور کرامت ظہور نے جب انوارِ انبیاء کرام پر بموجب حکم احکم الحاکمین نظر فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی روشنی کے آگے تمام انبیاء کرام کے انوار کی روشنی مضحل اور ماند ہوگئی اور سب نبیوں کے نور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور غالب آیا۔ انوارِ انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ یا اللہ یہ کس کا نور ہے؟ جس کی چمک دمک کے روبرو ہمارے انوار پھیکے پڑ گئے۔ ارشاد ہوا یہ نور میرے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ (امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔)

﴿1﴾ حضرت امام عبدالرزاق رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو یہ بتائیے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی شے پیدا فرمائی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ جنت تھی، نہ دوزخ تھی، نہ فرشتے تھے، نہ زمین تھی، نہ آسمان تھا، نہ سورج تھا، نہ چاند تھا، نہ جن اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا فرمایا اور دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے حصے سے عرش پیدا فرمایا۔ پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ پہلے سے فرشتگانِ حاملینِ عرش بنائے دوسرے حصے سے کرسی تیسرے سے باقی فرشتے پیدا کئے پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے جنت و دوزخ بنائے پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْث۔ اس حدیث کو علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب اللدنیہ ج ا، ص ۴۶ میں اور امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ یوسف بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے انوارِ محمدیہ من مواہب اللدنیہ میں اور شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث

Marfat.com

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت ج ا،ص ۳۰۹ میں درج فرمایا۔ خود دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۶ پر نقل کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں
ہے انہی کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار

(حدائق بخشش)

یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ پھر ساری کائنات کی تخلیق اسی نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ انوارِ انبیاء پر توجہ کرو۔ پس حضور علیہ السلام کے نور مبارک نے دیگر انبیاء کرام کے ارواح وانوار پر توجہ فرمائی تو اس نور نے ان سب کے انوار کو ڈھانپ لیا۔ انہوں نے عرض کی باری تعالیٰ ہمیں کس نے ڈھانپ لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ یہ میرے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے۔ اگر تم سب ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں شرفِ نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس پر سب ارواحِ انبیاء کرام نے عرض کیا یا اللہ تعالیٰ ہم ان پر ایمان لائے۔ اس کا مکمل ذکر قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ○ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔

(سورۃ آل عمران آیت ۸۱،۸۲)

ترجمہ: یاد فرمایئے اے محبوب جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا نبیوں سے کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس میرا پیارا رسول معظم تشریف لائے تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے پاس ہے تو ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور اس کی مدد کرنا پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پس جو اس سے پھر گیا تو وہ فاسق اور نافرمان ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں کے نبی نہیں بلکہ جملہ انبیاء کرام کے بھی نبی

Marfat.com

ہیں۔اور تمام انبیاء کرام کی امتیں حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت تمام مخلوق کے لئے عام ہے، انوارِ محمدیہ من مواہب اللدنیہ ص ۱۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر روزِ قیامت تک تمام انبیاء کرام اور ان کی امتیں حضور علیہ السلام کی امت ہیں۔

حضرت علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔انوارِ محمدیہ من مواہب اللدنیہ اور شفا شریف میں ہے، ج ا، ص ۲۸ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء کرام گزرے ہیں سب سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر آپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں اور اپنی امت سے اسی رسول علیہ السلام کا عہد لیں۔ چنانچہ اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ انبیاءِ کرام علیہم السلام حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب بیان کرتے رہے۔اور اپنی مجالس و محافل میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے اور اپنی امتوں سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے رہے۔

یہاں تک کہ وہ آخری مژدہ رساں حضرت عیسیٰ بن مریم صلوۃ اللہ علیہما مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کہتے ہوئے تشریف لائے (قرآن مجید) خوشخبری سنائی کہ میرے بعد آنے والا رسول جو آئے گا اس کا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور شمس و قمر وغیرہ پیدا فرمائے پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر تمام عالم میں ندا دی گئی کہ تم میں سے جو کوئی نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت رکھنے کی اہلیت و قابلیت رکھتا ہو وہ اس امانت کو اٹھالے۔جب عالم میں سے کسی نے اپنے اس نور اور گوہر بے بہا کے رکھنے کی قابلیت و اہلیت نہ دیکھی تو سب نے سر عجز سے جھکا دیا۔تب اشرف المخلوقات حضرت آدم علیہ السلام نے اس امانت نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھالیا۔

عرفاء اور اہل اشارت فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اسی امانت کی طرف اشارہ ہے۔آیت یہ ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ۔(سورۃ الاحزاب، پارہ ۲۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے امانت (نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) پیش فرمائی آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان حضرت آدم علیہ السلام نے اسے اٹھالیا۔

معارج النبوت رکن اول ص ۱۹۷۔ الغرض نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نور اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام کی

Marfat.com

پیشانی اور ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ کی پشت مبارک میں رکھا گیا۔ تو بارگاہِ الٰہی میں حضرت آدم علیہ السلام کا رتبہ بہت بلند ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کو جملہ مخلوقات کے اسماء تعلیم فرمائے۔ قرآن پاک میں ہے کہ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اس نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنایا اور تمام ملائکہ نے آپ کو سجدہ کیا۔ (مدارج النبوت ج ۲، ص ۴)

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔

ترجمہ: یعنی اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔

محققین اور عرفاء فرماتے ہیں کہ یہ ملائکہ کا سجدہ ظاہراً حضرت آدم علیہ السلام کو تھا اور حقیقتاً نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ (سیرت نبوی ص ۸)

جب ملائکہ سجدے سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بذریعہ ملائکہ جنتی جوڑا پہنایا جس پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم منقوش تھا۔ سر پر نورانی تاج رکھا اور فرشتوں نے جنتی تخت پر بٹھایا۔ ستر ہزار فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں طرف اور ستر ہزار فرشتے بائیں طرف اور ستر ہزار فرشتے آپ کے آگے اور ستر ہزار فرشتے آپ کے پیچھے ہو کر صلاۃ وتحیۃ پڑھتے ہوئے جنت میں لے گئے۔ وہاں رضوانِ خلد بریں اور حورانِ ماہ جبیں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ پر صلاۃ وتسلیم کے طباق بھرے پھول نچھاور کیے۔ (معارج النبوۃ، رکن اول ص ۲۳۷)

منقول ہے کہ جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں جلوہ فرما ہوا تو آپ اپنی پیشانی سے باریک آواز سننے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ ارشاد ہوا اے میرے آدم علیہ السلام یہ آواز ہمارے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تسبیح ہے، جو تمہارا فرزندِ ارجمند ہوگا۔

(معارج رکن دوم ص ۸)

Marfat.com

تفسیر نسفی میں ہے کہ جب نور محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رونق افروز ہوا تو ملاءِ اعلیٰ میں ان کی تعظیم ہونے لگی۔ تمام ملائکہ آپ کے پیچھے بطورِ اکرام و تعظیم کے چلتے تو ایک روز حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ میری اس تعظیم و تکریم کا کیا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام جو نور تمہاری پیشانی میں جلوہ گر ہے۔ یہ سب تعظیم و توقیر اس نور محمدی ﷺ کی ہے۔

عرض کی یا اللہ اسے میرے ہاتھوں میں منتقل فرما تاکہ میں بھی اس کی زیارت کرسکوں اور اپنے دل و روح کو مسرور کرسکوں۔ چنانچہ وہ نور محمدی ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کے دست راست کی انگلی سبابہ میں منتقل فرمایا گیا۔ جب آپ نے اس نور محمدی ﷺ کا مشاہدہ کیا، زیارت سے مشرف ہوئے اور اس انگلی کو اٹھایا اور پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہی وجہ ہے کہ اس انگلی کا نام شہادت کی انگلی پڑ گیا۔ اس کے بعد اس انگلی کو بوسہ دیا چوم لیا اور آنکھوں سے لگایا۔ اور حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھا۔ (معارج رکن اول ص ۲۲۸)

ایں سنت درمیان اولاد تا بہ قیامت بگذاشت (معارج رکن اول ص ۱۲۴)

ثابت ہوا کہ انگوٹھے چومنا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے۔ لہٰذا جو آدمی حضرت آدم علیہ السلام کی صحیح اولاد ہے وہ انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے گا اور جو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد نہیں وہ اس کا انکار کرے گا۔

شامی ج ۱، باب الاذان میں ہے:

يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَاعِدًا اِلَى الْجَنَّةِ۔

(شامی، جلد اول، ص ۳۹۸)

ترجمہ: بزرگانِ دین کے نزدیک یہ بات مستحب ہے کہ جب کوئی شخص مؤذن سے پہلی دفعہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے وہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کہے اور جب دوسری بار سنے تو قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ کہے اور اپنے ہاتھوں کو (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے پس جو شخص اس طرح کرے گا وہ جنت میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ بیٹھے گا۔

﴿۱﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی روح

Marfat.com

اور جسد کے درمیان تھے۔ یعنی ان کے جسم میں جان بھی نہیں آئی تھی۔ اس حدیث کو حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کر کے حسن قرار دیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ۔ (مشکوۃ ص۵۱۳)

ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے قبل ہے۔ اور حضور علیہ السلام آدم علیہ السلام سے بہت پہلے نبی بن چکے تھے۔

﴿۲﴾ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے ہوئے تھے۔ میں ابھی اپنے امرِ اول کا بیان کرتا ہوں۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی اماں جان والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وہ خواب (آنکھ سے دیکھا ہوا) ہوں جس کو انہوں نے مجھے جنتے ہوئے دیکھا اس وقت ایک نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں میری اماں جان کے سامنے شام کے محلات روشن ہو گئے۔ میری والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے ایک نور نکلا جس کی روشنی میں شام کے محلات نظر آ گئے۔

وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ۔ (مشکوۃ ص۵۱۳)

اس حدیث پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ حضور علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے مخلوق ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ تیسری یہ کہ حضور علیہ السلام نور حسی ہیں کہ ولادت باسعادت کے وقت اتنی روشنی ہوئی کہ حضرت سیدہ طیبہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا نے شام کے محلات کو دیکھ لیا۔

﴿۳﴾ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ كُنْتُ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔

(۱۲ انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ ص۱۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے اللہ کے ہاں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل نور تھا۔ یعنی میرا نور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بہت قبل ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے روایت کیا اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

Marfat.com

یعنی احکام ابن القطان میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنے باپ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار سال پہلے میں اپنے پروردگار جل مجدہ کے حضور میں ایک نور تھا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جبرئیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے کر آؤ جو میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس اور جسدِ اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو جبرئیل امین علیہ السلام سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے حضور حاضر ہوئے تو اللہ کے حکم سے اس مٹی کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور جنت کی لہروں میں اسے دھویا گیا۔ پھر نور نبوت یعنی نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں رکھ کر اس کو عرش و کرسی لوح و قلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تاکہ ملائکہ اور فرشتے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف و فضل کو پہچان لیں۔

حضرت حوّاء سلام اللہ علیہا کی پیدائش

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں قیام پذیر ہوئے اکیلے تھے کوئی ہم جنس نہ تھا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے ہم جنس کی درخواست پیش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر خواب طاری فرما کر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام خواب سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک حسین و جمیل عورت ہے یہ دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوئے۔ اور ان کی طرف راغب ہونے کا ارادہ فرمایا لیکن بحکم رب العالمین ملائکہ مقربین مانع ہوئے اور کہا اے آدم علیہ السلام قبل نکاح اور ادائے حق مہر حضرت حواء کو ہاتھ نہ لگانا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا ان کا حق مہر کیا ہے؟ ملائکہ مقربین نے کہا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا بیس مرتبہ درود شریف پڑھنا ان کا حق مہر ہے۔

اس پر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے دس بار درود پاک پڑھا تو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا نکاح روبرو ملائکہ مقربین بطور گواہ قرار پایا۔ درود پاک یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَ سَلِّمْ۔ (تحفۃ الصلاۃ الی النبی المختار، ص ۲۷۵)

اور اللہ جل مجدہ نے حضرت حوا کا آدم علیہ السلام سے نکاح کیا۔

(مدارج النبوۃ حصہ ۲، ص ۵، انوار محمدیہ ص ۱۴، سیرت نبوی ص ۷)

Marfat.com

باب 4:

نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منتقل ہونا

روایت میں ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے اور توالد کا سلسلہ جاری ہوا تو ایک دن حضرت آدم علیہ السلام ایک پاکیزہ جگہ مکان میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے ہاں دو بچے یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوتے رہے مگر جب حضور علیہ السلام کے نور کے منتقل ہونے کا وقت آیا تو غیب سے ایک نہر صاف وشفاف پانی کی ان کے روبرو جاری ہوئی۔ یہ نہر ایک عظیم نہر تھی جو جنت سے ظاہر ہوئی تھی۔ اس نہر کے ساتھ حضرت جبریل امین علیہ السلام مع دیگر مقربین میوہ جنتی کا طبق ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہر ہوئے اور فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ سلام دے کر عرض کی۔ آپ ان میووں کو جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ جنتی میوے ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ اِن جنتی میووں کو تناول فرمالیں اور اس جنتی نہر میں غسل فرمائیں اور حضرت حوا کے نزدیک جائیں۔ آج نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بجانب حضرت حوا علیہا السلام منتقل ہوگا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے وہ جنتی میوہ تناول فرمایا۔ اور جنتی نہر میں غسل کیا اور حضرت حوا علیہا السلام کے پاس گئے۔ پس نور محمدی حضرت حوا علیہا السلام کے بطن مبارک میں منتقل ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام وقت پیدائش سے لے کر اس وقت تک تمام ملائکہ کی نگاہوں میں معزز ومحترم تھے مکرم تھے فرشتے ان کی تعظیم کرتے تھے۔

جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حوا علیہا السلام کی طرف منتقل ہوا تو تمام فرشتے حضرت حوا علیہا السلام کی تعظیم وتکریم کرنے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ یہ سب فرشتے مجھ سے پھر کر حضرت حوا علیہا السلام کی تعظیم کیوں کرنے لگ گئے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم علیہ السلام یہ سب تعظیم واکرام تیری اس نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث تھی جو تیری پشت میں جلوہ فرما تھا۔ اب چونکہ وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حوا کی جانب منتقل ہوگیا ہے۔ اس لئے سب فرشتوں کی توجہ ان کی طرف ہوگئی ہے۔ (معارج ج ۱، ص ۲۵۶)

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منتقل ہونا حضرت شیث علیہ السلام کی طرف

جب مدت پوری ہوئی تو حضرت حوا علیہا السلام کے بطن پاک سے حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔ اس

Marfat.com

سے پہلے ہر دفعہ جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں۔ ان کے اکیلے پیدا ہونے کی حکمت یہ تھی کہ نور محمدی ﷺ ان میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۶)

حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد سے حضور اقدس ﷺ کے جد امجد حضرت شیث علیہ السلام زیادہ خوبصورت تھے اور نور محمدی ﷺ ان کی پیشانی میں درخشاں تھا۔ جب آپ حدِ بلوغ کو پہنچے تو آپ سے حفاظتِ نور حضور سید المرسلین ﷺ پر عہد لیا گیا۔ اور ایک عہد نامہ اس مضمون کا تحریر کرایا گیا کہ نور محمد ﷺ کی بڑی حفاظت کریں گے۔ اور اسے ارحام پاک وطاہرات اور اصلاب طیبات میں جائز طور پر پہنچائیں گے اور اپنی اپنی اولادوں کو اس نور پاک کی حفاظت کی تاکید بلیغ کریں گے۔ اور ان سے وصیت فرمائیں کہ وہ بطناً بعد بطن اس عہد نامہ کو ایک دوسرے تک بحفاظت پہنچائیں اور ہر ایک اس پر مکمل طور پر عمل کرے۔ چنانچہ وہ عہد نامہ مشتمل بمواہیر ملائکہ بموجب وصیت حضرت شیث علیہ السلام ان کی اولاد میں قرناً بعد قرناً منتقل ہوتا رہا اور نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نورِ انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پدر بزرگوار حضور علیہ السلام کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے نور مبارک کو پاک پشتوں سے پاک ارحام کی جانب منتقل فرمایا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین طیبین طاہرین کریمین کے گھر جلوہ افروز ہوا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا میں نفیس ترین ہوں تم سب سے نسب و حسب کے اعتبار سے۔ ابونعیم نے دلائل میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جبریل امین علیہ السلام نے کہا کہ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُّحَمَّدٍ ﷺ۔ (انوار محمدیہ، ص ۸، مدارج، حصہ ۲، ص ۶)

یعنی میں تمام زمین کے مشارق ومغارب میں پھرا یعنی ساری دنیا دیکھی مگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بہتر کسی کو نہ دیکھا۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی مثل نئیں ڈھولن دی　　چپ کر مہر علی ایتھے جا نئیں بولن دی

Marfat.com

یہی وہ نورِ عظیم ہے جس سے ہر اندھیرے میں اجالا ہوا ہے۔ اسی نور محمد مصطفیٰ ﷺ کی روشنی نے کفرستان میں چراغ جلایا پھر اس چراغ کی روشنی نے پوری کائنات کو منور کر دیا۔ حدیث قدسی ہے کہ اے محبوب علیہ السلام اگر میں آپ کو نہ پیدا کرتا تو کوئی چیز بھی پیدا نہ کرتا یہاں تک کہ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔

اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا خوب فرمایا ہے۔

اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل　　حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

حضراتِ گرامی! نبی کریم علیہ السلام کے تمام آباء واجداد از حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تک سب مسلمان وموحد تھے۔ کوئی بھی ان میں سے مشرک نہ تھا۔ کیونکہ خود سرورِ دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ۔

(انوار محمدیہ ص ۱۵، مدارج ص ۶، سیرت نبوی ص ۳۲)

دوسری حدیث میں یوں فرمایا:

لَمْ اَزَلْ اَنْقُلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلَى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ۔ (سیرت حلبی، ص ۳۲)

ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ میرے جملہ آباء کرام اور مائیں پاک تھیں صاف ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے آباء واجداد میں کوئی بھی مشرک نہ تھا بلکہ مومن اور موحد تھے۔

کیونکہ مشرک نجس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

بے شک مشرک نجس اور پلید ہوتے ہیں اور حضور پُر نور ﷺ سراپا نور ہیں اور آپ کے جملہ آباء و اجداد پاک وطاہر ہیں۔ (سیرت حلبی، ص ۳۳)

یعنی حضور اقدس ﷺ کے تمام آباء واجداد مسلمان تھے اس پر خود سرورِ کون ومکان ﷺ کی احادیث دال ہیں کہ میں ہمیشہ طاہر پشتوں سے طاہر رحموں کی جانب منتقل کیا گیا ہوں۔

نوٹ: جو لوگ نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین طیبین کو معاذ اللہ مسلمان نہیں سمجھتے وہ سخت گناہگار اور بڑی غلطی پر ہیں۔ اس میں حضور اقدس ﷺ کے نسب پاک میں سوئے ادب ہے، اور نبی پاک علیہ السلام کو ایذاء

Marfat.com

دینے کے مترادف اور کفر کا اندیشہ ہے۔

اے منکرو، بدبختو اگر تمہیں محققین کا مسلک پسند نہیں تو کم از کم اس مسئلہ میں توقف ہی کر لو۔ یہ بڑا نازک مقام ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضوان اللہ عنہما کو کسی نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے بچ جاؤ نجات اسی میں ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی　　　نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ نَسَبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَحْفُوْظٌ عَنِ الشِّرْكِ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ علماء محققین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب پاک کو شرک سے پاک اور محفوظ مانتے ہیں، جو نجدی نہیں مانتے وہ غیر محقق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔

فتاوی عبدالحی، کتاب المناقب: ج ۲، ص ۲۳۲، ۲۳۳ میں بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک ہے۔
اب تو ان دریدہ دہنوں کو لائق ہے کہ اس مسئلہ میں اپنے منہ کو بند رکھیں اور منہ کو لگام دیں اور نبی کریم علیہ السلام کی ذات پاک کو اذیت دینے کی کوشش نہ کریں۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 5:

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا منتقل ہونا حضرت ہاشم و عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی طرف

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیث علیہ السلام سے درجہ بادرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت نوح علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا تو ان کو طوفان سے نجات ملی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں جلوہ گر ہوا تو ان پر نار نمرود گلزار ہوئی۔

(سیرت نبوی: ص ۹......نشر الطیب، ص ۹)

پھر وہ نور درجہ بادرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت مبارک میں چمکا اور ان کو چھری کے کاٹنے سے بچایا اور جنت سے دنبہ لاکر اُن کی جگہ اُسے ذبح کیا گیا۔ پھر وہ نور درجہ بادرجہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں نور احمد و نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شعائیں چمکتی تھیں۔ جو بھی یہودی عالم آپ کو دیکھتا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر چومتا اور جس چیز پر آپ گزرتے وہ آپ کو سجدہ کرتی۔

عرب کے قبائل اور وفودِ علماء اہل کتاب اپنی اپنی خوبصورت لڑکیاں نکاح کے لئے پیش کرتے۔ یہاں تک کہ ہرقل بادشاہ روم نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ میری ایک لڑکی ہے جس سے زیادہ حسین و جمیل اور کوئی لڑکی نہیں پیدا ہوئی اور نہ ہوگی۔ آپ میرے پاس تشریف لائیں تاکہ آپ کا نکاح اپنی دختر نیک اختر سے کردوں۔ کیونکہ آپ کا شہرہ اور جود و کرم مجھ تک پہنچا ہے۔ اصل مقصود اس کا وہ نور محمدی حاصل کرنا تھا جس کے اوصاف و کمالات انجیل میں لکھے ہوئے تھے۔

مگر حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ نے انکار فرمادیا۔ (سیرت النبوی، ص ۹)

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بجانب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک میں منتقل ہوا تو آپ کے جسم سے مشک و کستوری کی خوشبو آتی تھی اور ان کی پیشانی میں نور محمدی چمکتا تھا صلی اللہ علیہ وسلم۔

جب قریش مکہ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر پر لاتے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرتے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی برکت سے بارانِ رحمت برساتا اور انہیں سیراب کرتا۔ (سیرت النبوی، ص ۲۱......انوار محمدیہ، ص ۱۸)

Marfat.com

ایک روز حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حرم کعبہ معظمہ میں مقامِ حجر میں جو کہ ایک جگہ کا نام ہے، وہاں پر آرام فرما رہے تھے آنکھ لگ گئی سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے اور سر میں تیل بھی لگا ہوا ہے اور قیمتی و خوبصورت لباس میں ملبوس ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ کس نے کیا ہے۔ آپ کے والد گرامی قریش کے کاہن کے پاس لے گئے اس کاہن نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس نوجوان کی شادی کردو۔ چنانچہ آپ کی شادی کردی گئی۔

(مدارج، ص ۹......انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، ص ۱۸)

روایت ہے کہ جب ابرہہ والیِ یمن یعنی یمن کا بادشاہ ہاتھیوں کا لشکرِ جرّار لے کر بیت اللہ شریف کو گرانے کے لئے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا تو قریش ڈر کے مارے خوف زدہ ہوئے جب یہ خبر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو اہل قریش کو آپ نے جمع فرمایا اور کہا کوئی خوف نہ کرو۔ بیت اللہ شریف اللہ کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا محافظ ہے۔ وہ ہی اسے ابرہہ کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

ابرہہ بادشاہ کے لشکری حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے اور قریش کے کچھ اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لے گئے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اہل مکہ و قریش کے ہمراہ ثبیر پہاڑ پر تشریف لائے تو ان کی پیشانی سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شعائیں چمکیں اور سیدھی بیت اللہ شریف پر پڑیں جس سے وہ روشن ہوگیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اہل قریش سے فرمایا۔ واپس چلے جاؤ تمہاری مشکل و پریشانی ٹل گئی۔ ابرہہ بادشاہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔ اللہ کی قسم جب بھی کسی مہم میں اس نور کی شعائیں اس طرح روشن ہوتی ہیں تو ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ یہ ہے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور مشکل کشائی، تمام مکہ والے اہل قریش اپنے اپنے گھروں میں واپس چلے گئے۔ ابرہہ بادشاہ نے ایک جرنیل کو فوج دے کر کہا کہ تو اہل مکہ کو شکست دے اور بیت اللہ کو گرادے۔ جب وہ شخص مکہ معظمہ کی طرف چلا تو راستے میں حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی صورت دیکھی اور نظر سے نظر ملی تو بے اختیار چیخا اور بے ہوش ہو کر گرا۔ جب ہوش آیا تو حضرت عبدالمطلب کو سجدہ کیا اور کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ سَيِّدُ قُرَيْشٍ حَقًّا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو قریش کا سچا سردار ہے۔

(مدارج، حصہ ۲، ص ۹......انوار محمدیہ ص ۱۸......سیرت النبوی، ص ۳۰)

روایت ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کو سفید ہاتھی نے دیکھا چہرہ دیکھتے ہی سجدے میں گر گیا۔ حالانکہ اس ہاتھی نے ابرہہ کو کبھی بھی سجدہ نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ دوسرے ہاتھی سجدہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ہاتھی کو قوت گویائی عطا فرمائی، تو وہ ہاتھی بولا اور کہا سلام ہو اس نور پر جو حضرت عبدالمطلب کی پشت میں

Marfat.com

جلوہ گر ہے۔(مدارج،ص ۹......انوار محمدیہ،ص ۱۹......سیرت نبوی،ص ۳)

نوٹ: ہاتھی جیسے جانور حضور علیہ السلام کے نور کو مانتے ہیں اور ان کے آگے سر نیاز جھکا دیتے ہیں مگر نجدی منکر ہیں نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جب اپنے اونٹ چھڑانے کے واسطے ابرہہ کے پاس گئے تو ابرہہ نے آپ کی صورت پاک دیکھی جس میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چمک رہا تھا۔دیکھ کر آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور تخت سے اترا اور آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کس مطلب کے لئے تشریف لائے ہو۔آپ نے فرمایا کہ اپنے اونٹ چھڑانے کے لئے آیا ہوں۔ابرہہ نے فوراً حکم دیا کہ سردارِ قریش کے اونٹ واپس کر دیئے جائیں اور کہا کہ اے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تمہاری عزت وتکریم میرے دل میں اتنی زیادہ ہے کہ اگر تم خانہ کعبہ کے محفوظ رکھنے کے لئے کہتے تو میں اسے منہدم نہ کرتا۔حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا خانہ کعبہ کا محافظ ونگہبان خود اللہ تعالیٰ ہے۔وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔میرے کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب ابرہہ لشکر لے کر خانہ کعبہ کو گرانے کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کا لشکر بھیجا ہر پرندے کے پاس تین تین کنکریاں تھیں۔ایک چونچ میں اور ایک ایک پنجے میں کنکریاں مسور کی دال کے برابر تھیں، جس آدمی پر کنکری لگتی تھی وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔اسی طرح سارا لشکر تباہ ہو گیا تھا۔ابرہہ کے ہاتھی بھی تباہ ہو گئے اور ابرہہ واپس بھاگا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے بدن میں ایسی بیماری لگا دی کہ اس کی انگلیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں اور اس کے بدن سے پیپ اور خون بہتا تھا یہاں تک کہ اس کا دل پھٹ گیا اور ذلیل وخوار ہو کر مر گیا۔اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورہ فیل میں بیان فرمایا ہے۔

سبحان اللہ! ایسی عظمت نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ بادشاہ دیکھ کر ہیبت میں آجاتے تھے اور تعظیم وتکریم کرتے تھے۔روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کے اندر حالت خواب میں دیکھا کہ میری پشت سے ایک درخت نکلا۔(ایک روایت میں ہے کہ چاندی کی زنجیر نکلی) جس کا سرا آسمان تک پہنچ گیا اور اس کی شاخیں مشرق ومغرب میں پھیل گئیں۔وہ اتنا نورانی تھا کہ اس سے زیادہ چمکدار نور میں نے کبھی نہیں دیکھا اس کا نور آفتاب کے نور سے ستر درجے زیادہ تھا۔

اور اس کا نور اور ارتفاع ہر ساعت زیادہ ہوتا جاتا تھا۔عرب وعجم کے لوگ اسے سجدہ کرتے تھے اور ایک جماعت قریش کی اس کی ڈالیاں پکڑ کر لٹک رہی تھی اور ایک قوم قریش کی اس کے کاٹنے کا ارادہ کرتی تھی۔جب پاس جاتے تو آنکھیں نکال ڈالتا تھا۔پس میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سے حصہ لینا چاہا مگر وہاں تک نہ پہنچ سکا۔کسی نے کہا اس میں تیرا حصہ نہیں۔میں نے کہا پھر کس کا حصہ ہے۔کہا جو اس سے پہلے متعلق

Marfat.com

ہو چکے ہیں۔آپ یہ خواب دیکھ کر بہت ڈرے۔ایک خواب داں کے پاس جا کر اپنا خواب بیان کیا۔

خواب سن کر خواب کی تعبیر بیان کرنے والے خواب داں نے کہا۔

اِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكَ لَيَخْرُجَنَّ مِنْ صُلْبِكَ رَجُلٌ يَمْلِكُ الْمَشْرِقَ وَ الْمَغْرِبَ وَ تَدِيْنَ لَهُ النَّاسُ۔

یعنی اگر تمہارا خواب سچا ہے تو ضرور بہ ضرور تمہاری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جو مشرق سے لے کر مغرب تک کا مالک و مختار ہوگا۔لوگ اس کا دین قبول کریں گے۔ایمان لائیں گے اور اس کے حلقہ بگوش غلام بنیں گے۔(سیرت نبوی ص ۳۲......انوار محمدیہ، ص ۱۹)

اس خواب سے پتہ چلا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول ہیں جن کی گواہی پہلے خواب داں معتبر دے رہے ہیں۔مگر کچھ منکر ایسے ہیں اس آخری صدی کے کلمہ بھی حضور علیہ السلام کا پڑھ کر پھر بھی حضور علیہ السلام کو مالک و مختار نہیں مانتے۔اللہ تعالیٰ عقل و دانش عطا فرمائے۔آمین

جنتی وہ ہیں جنہیں ان کی شفاعت پر یقین وہ جو منکر ہیں جہنم کے حوالے ہوں گے

جن کو دنیا میں نہیں ان کی شفاعت پر یقین حشر میں ان کو جہنم سے بچا سکتا ہے کون

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا منتقل ہونا بجانب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

اب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صلب حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارک میں تشریف لاتا ہے اور کیا رنگ دکھاتا ہے۔حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوبصورت اور بلند اخلاق تھے۔نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چہرے میں چمکتا تھا۔آپ کا چہرہ مبارک ایک روشن ستارے کی طرح نظر آتا تھا۔(سیرت نبوی، ص ۳۳)

ایک دن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور نکلتا ہے۔اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ایک مشرق کو اور دوسرا مغرب کو گھیر لیتا ہے۔پھر وہ بادل کی طرح بن کر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ نور بادل کی صورت میں آسمان کی طرف جاتا ہے پھر وہ نور واپس آ کر میری پشت میں داخل ہو جاتا ہے۔اور جس جگہ میں بیٹھتا ہوں وہاں سے آواز آتی ہے۔اے شخص اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ تیری پشت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہے تجھ پر سلام ہے۔نیز جس خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں وہ فوراً ہرا بھرا ہو جاتا ہے۔سر سبز ہو کر مجھ پر سایہ کرتا ہے۔جب میں کسی بت خانے کے قریب سے

Marfat.com

گزرتا ہوں تو بت چیخنا چلانا شروع ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے عبداللہ تو ہمارے قریب نہ آ کیونکہ تیری پیشانی میں نور محمدی نور رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہے۔ جو بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ پس حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے عبداللہ رضی اللہ عنہ تجھے بشارت ہو کہ تمہاری پشت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمہاری پشت سے ظاہر ہوگا۔ (معارج النبوۃ، رکن اول، ص ۴۰۳)

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

روایت میں ہے کہ جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں چمکا تو عرب میں ان کا حسن و جمال سب سے بلند ہوا تو لوگ جوق در جوق آتے اور دیکھ کر کہتے یہ نور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزمان نبی کا ہے۔ جو ان کی پشت سے پیدا ہوگا۔ یہودی اہل کتاب تھے ان کو علم تھا اس لئے تمام یہودی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دشمن بن گئے اور آپ کے قتل کی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ نوے یہودی ملک شام سے زہر آلود تلواریں لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے ارادے سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔

یہاں تک کہ حوالی مکہ میں پہنچ گئے اور موقع کے منتظر رہے۔ ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تن تنہا جنگل کی طرف نکل گئے۔ یہودی آپ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھے انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو گھیرے میں لے لیا۔ اتفاقاً اسی روز وہب بن عبد مناف بھی شکار کے لئے اسی جنگل و صحرا میں تھے اور دور سے یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مدد کروں مگر کثرت دشمن سے ڈر گئے۔ پھر خیال آیا کہ اچھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سفارش کر دیں کہ دشمن دفع ہو جائیں اور انہیں چھوڑ دیں۔ ابھی اسی خیال میں ہی تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سوار عالم غیب سے اچانک ظاہر ہوئے۔ جن کی شکل و صورت ہماری طرح نہ تھی، انہوں نے یہودی دشمنوں کو للکارا اور دشمن نانہجار کو قتل کیا اور غیب ہو گئے۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔ (معارج النبوہ، رکن اول، ص ۴۰۴...... مدارج ص ۱۷)

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے نور کو پورا فرمائے۔ بے شک کافروں کو برا لگے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا تجھ کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

Marfat.com

باب 6:

جمال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کے حسن و جمال کے چرچے ہونے لگے مکہ مکرمہ میں آپ کے حسن و جمال کا شہرہ ہوا۔ بڑی بڑی خوبصورت اور صاحبِ ثروت ماہ رو عورتیں آپ کا حسن و جمال جہاں آرا دیکھ کر عاشق ہو گئیں اور طالبِ وصال ہوئیں اور فریفتہ ہو کر آپ کے راستے پر بیٹھ جاتیں جہاں سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ گزرتے اور آپ کو اپنی طرف بلاتیں مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہ برکتِ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اور ان کی جانب ذرا بھی التفات نہ فرماتے۔

(مدارج، حصہ دوم، ص ۱۷)

ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ شریف کے قریب سے گزرے۔ وہاں ایک عورت بنی اسد کی رقیسہ نامی لڑکی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر عاشق ہو گئی اور شادی کی پیش کش کی اور ساتھ 100 اونٹ دینے کا وعدہ کیا مگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا۔ اسی طرح عرب کی عورتیں قریش کے اس رعنا نوجوان کے جمال بے مثال پر فریفتہ تھیں اور ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھیں۔

اس سے پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیائے عرب میں حسین ترین انسان تھے۔ قریش کی عورتیں ان کی محبت میں پاگل اور دیوانی ہوتی جاتی تھیں۔ دس، بیس نہیں سینکڑوں لڑکیاں ان کی محبت میں گرفتار تھیں۔ اور آس لگائے بیٹھی تھیں کہ ہماری شادی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہو جائے گی۔

مگر جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو منتخب فرما لیا تو عشقِ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں وارفتہ دیگر لڑکیاں عمر بھر غم محبت کو دل میں بسائے کنواری بیٹھی رہیں اور انہوں نے کسی سے بھی شادی نہیں کی کہ اگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔

ہاں! مجھے اب ان تنہائیوں سے پیار ہے　　یہ جو میرے ساتھ ہیں تیرے چلے جانے کے بعد

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو بنی مخزوم اور بنی عبد مناف کی دو سو لڑکیاں شمار کی گئیں جنہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نہ پاسکنے

Marfat.com

کے غم میں مرتے دم تک شادی نہیں کی۔ کیا تاریخ عالم میں کوئی ایسا پاک باز البیلا آپ کی نظروں سے گزرا ہے۔ جس کے غمِ فراق میں دو سو لڑکیوں نے شادی سے انکار کر دیا ہو؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ذاتی طور پر کوئی شخص اتنا حسین و جمیل ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جمالِ جہاں آرا و حسن و جمال بے محابا کا اصل راز یہ تھا کہ آپ نورِ نبوت کے حامل تھے۔ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امین تھے۔ نورِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھلکنے کی بناء پر آپ کا چہرہ مبارک غیر معمولی طور پر تاباں و درخشاں تھا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔

وَکَانَ نُوْرُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یُرٰی فِیْ وَجْھِہٖ کَالْکَوْکَبِ الدُّرِّیِّ۔

یعنی آپ کے روئے انور پر نورِ نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یوں جھلکتا تھا جیسے چمکتا ہوا تارا۔

(سیرۃ الحلبیہ، ج ۱، ص ۴۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پاکدامنی

پڑھی لکھی عورتیں جانتی تھیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چمکنے دمکنے والا نور جس عورت کی طرف منتقل ہو گا وہ روئے زمین کی سب سے زیادہ خوش قسمت عورت ہو گی۔ اس لئے وہ اپنا سب کچھ وار دینے پر تیار ہو جاتیں کہ شاید وہ نور ہماری طرف منتقل ہو جائے۔ چنانچہ جب آپ دولہا بنے اور اپنے ابا جان حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے تو فاطمہ نامی ایک مالدار عورت نے بھی آپ کے چہرے پر نورِ نبوت کو تاباں و روشن دیکھ کر یہ پیشکش کی تھی۔

یَا فَتٰی ھَلْ لَکَ اِنْ تَلْقٰی عَلَی الْاٰنِ وَاُعْطِیْکَ مِائَۃً مِّنَ الْاِبِلِ

یعنی نوجوان اگر تم مجھے اس گھڑی وصل سے شاد کام کر دو تو اس کے عوض میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔

وصل کے چند لمحات کے عوض سو اونٹ کی پیشکش اور وہ بھی صنفِ مخالف کی جانب سے اتنی پرکشش ہے کہ زاہدانِ پارسا کے قدم بھی ڈگمگا جائیں مگر حیرت ہوتی ہے کہ اس دور میں جب حلال و حرام کی تمیز ہی اٹھ چکی تھی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ ایمان افروز رباعی کہی۔

اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَہٗ ۔۔۔ وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاسْتَبِیْنَہٗ

یَحْمِیْ الْکَرِیْمُ عِرْضَہٗ وَدِیْنَہٗ ۔۔۔ فَکَیْفَ بِالْاَمْرِ الَّذِیْ تَبْغِیْنَہٗ

Marfat.com

یعنی حرام کام کرنے سے تو یہ بہتر ہے کہ اس سے پہلے میری موت آجائے۔اور جس کام کا تم کہہ رہی ہو وہ حلال تو ہے نہیں کہ میں اس پر آمادہ ہو جاؤں۔ ہر شریف آدمی اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔پھر جس چیز کا تم تقاضا کر رہی ہو وہ کس طرح پوری کی جاسکتی ہے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۲،ص ۲۵۰......الروض الانف،ص ۱۰۴)

خاندانی نجابت

یہ ہے کردار کی عظمت اور دامن کی پاکیزگی جو جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد کا طرۂ امتیاز ہے۔ نبی کریم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عظیم خاندانی شرف کو خود بیان فرمایا ہے۔

لَمْ يَلْتَقِ اَبَوَایَ قَطُّ عَلٰی سِفَاحٍ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلَی الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ مُصَفًّی مُهَذَّبًا۔ (علامہ زرقانی شرح مواہب میں ص ۸۰ سے ۸۴ تک)

یعنی میرے ماں باپ کسی بھی مرحلہ میں زنا کے مرتکب نہیں ہوئے۔ مجھے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اصلاب طیبہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل فرماتا رہا صاف ستھرا۔

اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ۔۔۔ تو ہے عینِ نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی

بہر حال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے دامن کو ہر قسم کی آلودگی سے بچاتے ہوئے وہب کے گھر پہنچ گئے اور سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

اہل عرب کا عموماً یہ دستور تھا کہ دولہا شب زفاف سسرال میں ہی بسر کرتا تھا اور تین دن تک وہیں مقیم رہتا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تین دن تک اپنے سسرال یعنی وہب کے گھر قیام پذیر رہے۔ اسی قیام کے دوران وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو روئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر جگمگاتا تھا۔ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہو گیا۔ (سیرت الحلبیہ، ج ۱،ص ۱۴۴......الآثار المحمدیہ، ج ۱،ص ۲۹)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی یہی خوش بختی کیا کم تھی کہ انہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا مثالی شوہر ملا

Marfat.com

تھااور اس پر مزید سعادت یہ حاصل ہوگئی کہ ان کا بطنِ اطہر قرار گاہ نور محمد مصطفٰی ﷺ بن گیا۔ یہ حمل اس طرح کا حمل نہ تھا جیسے عموماً ہوتا ہے بلکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیا کا سب سے انوکھا اور منفرد حمل تھا۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا خود بیان فرماتی ہیں۔

مَا شَعَرْتُ بِاَنِّیْ حَمَلْتُ بِہٖ، وَلَا وَجَدْتُ لَہٗ ثِقْلًا، وَلَا وَحَمًا، کَمَا تَجِدُ النِّسَاءُ اِلَّا اَنِّیْ اَنْکَرْتُ رَفْعَ حَیْضَتِیْ، وَاَتَانِیْ آتٍ وَاَنَا بَیْنَ النَّائِمَۃِ وَالْیَقْظَانَۃِ فَقَالَ :ھَلْ شَعَرْتِ بِاَنَّکِ قَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْاَنَامِ۔ (الزرقانی، ج ا، ص ۱۸۸......السیرۃ الحلبیۃ، ج ا، ص ۵۱)

یعنی مجھے اپنے حاملہ ہونے کا پتہ ہی نہیں چلا کیونکہ نہ تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی مجھے دیگر حاملہ عورتوں کی مانند کھٹی میٹھی چیزوں کی خواہش پیدا ہوئی۔ پھر ایک دن میں سونے اور جاگنے کی درمیانی کیفیت میں تھی کہ مجھے ایک غیبی ہستی نے یہ بشارت دی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ تمام مخلوقات کے سردار کے نور کے ساتھ حاملہ ہوگئی ہیں۔

وہ درِ یتیم سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر میں اتنی خوشیوں اور راحتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا کہ اس سال کا نام ہی سَنَۃُ الْفَتْحِ وَ الْاِبْتِھَاجِ کامرانی اور شادمانی کا سال پڑ گیا۔

اس سے پہلے قریش مکہ قحط سالی اور شدید تنگ دستی سے دوچار تھے۔ مگر اس سال زمین سرسبز و شاداب ہوگئی۔ درختوں کے ساتھ پھل لگ گئے اور قریش مکہ پر ہر طرف سے خوشحالی کا دور شروع ہوگیا۔

(السیرۃ الحلبیۃ، ج ا، ص ۵۳......الزرقانی، ج ا، ص ۱۲۷)

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوگیا۔ نکاح کے بعد ماہِ رجب میں شب جمعہ کو نور محمدی ﷺ حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے شکمِ اقدس میں جلوہ گر ہوا۔ سبحان اللہ کیا شان والی رات تھی جس رات میں اللہ تعالیٰ کے محبوب اپنی اماں جان کے شکمِ اقدس میں تشریف لائے۔ اسی واسطے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شب جمعہ کو لیلۃ القدر سے افضل بتاتے ہیں۔ کیونکہ جو خیرات و برکات کرامات وسعادت اس رات نازل ہوئیں کسی اور شب میں قیامت تک بلکہ ابدالآباد نازل نہ ہوئیں اور نہ ہی ہوں گی۔ (مدارج، ص ۱۷)

جب نور محمدی ﷺ رحمِ مادر میں جلوہ گر ہوا تو دنیائے عالم میں عجیب و غریب واقعات ظہور میں

Marfat.com

آئے۔ اللہ تعالیٰ نے خازنِ جنت کو حکم دیا کہ فردوس بریں کے دروازے کھول دو۔ اور تمام عالم کو خوشبو سے معطر کر دو۔ اور آسمانوں اور زمینوں میں یہ ندا کی جائے۔

اَلَا اِنَّ النُّوْرَ الْمَخْزُوْنَ الْمَكْنُوْنَ الَّذِیْ یَكُوْنُ مِنْهُ النَّبِیُّ الْهَادِیْ یَسْتَقِرُّ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ فِیْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔ (انوار محمدیہ ص ۲۱...... مدارج ص ۱۸)

یعنی آج رات وہ نور مخزون اور گوہر مکنون شکم مادر میں رونق افروز ہوا ہے۔ قریش مکہ کے تمام چار پائے بولے اور کہنے لگے:

حُمِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ وَهُوَ اِمَامُ الدُّنْیَا وَ سِرَاجُ اَهْلِهَا۔ (انوار محمدیہ، ص ۲۱)

یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ حمل میں تشریف لے آئے ہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم وہ دنیائے عالم کے سردار ہیں اور دنیا کے رہنے والوں کے لئے سراج ہیں۔ اور مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری دی۔ (مدارج، ص ۱۸)

اس رات کی صبح کو تمام روئے زمین کے بت اوندھے گر پڑے۔ اور تمام بادشاہوں کے تخت سرنگوں ہو گئے۔ (مدارج، حصہ دوم...... سیرت النبوی، ص ۳۶، انوار محمدیہ، ص ۲۱)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا — تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

اس رات برکتوں سے کوئی گھر ایسا نہ تھا جو روشن نہ ہوا ہو اور ہر مکان میں نور داخل نہ ہوا ہو۔ حضور ﷺ کے شکم مادر میں آنے سے قبل قریش مکہ کے علاقے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا۔ درخت خشک تھے، جانور لاغر تھے۔ مگر نور محمدی ﷺ کے رحم مادر میں جلوہ گر ہوتے ہی دنیا کی حالت بدل گئی۔ رحمت کی بارش برسی زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ درختوں پر پتے لگے میوہ جات کی کثرت ہوئی۔ عرب اس سال خوش ہوئے۔ حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا۔

ناگہاں ساکن ہواؤں میں روانی آ گئی — چمن کے پتے پتے پر جوانی آ گئی

اللہ تعالیٰ نے اس سال تمام روئے زمین پر عورتوں کو اس نور محمدی ﷺ کی برکت سے لڑکے عطا فرمائے۔ کسی عورت کے ہاں کوئی لڑکی پیدا نہ ہوئی۔ (سیرت نبوی، ص ۳۷...... انوار محمدیہ، ص ۲۲)

Marfat.com

اس رات ابلیس لعین نے کوہ ابو قبیس پر چڑھ کر ایک چیخ ماری تمام شیطان اس کے پاس اکھٹے ہوئے اور پوچھنے لگے۔ اے ابلیس آج تجھے کیا تکلیف ہوئی اور یہ گھبراہٹ کیسی ہے۔ کہنے لگا آج رات اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اقدس میں جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ دنیا میں تشریف لا کر ادیانِ باطلہ کو ختم کر دیں گے اور بتوں کو توڑ دیں گے۔ (نزہۃ المجالس، ص۸۲)

اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے:

یہ صبا سنک وہ کلی چٹک یہ زباں چہک لب جو جھلک ۔۔۔ یہ مہک جھلک یہ چمک دمک سب اسی کے دم کی بہار ہے

وہ اٹھیں چمک کے تجلیاں کہ مٹا دیں سب کی تعلیاں ۔۔۔ دل و جان کو بخشیں تسلیاں ترا نور بار دو حار ہے

روایت ہے کہ حضور سراپا نور رحمِ مادر میں جلوہ فرما ہوئے تو ہر آسمان سے یہ آواز آتی تھی۔

اَبْشِرُوْا فَقَدْ اٰنَ اَنْ یَّظْهَرَ اَبُو الْقَاسِمِ ﷺ مَیْمُوْنًا مُّبَارَكًا۔ (انوار محمدیہ، ص۲۲)

یعنی لوگو خوشیاں مناؤ اب وہ وقت قریب آ گیا کہ مبارک اور سعادت مند رسولِ پاک ﷺ کا دنیا میں ظہور ہوگا۔

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسولِ پاک ﷺ میرے شکم اقدس میں تھے تو میں نے دیکھا کہ ایک نور مجھ سے جدا ہوا۔ اس نور سے سب جہاں منور ہو گیا اور میں نے بصرہ وشام کے محلات کو دیکھ لیا۔ (مدارج، حصہ دوم، ص۱۹)

جب آپ شکم مادر میں دو ماہ کے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو ملائکہ نے عرض کی یا اللہ تیرا حبیب ﷺ یتیم ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا لَهٗ حَافِظٌ وَ نَصِیْرٌ۔ (مدارج، ص۱۹......انوار محمدیہ، ص۲۲......سیرت النبوی، ص۳۶)

یعنی میں خود اس کی حفاظت و نصرت کرنے والا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ

اَنَا وَلِیُّهٗ وَحَافِظُهٗ وَ حَامِیْهِ وَ رَبُّهٗ وَ عَوْنُهٗ وَ رَازِقُهٗ وَ كَافِیْهِ فَصَلُّوْا عَلَیْهِ وَ تَبَرَّكُوْا بِاسْمِهٖ۔ (سیرت النبوی، ص۳۱)

یعنی میں اس کا والی اور محافظ و حامی اور رب اور مددگار اور رازق اور کافی ہوں۔ اے فرشتو! تم ان پر درود پاک پڑھو اور آپ کے نام سے تبرک حاصل کرو۔ برکت حاصل کرو۔

Marfat.com

روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور علیہ السلام کے یتیم ہونے کی کیا حکمت ہے کہ اماں جان کے شکم مبارک میں تھے کہ والد ماجد وصال فرما گئے۔ چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ وصال فرما گئیں۔ پھر دادا جان حضرت عبدالمطلب داغ مفارقت دے گئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لئے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مخلوق میں سے کسی کا حق نہ ہو۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنی حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم فقط اپنے اللہ تعالیٰ جل مجدہ کے ہی محتاج ہیں۔ کسی اور کے نہیں؟ نیز اس لئے آپ کو دریتیم بنایا گیا تا کہ آئندہ آنے والے یتیموں کا قدر بلند ہو جائے اور لوگ ان پر رحم و کرم کریں۔ (سیرت النبوی، ص ۳۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت نبی کریم جانِ دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے چند ماہ پہلے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے ایک قافلے کے ہمراہ سفر تجارت کے لئے ملکِ شام گئے۔ واپس آتے ہوئے راستے میں طبیعت کچھ ناساز ہو گئی۔ جب قافلہ مدینہ منورہ کے قریب سے گزرا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ میں مزید سفر کی طاقت نہ رہی۔ اس لئے قافلہ والوں سے کہا کہ تم لوگ اپنا سفر جاری رکھو۔ میں یہاں مدینہ منورہ میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں چند روز قیام اور آرام کروں گا۔ چنانچہ قافلے والے انہیں مدینہ منورہ میں چھوڑ کر خود مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ چند روز کے بعد افاقہ اور آرام ہو جائے گا مگر افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا اور مرض دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ ادھر جب قافلہ مکہ مکرمہ پہنچا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ان سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا انہوں نے بتایا کہ وہ علالت کی وجہ سے مدینہ منورہ ٹھہر گئے تھے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے سب سے بڑے بیٹے حارث کو ان کی خبر گیری کے لئے بھیجا مگر شاید اللہ تعالیٰ کو دو بھائیوں کی ملاقات منظور نہ تھی۔ حارث بن عبدالمطلب عین اس وقت پہنچے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس دنیا فانی سے منہ موڑ چکے تھے۔ کتنی حسرت ناک تھی یہ وفات۔ غریب الوطنی دور دراز کے رشتہ داروں کے ہاں۔ دمِ نزع نہ ماں پاس ہے نہ باپ نہ بھائی نہ بہن نہ پیاری بیوی اور نہ ہی اور کوئی قریبی رشتہ دار اور عمر مبارک صرف اٹھارہ سال ہے۔ فیا حسرتا

Marfat.com

باب 7:

سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کا غم

جب اس جواں مرد کی المناک وفات کی اطلاع مکہ مکرمہ میں پہنچی تو ایک کہرام بپا ہو گیا۔ ماں باپ اور بہن بھائیوں پر جو گزری سو گزری لیکن سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا غم غالباً سب سے فزوں تر تھا۔ جس بی بی کی خوشیاں عین عالم شباب میں لٹ گئی ہوں، جو شادی سے صرف چند ماہ بعد بیوہ ہو گئی ہو جسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا مثالی شوہر جو سینکڑوں دلوں کی دھڑکن تھا، داغ مفارقت دے گئے ہوں۔ جسے اپنے محبوب سرتاج کا آخری دیدار بھی نصیب نہ ہو سکا ہو جس کے پیٹ میں پرورش پانے والا بچہ اپنی پیدائش سے پہلے ہی یتیم ہو گیا ہو۔ اس خاتون کے غم واندوہ کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اور اس کے دکھ درد کو کون جان سکتا ہے؟ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دردناک الفاظ پڑھئے اور ان کے کرب کو محسوس کریں۔

یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے۔ جس میں چار اشعار ہیں۔ مگر حق یہ ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے عربی ادب کا شاہکار تخلیق کیا ہے اور ان اشعار میں غم کا اظہار کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی نگاہوں میں جہاں تاریک ہو گیا اور چار سُو ویرانیاں اور بربادیاں نظر آنے لگیں اور اپنے ہاشمی جیون ساتھی کے بچھڑنے سے ارضِ مکہ مکرمہ آلِ ہاشم سے خالی معلوم ہونی لگی۔

پڑھئے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کس دردناک لہجہ میں فرما رہی ہیں۔

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ   وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

یعنی وادی بطحاء کے اطراف وجوانب ویران و برباد ہو گئے اور آل ہاشم سے خالی ہو گئے اور میرا سرتاج کفن میں لپٹا ہوا لحد میں جا لیٹا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موت اچانک ہی آ گئی تھی۔ مہینہ بھر بیمار رہے اور چل بسے وہ ہر لحاظ سے بے مثال انسان تھے۔ ان کی رحلت کے بعد اب ان جیسا کون تھا؟ اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

دَعَتْهُ الْمَنَايَا بَغْتَةً فَاَجَابَهَا   وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

یعنی انہیں موت نے اچانک پکارا اور وہ اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اس کی جانب چل دیئے۔

Marfat.com

اب دنیا میں ہاشم کے اس بیٹے جیسا کوئی باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد جنازہ اٹھنے کی منظر کشی کی ہے۔

عَشِيَّةَ رَاحُوْا يَحْمِلُوْنَ سَرِيْرَهٗ تَعَاوَرَهٗ اَصْحَابُهٗ فِي التَّزَاحُمِ

یعنی جب رات کے وقت لوگ ان کا جنازہ اٹھا کر چلے تو ازدحام کے باوجود ان کی چارپائی کو کندھا دینے کے لئے کبھی ایک آگے بڑھتا تھا کبھی دوسرا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ناگہاں موت پر ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل سوگوار تھا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایسے فیاض اور رحم دل انسان کی جدائی پر سب نے غمگین تو ہونا ہی تھا۔ انہیں موت اور حوادث نے ہم سے چھین لیا ہے۔ اب اگر لوگ روتے ہیں تو انہیں حق حاصل ہے کیونکہ وہ تھے ہی بے حد سخی اور انتہائی رحمدل۔

ملائکہ کا غم

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا زیادہ المناک پہلو یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت سے پہلے ہی یتیم ہو گئے تھے۔ عام لوگوں کو تو بطنِ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں پرورش پانے والی ہستی کی عظمت کا علم نہ تھا مگر کارکنانِ قضا و ملائکہ تو قدر جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس غم کو شدت سے محسوس کیا اور دربارِ الٰہی میں عرض کیا۔

يَآ اِلٰهَنَا وَ سَيِّدَنَا صَارَ نَبِيُّكَ بِلَا اَبٍ فَبَقِيَ مِنْ غَيْرِ حَافِظٍ وَ مُرَبٍّ

یعنی اے ہمارے اللہ اور ہمارے آقا تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یتیم رہ گئے ہیں۔ ان کی تربیت اور حفاظت کرنے والا باپ تو چل بسا۔ اور اس کا جواب اللہ تعالیٰ سے ملا وہ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نئے پہلو کو اجاگر کر گیا۔

فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا وَلِيُّهٗ وَحَافِظُهٗ وَ حَامِيْهِ وَ رَبُّهٗ وَ عَوْنُهٗ وَ رَازِقُهٗ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ وَ تَبَرَّكُوْا بِاسْمِهٖ۔ (الزرقانی، ج ا، ص ۱۳۳......الآثار المحمدیۃ، ج ا، ص ۴۱)

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا میں اس کا دوست ہوں۔ میں اس کا نگہبان ہوں، میں اس کا حامی ہوں، میں اس کی تربیت کا ذمہ دار ہوں، میں اس کا مددگار ہوں اور میں اس کا رازق ہوں۔ فرشتو تم اس پر درود پڑھو اور اس کے نام نامی سے برکت حاصل کرو۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

Marfat.com

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور یتیموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں تیرے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

انبیائے کرام کی بشارتیں سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کو

حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اول ماہ میں دراز قد والے بزرگ دیکھے انہوں نے فرمایا۔

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔

اے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تجھے بشارت ہو، تو تمام رسولوں کے سردار سے امید سے ہے۔ میں نے عرض کیا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں ان کا والد آدم علیہ السلام ہوں۔

دوسرے ماہ میں ایک اور بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ۔

بشارت ہو تمہیں بے شک تو اولین وآخرین کے سردار سے امید سے ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا میں شیث علیہ السلام ہوں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تیسرے ماہ مبارک میں ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِالنَّبِیِّ الْکَرِیْمِ

اے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا آپ کو مبارک وبشارت ہو تیرے پیٹ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں نوح علیہ السلام ہوں۔ چوتھے ماہِ مقدس میں ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمایا:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِالسَّیِّدِ الشَّرِیْفِ وَ النَّبِیِّ الْعَفِیْفِ

اے آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا تمہیں بشارت ہو کہ تم ایک بزرگ صاحب شرافت اور پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں بننے والی ہو۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمانے لگے میں ادریس علیہ السلام ہوں۔ پانچویں ماہ میں ایک

Marfat.com

بزرگ آئے اور فرمایا:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ الْبَشَرِ۔

آپ کو بشارت ہو کہ آپ تمام انسانوں کے سردار سے امید سے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمانے لگے میں ہود علیہ السلام ہوں۔ چھٹے ماہِ مقدس میں ایک بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِالنَّبِیِّ الْهَاشِمِیِّ۔

اے آمنہ رضی اللہ عنہا خوش ہو جا کہ تیرے پیٹ میں نبی ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو فرمانے لگے میں ابراہیم علیہ السلام ہوں۔ ساتویں ماہ مبارک میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِحَبِیْبِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

آپ کو بشارت ہو کہ آپ کے شکم مقدس میں اللہ تعالیٰ کے حبیب و محبوب ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں تو فرمایا میں اسماعیل علیہ السلام ہوں۔ آٹھویں ماہِ مبارک میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور بشارت سنانے لگے:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔

آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے پیٹ میں جو ہیں وہ سب نبیوں کے بعد تشریف لانے والے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کا نام مبارک کیا ہے تو فرمانے لگے میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ نویں ماہِ مقدس میں ایک بزرگ تشریف لائے آکر فرمانے لگے:

اَبْشِرِیْ فَقَدْ حَمَلْتِ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تو خوشی منا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے شکم اقدس میں تشریف لے آئے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ (نزہۃ المجالس، ج ۲ ص ۸۲،۸۳)

مشاہدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو ہیں اور مطلعِ کائنات پر مہرِ رسالت ضیا بار ہونے والا ہے۔ سیدہ

Marfat.com

آمنہ رضی اللہ عنہا کو جس غیبی ہستی نے اوّل ماہ میں یہ خوشخبری سنائی تھی کہ آپ سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امید سے ہوئی ہیں وہ ہی ہستی ایک بار پھر نمودار ہوئی اور یہ ہدایت دی۔

قُوْلِیْ اِذَا وَلَدْتِہٖ اُعِیْذُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ ثُمَّ سَمِّیْہٖ مُحَمَّدًا

یعنی جب اس بچے کی ولادت ہو تو آپ یوں کہئے میں اسے ہر حاسد کے شر سے اللہ وحدہ لاشریک کی پناہ میں دیتی ہوں۔ پھر اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھئے۔ (سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۱۰۵...... البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۶۳)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی ہے بار بار تعریف کیا گیا بہت زیادہ تعریف کیا گیا۔ یہ نام مبارک انتہائی دلکش اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ نیا اور انوکھا بھی تھا۔ خصوصاً خاندان بنی ہاشم میں تو اس نام کا سرے سے کوئی آدمی نہیں گزرا تھا۔ اس لئے غیبی ہستی نے یہ بھی بتا دیا کہ اس انوکھے نام کے انتخاب کی وجہ کیا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ آنے والا وہ ہی ہے جس کا نام سابقہ الہامی کتابوں میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

فَاِنَّ اسْمَہٗ فِی التَّوْرَاتِ وَالْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ یَحْمَدُہٗ اَہْلُ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ۔

اس ہستی کا نام توریت وانجیل میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس نام کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تعریف میں اہل زمین وآسمان رطب اللسان ہوں گے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۹۳)

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 8:

بہار آفریں دن صبح صادق اور نور والی رات

بالآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ فراق کا عرصہ ختم ہوا اور نبوت و رسالت کے آفتاب عالمتاب کے ضیاء بار ہونے کا وقت قریب آیا۔ یہ اپریل کا ماہِ مقدس تھا اور موسمِ بہار تھا۔

بہار کی رنگینیوں، رعنائیوں اور شادابیوں کی اگر کوئی عکاسی کرنا چاہے تو اس کے لئے الفاظ کہاں سے لائے۔ اس سہانے موسم کی اک اک چیز پر اس کی مہکتی فضاؤں پر دربار گھٹاؤں پر عنبریں ہواؤں پر مسکراتی کلیوں کھلکھلاتے پھولوں پر مرغزاروں پر شاخساروں پر اور ان چہچہاتی گنگناتی چڑیوں پر ڈالی ڈالی پر رقصاں خوشنما و خوش نوا پرندوں پر گلوں کو چومتی اور فرطِ مسرت میں جھومتی بلبلوں پر غرضیکہ بہار کی ایک ایک ادائے دلنواز پر شاعروں نے قصیدے لکھے کئی غزلیں کہہ ڈالیں ادیبوں نے مہ پارے تخلیق کر دیئے مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

محدود اور معدود الفاظ کے ساتھ جوبن پر آئے ہوئے فطرت کے حسن لامحدود کی عکاسی ہو بھی کیسے سکتی ہے؟

آسمانوں سے تمام اربابِ نور ۔۔۔ بزم امکاں کو سجانے آ گئے
آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے ۔۔۔ آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

جس سہانی اور دل افروز ساعت میں مکہ مکرمہ میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا چاند چمکا۔ اس وقت ایسی روشنی پھیلی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا گوشہ گوشہ جگمگ کرنے لگا۔

حضرت عثمان بن العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ شب ولادت میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھیں۔ فَمَا شَیْءٌ اَنْظُرُہٗ فِی الْبَیْتِ اِلَّا نُوْرًا۔ تو میں نے گھر میں دیکھا جس طرف بھی نظر دوڑائی مجھے نور ہی نور نظر آیا۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا ۔۔۔ صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا ۔۔۔ بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا ۔۔۔ بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

Marfat.com

حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔ جمہور کا یہی خیال ہے کہ مہینہ مبارک ربیع الاول کا تھا اور بارہویں تاریخ تھی۔ اسی لئے اہل مکہ بارہ تاریخ کو میلاد کرتے ہیں اور پیر کا دن تھا۔ اسی لئے حضور علیہ السلام پیر کے دن روزہ رکھتے تھے۔

پیر کے دن ہی آپ پر وحی نازل ہوئی اور پیر کے دن ہی آپ نے ہجرت فرمائی اور پیر ہی کے دن مکہ مکرمہ فتح ہوا اور پیر کے دن ہی آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور پیر کے دن ہی آپ کا وصال ہوا۔

(مدارج، ص ۲۰)

اب وہ مبارک وقت آتا ہے کہ جب دونوں جہاں کا سردار دنیائے عالم کو اپنے قدم مبارک سے مزین اور نورانی فرماتے ہیں۔ خالقِ کائنات کا ملائکہ کو حکم ہوا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دو۔ جنت کے دروازے بھی کھول دو۔ شمس کو لباس نور پہنا دو گویا عالم کو نور علی نور کر دو کیوں کہ نور والا تشریف لاتا ہے۔

(انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ، ص ۲۲)

جنتی عورتیں اور حوریں دائیاں بن کر آئی تھیں

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ولادت شریف کا وقت قریب ہوا تو میں بالکل تنہا تھی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ طوافِ کعبہ میں مشغول تھے۔ میں نے ایک آواز سنی جس سے میں خوفزدہ ہوئی اور پھر میں نے دیکھا کہ سفید پرندے نے اپنا بازو میرے دل پر ملا تو مجھ سے خوف و ہراس چلا گیا پھر میں نے اپنے پاس سفید رنگ کا شربت دیکھا پس اس کو نوش فرمایا اس سے مجھے قرار حاصل ہوا۔ اور ایک نور بلند ہوا جس کو ملاحظہ کیا۔ میں بالکل اکیلی تھی۔ اب میں کیا دیکھتی ہوں کہ کچھ عورتیں بلند قد وقامت والی میرے پاس تشریف لے آئی ہیں۔ میں اسی حیرانگی میں تھی کہ ایک خاتون بولی کہ میں آسیہ بیگم ہوں۔ دوسری نے کہا میں مریم عیسیٰ علیہ السلام کی ماں ہوں۔ اور یہ دوسری بیگمات جنتی حوریں ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام زندہ ہیں اور جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ ان کو مردہ کہنے والا خود مردہ ہے۔ حضور علیہ السلام کی غلام زادیوں کی یہ شان ہے تو سرورِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا عالم کیا ہوگا؟ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ملائکہ کا نبی ﷺ کی زیارت کے لئے آنا

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اسی اثناء میں سفید رنگ کی نورانی چادر (دیباج) دیکھی جسے آسمان وزمین کے درمیان بچھایا گیا۔ بہت سے آدمی دیکھے جو آسمان وزمین کے مابین کھڑے تھے اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے ہیں۔ پھر پرندوں کی ایک جماعت دیکھی جنہوں نے میرے کمرے کو ڈھانک دیا۔ ان کی چونچیں زمرد اور پر یاقوت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے پردے دور فرما دیئے میں نے مشرق ومغرب کو ملاحظہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے حجابات دور فرماتا ہے اور تمام دنیا بیک وقت ان کی نگاہ میں ہوتی ہے۔ پھر آپ نے تین جھنڈے دیکھے کہ ایک مشرق میں نصب کیا گیا اور ایک مغرب میں اور ایک کعبہ معظمہ کی چھت پر۔ یہ اشارہ تھا کہ آپ کی حکومت دونوں جہانوں پر ہوگی۔ جھنڈے نصب ہو گئے تو اب شہنشاہِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے باہزاراں جاہ وجلال اس گلشن دنیا میں قدم رکھا یعنی طلوع اجلال فرمایا۔ جس کی آمد پر اللہ تعالیٰ نے مژدہ جان فزا سنایا۔

منکر یہ پوچھتا ہے ان جھنڈیوں کی اصل کیا ہے ‏ ‏ روح الامین کو دیکھو جھنڈے لگا رہے ہیں

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ‏ ‏ بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور ایک کتاب مبین

نبی کریم ﷺ نے دنیا میں قدم مبارک رکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنا سر مبارک سجدہ میں دیکھ کر دنیا کو بتلا دیا کہ محبوبانِ الٰہی عارف باللہ پیدا ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ کا تمام کائنات کا دورہ کرنا

حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفید بادل نے آپ ﷺ کو ڈھانک کر میری نگاہ سے غائب کر دیا۔ میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ

طُوْفُوْا بِهٖ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وِ مَغَارِبَهَا وَادْخُلُوْهُ الْبِحَارَ لِيَعْرِفُوْهُ بِاسْمِهٖ وَنَعْتِهٖ وَ صُوْرَتِهٖ۔ (المواہب اللدنیہ، ج ا، ص ۷۷)

یعنی آپ ﷺ کو زمین کے مشرق ومغرب کا دورہ کراؤ اور سمندروں میں لے جاؤ تاکہ اہل دنیا

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک اور نعت شریف وصورت سے واقف ہو جائیں۔ پھر وہ نوری بادل چلا گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو حضور علیہ السلام ایک ریشمی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور پانی کے قطرات گر رہے تھے اور کہنے والا کہہ رہا تھا۔

بَخٍ بَخٍ قَبَضَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِنْ أَهْلِهَا إِلَّا دَخَلَ فِي قَبْضَتِهِ۔ (الخصائص الکبری، ج ا، ص ۸۲)

واہ واہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دنیا پر قبضہ جمالیا۔ اہل دنیا سے کوئی مخلوق باقی نہیں رہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں داخل نہ ہوئی ہو۔ ثابت ہوا کہ تمام دنیا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے اور آپ مالک ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب   یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو ایسے معلوم ہوتے تھے کہ چودھویں کے چاند ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔

(مدارج، ج ۲، ص ۲۲......انوار محمدیہ، ص ۲۳)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو رضوان جنت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں عرض کی۔

أَبْشِرْ يَا مُحَمَّدُ فَمَا بَقِيَ لِنَبِيٍّ عِلْمٌ إِلَّا وَقَدْ أُعْطِيتَهُ فَأَنْتَ أَكْثَرُهُمْ عِلْمًا وَأَشْجَعُهُمْ قَلْبًا۔ (الخصائص الکبری، ج ا، ص ۸۴)

یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشارت ہو میں نے ہر نبی کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب نبیوں سے زیادہ ہے۔ اور آپ تمام سے زیادہ دلیر اور شجاع ہیں۔ (انوار محمدیہ، ص ۲۴)

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 9:

کفر کے ایوانوں میں تہلکہ مچ گیا

نبی آخر الزماں ﷺ کا دنیا میں آنا تھا کہ کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے۔ بحیرہ طبریہ کا پانی خشک ہو گیا۔ شام میں وادیِ سماوہ کا پانی رک گیا۔ ہزار سال سے روشن وہ آگ جس کی ایرانی پوجا کیا کرتے تھے یک لخت بجھ گئی اور متعدد بتکدوں میں بت تھرتھرا کر گر پڑے۔ یہ اندھی عقیدت کے جوش میں گھڑے ہوئے افسانے نہیں ہیں بلکہ تاریخ اسلام کا مصدقہ واقعہ ہے۔ جس کے بیان کرنے میں مورخین اسلام اور سیرت نگار ہم زبان ہیں۔

چودہ کنگرے گرنے کی یہ توجیہہ ہے کہ ان میں چودہ بادشاہ اور ملکائیں ہوں گی کنگروں کی تعداد کے مطابق اور جو کچھ بھی پیش آنے والا تھا وہ بہر حال پیش آ کر رہا۔ یعنی مملکت ایران پر چودہ حکمران یکے بعد دیگرے حکمرانی کریں گے اور ایرانیوں کی حکومت کا دور ختم ہو جائے گا۔ یہ تقدیر کا اٹل فیصلہ تھا۔

ہزار سالہ آگ کے بجھ جانے اور متعدد دریاؤں کا پانی خشک ہو جانے کے بارے میں اس نے بتایا کہ یہ صاحب الھراوۃ ﷺ کے ظہور کی علامات ہیں۔ ھراوہ چھوٹے عصا کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اپنے دست مبارک میں عموماً عصا رکھا کرتے تھے۔ جس سے اور کام لینے کے علاوہ آپ ﷺ یہ کام بھی لیا کرتے تھے کہ نماز کے وقت اس عصا کو سامنے گاڑ لیا کرتے تھے تاکہ سترہ بن جائے۔ اور آگے سے گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو اس بنا پر نبی کریم ﷺ کا ایک لقب صاحب الھراوہ بھی ہے۔ چودہ حکمرانوں والی بات بالکل سچ ثابت ہوئی۔ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں عساکر اسلامیہ نے سلطنت ساسانیہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ان کا آخری بادشاہ یزدگرد تھا جسے مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اس کے بعد سلطنت ساسانیہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ نوشیرواں سمیت یزدگرد تک چودہ حکمران ہوئے ہیں۔

ارباب سیرت نے لکھا ہے کہ قریش کے کچھ لوگ جن میں ورقہ بن نوفل زید بن عمر اور عبداللہ بن جحش جیسے ممتاز افراد بھی شامل تھے۔ جو ہر رات ایک بت کے پاس جایا کرتے تھے۔

جس رات گزرنے کے بعد صبح صادق نبی کریم علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اس صبح بھی یہ لوگ

Marfat.com

بتوں کے پاس تھے۔تو کیا دیکھتے ہیں کہ بت گر گئے۔بتوں کی یہ حالت دیکھ کر سب نہایت ہی افسردہ ہوئے اور بار بار بتوں کو سیدھا کرتے ہیں مگر وہ پھر گر پڑتے ہیں۔جب تیسری مرتبہ بھی یہی صورت پیش آئی تو ایک شخص نے جھنجھلا کر بت سے کہا تمہیں آج کیا ہو گیا ہے؟ بار بار گر پڑتے ہو۔ایک بت کے اندر سے غیبی آواز آئی کہ

تَرَدّٰی لِمَوْلُوْدٍ أَضَاءَتْ بِنُوْرِہٖ جَمِیْعُ فِجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَ الْغَرْبِ۔

یہ اس نومولود کی ولادت کی وجہ سے گر رہا ہے جس کے نور سے شرق وغرب میں زمین کے تمام راستے جگمگا اٹھے ہیں۔

آسمانی علامت

ولادت باسعادت نبی آخر الزمان ﷺ کی نشانیوں کا ظہور زمین پر ہی نہیں تھا بلکہ آسمان پر بھی ایک نمایاں علامت نمودار ہوئی اور ستاروں کا علم رکھنے والے اہل کتاب نے اسی وقت کہہ دیا کہ آج نبی غیب دان پیدا ہو گیا ہے۔شاعرِ دربارِ رسالت مآب ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لڑکپن کے زمانے میں ایک دن میں نے ایک یہودی کو دیکھا جو بطحا کے ایک بلند ٹیلے پر کھڑا چیخ رہا تھا۔

یَا مَعْشَرَ الْیَھُوْدِ یَا مَعْشَرَ الْیَھُوْدِ

اے یہودیو اے یہودیو! اس کی چیخ و پکار پر بہت سے یہودی اکٹھے ہو گئے اور اس سے پوچھنے لگے وَیْلَكَ مَالَكَ تیرا بیڑا غرق ہو تجھے کیا ہوا ہے؟ یہودی نے کہا بات یہ ہے کہ آج رات وہ ستارا طلوع ہو گیا ہے۔جو ظہور احمد ﷺ کی علامت ہے۔

یہودی کی پریشانی کا سبب اس کا اندرونی حسد و بغض تھا۔اسے یہ بات ہرگز گوارا نہ تھی کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسماعیل میں چلی جائے۔اور یہ پریشانی کچھ اس کے ساتھ خاص نہ تھی بلکہ عرب کے دیگر باخبر یہودی بھی افسردہ تھے۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی تاجر رہا کرتا تھا۔جب نبی کریم تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس یہودی نے اہل قریش سے پوچھا:

هَلْ وُلِدَ فِیْکُمُ اللَّیْلَةَ مَوْلُوْدٌ

کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟

Marfat.com

تو اہل قریش جو وہاں موجود تھے کہنے لگے ہمیں تو اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔ یہودی کہنے لگا تم لوگ تحقیق کرو کسی نہ کسی گھر میں ولادت ضرور ہوئی ہوگی کیونکہ آج رات آخری امت کا آخری نبی ﷺ پیدا ہو چکا ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے دوشانوں یعنی کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت لگی ہوگی۔ معلومات حاصل کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے گھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔

چنانچہ یہودیوں کی ایک جماعت سمیت سب لوگ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور عرض کیا کہ نومولود کو دیکھنا اور زیارت کرنا چاہتے ہیں۔

بچہ یعنی نومولود کو جب باہر لایا گیا تو یہودی جو تھا اس نے نومولود کی پشت مبارک سے قمیض کو ہٹایا اور جب اس کی بے تاب نظروں نے مہرِ نبوت کو دیکھا تو صدمے سے بے ہوش ہو گیا اور گر پڑا۔ خاصی دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا تو سب نے پوچھا وَیۡلَكَ مَالَكَ تو ہلاک ہو جائے تجھے کیا ہو گیا تھا؟ یہودی بصد حسرت و یاس سے بولا۔

وَاللّٰهِ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ مِنۡ بَنِيۡ اِسۡرَائِيۡلَ

اللہ تعالیٰ کی قسم نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔ پھر اہلِ قریش سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا تم خوش ہو رہے ہو؟

اللہ کی قسم تمہارے ساتھ بھی ایسا معاملہ کرے گا کہ اس کی خبریں چار دانگِ عالم میں پھیل جائیں گی۔

مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ تھی مرالظہر ان وہاں ایک شامی راہب رہائش پذیر تھا جس کا نام عیص تھا وہ سابقہ الہامی کتابوں کا ماہر اور ایک نہایت ہی متقی اور پرہیز گار انسان تھا۔ سال میں صرف ایک دفعہ لوگوں سے ملاقات کرنے مکہ مکرمہ آیا کرتا تھا اور اہل مکہ مکرمہ سے کہا کرتا تھا۔

يُوۡشِكُ اَنۡ يُّوۡلَدَ فِيۡكُمۡ اَهۡلَ مَكَّةَ مَوۡلُوۡدٌ تَدِيۡنُ لَهُ الۡعَرَبُ وَ يَمۡلِكُ الۡعَجَمَ هٰذَا زَمَانُهٗ

اے مکہ مکرمہ والو عنقریب تمہارے ہاں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ جس کے سامنے عربوں کو بھی جھکنا پڑے گا۔ اور وہ عرب و عجم کا مالک بھی ہوگا۔ اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

جب نبی غیب داں ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی عیص سے پوچھنے کے لئے مرالظہر ان گئے۔ گرجے کے دروازے پر پہنچ کر انہوں نے عیص کو آواز دی۔ عیص نے اوپر سے جھانکا تو دیکھا کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں۔ انہیں دیکھ کر وہ دروازہ کھولنا بھی بھول گیا اور

Marfat.com

وہیں سے بولنے لگ گیا۔

کُنْ اَبَاہُ فَقَدْ وُلِدَ ذَالِكَ الْمَوْلُوْدُ الَّذِیْ کُنْتُ اُحَدِّثُکُمْ عَنْهُ اَنَّهٗ یُوْلَدُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیُبْعَثُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَمُوْتُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ۔

(الزرقانی، ج ۱، ص ۱۴۵...... السیرۃ الحلبیۃ، ۱، ص ۷۷...... طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۷)

اس کا باپ آپ کو ہی ہونا چاہئے آج وہ پیدا ہو گیا ہے جس کے بارے میں، میں آپ کو بتایا کرتا تھا۔ وہ سوموار کے دن پیدا ہو گا۔ سوموار سے یعنی پیدا ہوتے ہی نبی ہو گا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور سوموار کے دن ہی اس کا وصال ہو گا۔

پھر جب اس کی اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی تفصیلی ملاقات اور گفتگو ہوئی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اسے بتایا کہ آج صبح کے قریب قریب میرے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ عیص نے پوچھا فَمَا سَمَّیْتَهٗ آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ اس مولود کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔ عیص نے بتایا کہ وہ مبارک بچہ آپ کے معزز گھرانے میں پیدا ہوا ہے۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا ہے۔

اس کے ظہور کی تین علامات میرے علم میں تھیں۔ پہلی علامت تو ایک ستارے کا طلوع ہے۔ دوسری علامت اس کا سوموار کو پیدا ہونا اور تیسری علامت یہ تھی کہ اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ ستارہ تو آج طلوع ہو گیا تھا۔ اور باقی دو علامات بھی اس بچے میں موجود ہیں۔ بلاشبہ یہی وہ مولود مسعود ہے جس کا میں تذکرہ کیا کرتا تھا۔ (الزرقانی، ج ۱، ص ۱۶۱، ۱۶۲...... السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۷۷...... تاریخ الخمیس، ج ۱، ص ۱۹۷)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

ساتویں دن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے پیارے بیٹے کے بیٹے یعنی اپنے پوتے کا عقیقہ بڑی دھوم دھام سے کیا۔ بہت سارے اونٹ ذبح کئے گئے اور ایک عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ اہل قریش کے تقریباً تمام اہم افراد اس ضیافت میں شریک ہوئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے سردار مکہ جس نومولود کی خوشی میں آپ نے یہ دعوت کی ہے اس کا نام کیا رکھا ہے؟

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نومولود کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔ اہل قریش نے حیرت سے سوال کیا اس سے پہلے آپ کے خاندان میں کسی کا نام یہ نہیں ہے۔ آبائی ناموں کو چھوڑ کر یہ نیا نام آپ نے کس بنا پر منتخب کیا ہے؟ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ آسمانوں پر خالق کائنات اس بچے کی تعریف کرے اور زمینوں پر مخلوق اس کی مدح سرائی کرے۔ اس نام کا انتخاب اسی خواہش کے اظہار کے لئے کیا ہے۔

Marfat.com

باب 10:

سرورِ کائنات کی رضاعت

چھ یا سات دن تک تو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنے نورِ نظر کو دودھ پلایا اس کے بعد ابولہب کی کنیز ثویبہ نے چند دن تک یہ خدمت سرانجام دی۔ اگرچہ ثُوَیْبَہ کو رضاعت کی سعادت چند روز حاصل ہوئی مگر ایک اور واقعہ نے ثویبہ کو شہرت دوام بخشی۔ ہوا یوں کہ جب رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ثویبہ اپنے آقا ابولہب کے پاس دوڑی ہوئی گئی اور اسے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب کو اپنے مرحوم بھائی کی نشانی پیدا ہونے پر بہت خوشی ہوئی اور مسرت حاصل ہوئی۔ اسی خوشی کے عالم میں اس نے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے ثویبہ کو کہا

اِذْهَبِیْ فَاَنْتِ حُرَّةٌ

جا تجھے اس خوشخبری سنانے کی خوشی میں آزاد کیا۔

نوٹ: حضور علیہ السلام سے پہلے ثویبہ نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہونے کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۶۰)

ثویبہ کی آزادی کی بات آئی گئی ہوگئی لیکن چالیس سال کے بعد جب نبی مختار سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا۔

وہی چچا جس نے آپ کی ولادت کی خوشی میں ثویبہ کو آزادی کا انعام بخشا تھا آپ کا کٹر مخالف بن گیا اور اس کی بیوی ام جمیل اپنے شوہر سے بھی دو ہاتھ آگے تھی۔ دونوں میاں بیوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں محاذ بنا لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری اور ایذا رسانی میں سب سے آگے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس قدر غضب ناک ہوا کہ ان دونوں کے متعلق عبرت ناک سزا کے طور پر ایک پوری سورۃ نازل فرما دی۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱) مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ (۲) سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (۳) وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ (۴) فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (۵) (سورۃ اللہب، پارہ ۳۰)

Marfat.com

قصہ مختصر جب ابولہب مر گیا تو تقریباً ایک سال کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا ما حالک ابولہب نے جواب دیا برا حال ہے۔ دوزخ میں جل رہا ہوں۔ مرنے کے بعد راحت کا سکون کا کوئی لمحہ مجھے میسر نہیں آیا۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے اپنے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی ولادت کی خوشی میں مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کنیز ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس کا مجھے یہ انعام ملا ہے کہ سوموار کے دن میری شہادت کی انگلی سے پانی نکلتا ہے اور میں اسے چوستا رہتا ہوں۔

جب میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لمحاتی خوشی منانے پر ابولہب جیسے قطعی دوزخی کافر کو اتنا فائدہ حاصل ہوا کہ آتش دوزخ میں رہتے ہوئے بھی اس کو پینے کے لئے پانی مل جاتا ہے۔ تو پھر اے مسلمانو! ذرا سوچئے اور غور و فکر کیجئے کہ اگر کوئی مومن مسلمان و موحد عمر بھر میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشیاں منائے تو اس کو کیا کیا انعامات ملیں گے اور اس پر کیسی اللہ تعالیٰ کی نوازشیں ہوں گی۔ حافظ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

اِذَا كَانَ هٰذَا كَافِرٌ جَآءَ ذَمُّهٗ ۔۔۔ تَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْجَحِيْمِ مُخَلَّدَا

اَتٰى اَنَّهٗ فِيْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا ۔۔۔ يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلسُّرُوْرِ بِاَحْمَدَ

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِيْ كَانَ عُمْرُهٗ ۔۔۔ بِاَحْمَدَ مَسْرُوْرًا وَ مَاتَ مُوَحِّدًا

(الزرقانی، ج ا، ص ۱۶۸......الآثار المحمدیہ، ص ۵۳)

یعنی جب ایک کافر کے بارے جس کی مذمت قرآن میں نازل ہوئی جس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور جو ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، یہ روایت ہے کہ ہر سوموار کو اس کے عذاب میں اس لئے تخفیف ہو جاتی ہے کہ اس نے ولادت باسعادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسرت کا اظہار کیا تھا؟ پھر اس آدمی یا جماعت کے بارے میں کیا خیال ہے جو زندگی بھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور ولادت پر مسرور ہو اور خوشی منائے اور پھر اس کا خاتمہ بھی ایمان پر اور توحید و رسالت پر ہو۔ اس کی بخشش یقینی ہے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب ۔۔۔ کشتی تمہیں پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں

اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا ۔۔۔ رو رو کے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا بہا دیئے ہیں

رضاعت رسول کی کہانی حلیمہ سعدیہ کی زبانی

جن دنوں نبی آخر الزماں تاجدار کون و مکاں دستگیر زماں رسول غیب داں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ انہی ایام میں قبیلہ بنی سعد کی کچھ عورتیں اس غرض سے مکہ مکرمہ آئیں کہ بچوں کو

Marfat.com

حاصل کریں اس دور میں غریب لوگوں کے لئے یہ ہی کام تھا ذریعہ آمدنی کا۔ ان ہی غریب عورتوں میں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں، یہ وہ خوش بخت و خوش نصیب خاتون ہیں جن کو نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں بننے کا عظیم الشان شرف حاصل ہوا۔

حضرت مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے علاقے میں قحط سالی کا زمانہ تھا کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ بنی سعد قبیلے سے تعلق رکھنے والی دس عورتیں رضاعت کے لئے بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ میں بھی اپنے خاوند کے ہمراہ ان کے ہمرکاب ہوگئی۔ سواری کے لئے ہمارے پاس ایک اونٹنی تھی۔ قحط سالی کی وجہ سے اونٹنی کے تھن خشک ہو چکے تھے اور ان میں سے ایک قطرہ دودھ کا بھی نہیں نکلتا تھا اونٹنی اتنی لاغر و کمزور تھی کہ بمشکل چل رہی تھی۔ بار بار قافلے سے پیچھے رہ جاتی اور قافلے والوں کو رک رک کر ہمارا انتظار کرنا پڑتا۔ بہر حال اللہ اللہ کر کے ہم مکہ مکرمہ پہنچ آئے اور بچوں کی تلاش شروع کر دی۔ میری ساتھی عورتوں کو تو امیروں کے بچے مل گئے۔ مگر عجیب اتفاق ہوا کہ مجھے کوشش کے باوجود کوئی بچہ نہ مل سکا۔ اسی دوران میں حرم بیت اللہ شریف میں پریشان بیٹھی تھی کہ اچانک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ادھر آئے اور مجھ سے پوچھنے لگے تو کون ہے؟ میں نے عرض کیا بنی سعد کی ایک عورت ہوں۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا حلیمہ۔ یہ سنتے ہی ان کے چہرے پر خوشی کی لہر اٹھ آئی اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ خوب خوب! حلم اور سعادت دو ایسی صفات ہیں جن کے ساتھ عمر بھر کی بھلائی اور دائمی عزت وابستہ ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حلیمہ رضی اللہ عنہا میرے گھر میں میرا ایک یتیم پوتا ہے مگر اس کا والد زندہ نہ ہونے کی وجہ سے کسی عورت نے اسے نہیں لیا۔ وہ سب کہتی ہیں کہ ہم تو بچے کے ماں باپ سے انعام و اکرام ملنے کی توقع پر رضاعت کی خدمات انجام دیتی ہیں۔

جس بچے کا باپ وصال پا چکا ہے اس کی رضاعت سے ہمیں کسی خاص انعام و اکرام کی امید نہیں ہے۔ حلیمہ رضی اللہ عنہا کیا تو اس بچے کو لینے کے لئے تیار ہے؟

فَعَسٰى اَنْ تَسْعَدِیْ بِهٖ

امید ہے کہ وہ بچہ تیرے لئے باعثِ سعادت ہوگا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پوری دیانت داری سے ساری صورت حال بیان فرما دی تو میں نے کہا ذرا ٹھہریئے میں اپنے خاوند سے پوچھ لوں۔ چنانچہ

Marfat.com

میں اپنے خاوند کے پاس آئی اور اسے بتایا کہ مجھے اور کوئی بچہ نہیں مل سکا البتہ سردار مکہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا یتیم پوتا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں اس کو ہی لے لوں۔ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ باقی عورتیں تو بچے لے کر جائیں اور میں خالی ہاتھ لوٹ جاؤں۔ خاوند نے خوشی سے اجازت دے دی۔ تو میں دوبارہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی وہ بیٹھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں نے انہیں اپنے شوہر کی رضا مندی کے بارے میں بتایا تو وہ خوش ہو گئے اور مجھے ساتھ لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف چل دیئے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے دیکھ کر مجھے اَھْلًا وَّ سَھْلًا کہا۔ پھر اس کمرے میں لے کر گئیں جس کمرے میں دو جہاں کا رسول معصوم بچہ آرام فرما تھا۔ وہ معصوم بچہ نہایت ہی سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ اور سبز رنگ کی ریشمی چادر میں محوِ خواب تھے۔ ان کے بدن سے خوشبو کے حلّے آ رہے تھے۔ اور فضا میں دلآویز مہک رچی بسی تھی۔ اتنا حسین وجمیل اور پیارا بچہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دیکھتی بھی کیسے کہ اس جیسا حسین وجمیل سوہنا رب نے بنایا ہی نہیں؟ اسی لئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِىْ   وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ   كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی آپ جیسا کوئی حسین وجمیل میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ جیسا خوبصورت کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا۔ گویا کہ جس طرح آپ چاہتے تھے ایسا ہی آپ کو پیدا فرمایا ہے۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے   جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر (صلی اللہ علیہ وسلم)   وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اس خیال سے دھیرے دھیرے آگے بڑھی کہ بچہ جاگ نہ اٹھے اور آہستہ آہستہ سے اپنا داہنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا۔ اسی وقت انہوں نے آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمایا۔ ان کے روشن روشن چہرے اور آنکھوں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں بے تابانہ ان پر جھک گئی اور ان کی معصوم پیشانی کو چوم لیا۔ پھر آپ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور گھر والوں سے اجازت لی اور اپنی قیامگاہ پر واپس آ گئی۔

Marfat.com

نومولود کے آنے سے بہار آئی

مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خشک سالی کی وجہ اور اچھی غذا نہ ملنے کی وجہ سے بھی میرا دودھ تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ میرا بیٹا ساری ساری رات بھوک کی وجہ سے روتا اور بلکتا رہتا تھا۔ نہ خود سوتا تھا اور نہ ہمیں سونے دیتا تھا۔ مگر جب میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے بیٹھی تو بے تحاشہ دودھ اتر آیا۔ میں نے ایک طرف سے دودھ پلانے کے بعد جب دوسری طرف سے دودھ پلانا چاہا تو آپ نے منہ موڑ لیا۔ گویا دوسری طرف اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا۔ رضاعت کی پوری مدت میں آپ کا یہی معمول رہا۔

دوسری طرف کا دودھ میں نے اپنے بیٹے کو بھی پلایا اور اس نے بھی اچھی طرح سیر ہو کر دودھ پیا اور سو گیا۔ دونوں بچوں نے سیر ہو کر دودھ پیا اور سو گئے۔ اس کے بعد اپنے پیٹ کی فکر ہوئی اور میرا خاوند اٹھ کر اونٹنی کی طرف گیا کہ کچھ دودھ لے لوں مگر حیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب ہم نے دیکھا کہ اونٹنی کے تھن پوری طرح بھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے خوب دودھ دوہا اور پہلی مرتبہ جی بھر کر سیر ہو کر دودھ پیا۔ قحط سالی کی وجہ سے اونٹنی کا دودھ خشک اور بکریوں کا دودھ خشک ہو گیا تھا لیکن یہ پہلی رات تھی جو ہم نے پوری آسودگی سے بسر کی۔ پُر آسائش رات گزارنے کے بعد صبح جب بیدار ہوئے تو میرا خاوند حارث کہنے لگا۔

وَاللّٰهِ يَا حَلِيْمَةُ لَقَدْ اَخَذْتِ نَسَمَةً مُّبَارَكَةً۔

یعنی اے حلیمہ واللہ تو تو کوئی بڑی مبارک روح لے کر آئی ہے۔ حلیمہ نے جواب دیا

وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَرْجُوْ ذَالِكَ

بخدا مجھے بھی یہی امید ہے۔

Marfat.com

باب 11:

اونٹنی کی تیز رفتاری

واپسی پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کو سینے سے لگائے جب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو اس نومولود کی برکت نے ایسا اثر دکھایا کہ وہی اونٹنی جو آتی دفعہ چلنے سے قاصر تھی۔ اب اتنی تیز گام ہوئی کہ بار بار قافلے والوں کو پیچھے چھوڑ جاتی۔ وہ لوگ مجھ سے کہتے حلیمہ رضی اللہ عنہا ہم پر ترس کھاؤ اتنی تیز نہ چلو کہ ہم تیرا ساتھ نہ دے سکیں۔ میری ساتھی عورتیں حیرت سے پوچھتیں اے حلیمہ رضی اللہ عنہا کیا یہ وہی اونٹنی ہے جو آتے وقت اتنی لاغر و کمزور تھی کہ چل بھی نہ سکتی تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اونٹنی تو وہی ہے مگر سوار بدل گیا ہے۔ وہ کہتیں واللہ اب تو اس کی شان ہی نرالی ہے۔

نوٹ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم عطا فرما دیا تھا کہ میرا ایک رضاعی بھائی بھی ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف کا پہلو اختیار فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک دودھ پیتے رہے، ایک طرف سے دودھ پیتے اور دوسری طرف اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ یہ انصاف اور یہ ہے عدل محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم چند راتیں مکہ مکرمہ میں ہی رہے۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد نور ہی نور روشن ہے۔ اور ایک مرد سبز جوڑا پہنے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑا ہے۔ میں نے اپنے خاوند کو جگا کر کہا اٹھو اور یہ نظارہ دیکھو۔ مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند نے کہا اے حلیمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو جا اور اس راز کو پوشیدہ رکھ۔ کیونکہ جب سے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اس دن سے علماءِ یہود کی حسد کی وجہ سے نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ وہ کھانے پینے سے بھی ناگوار ہیں اور پریشان ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سنا کہ میری اونٹنی کہہ رہی ہے کہ بخدا اس نومولود بچے کی بڑی شان ہے اور میں نے دیکھا کہ اونٹنی نے تین سجدے کئے پھر اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف کیا اور چلنے لگی۔ اور زنانِ بنی سعد سے کہا تم کو معلوم نہیں کہ میری پشت پر کون سوار ہے؟ میری پشت پر وہ ہستی سوار ہے جو سید المرسلین اور خیر الاولین والآخرین حبیب رب العالمین ہے۔

Marfat.com

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ راستے میں دائیں بائیں سے یہ آواز آتی تھی۔ جس کو میں سنتی تھی اے حلیمہ رضی اللہ عنہا تو غنی ہوگئی بنی سعد کی عورتوں سے بزرگ بن گئی۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں سے گزرتی تو تمام بھیڑ بکریاں میرے پاس آکر کہتیں کہ اے حلیمہ رضی اللہ عنہا کیا تجھے علم ہے کہ تیرا رضاعی بیٹا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے وہ آسمان وزمین کل جہان کے پروردگار کا رسول ہے؟

رحمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

اس طرح سفر خیریت کے ساتھ ختم ہوا اور جب ہم اپنے گھروں میں پہنچے تو فضائیں مہک اٹھی کہ بنی سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس سے کستوری کی خوشبو نہ آتی ہو۔ اس مبارک پیارے بچے کی آمد سے میرے گھر میں خوشحالی اور راحت کا دور دورہ ہوگیا۔ ہمارا علاقہ قحط زدہ تھا گھاس اور سبزہ کا نام ونشان تک نہ تھا۔ اس کے باوجود میری بکریاں جب شام کو جنگل اور پہاڑوں سے واپس آتیں تو ان کے پیٹ غذا سے بھرے ہوتے اور تھنوں میں دودھ اترا ہوا ہوتا۔ اسی سرور اور فرحت اور رحمت وخیر وبرکت کے عالم میں دودھ پلاتے ہوئے جب دوسال کا عرصہ گزر گیا تو میں نے دودھ چھڑا دیا۔

نبی کریم علیہ السلام کی رحمت و برکات اور دست شفا سے صرف مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہی فیضیاب نہیں ہوئی بلکہ بنی سعد کا کوئی فرد اگر بیمار ہوجاتا تو مرض سے متاثرہ حصے پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دست رحمت رکھتے اور بیمار اسی وقت شفایاب ہوجاتا۔ اسی طرح اگر کوئی جانور مبتلائے مرض ہوجاتا تو اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست شفا پھرایا جاتا تو وہ جانور بھی ٹھیک ٹھاک ہوجاتا۔

(سیرت حلبیہ، ج ا ص ۹۸، ۹۹، ۱۰۰...... طبقات ابن سعد، ج ا ص ۶۹، ۷۰...... سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۰۸، ۱۰۹...... الزرقانی ج ا ص ۱۷۶...... الآثار المحمدیہ، ج ا ص ۵۶، تاریخ الخمیس، ج ا ص ۲۲۴)

بادل کا سایہ کناں ہونا

مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو مزید عظمتوں کا مشاہدہ ہوا۔ مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو حتی الوسع نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتی تھی۔ ایک دن شدید گرمی تھی اور دوپہر کا وقت تھا اچانک میں نے محسوس کیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں نہیں ہیں۔ میں ان کی تلاش میں نکلی بے تابانہ باہر کی طرف چلی گئی۔

Marfat.com

دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رضاعی بہن شیما کے پاس بیٹھے تھے۔میں نے شیما کو ڈانٹتے ہوئے کہا

فِیْ ھٰذَا الْحَرِّ......؟

اس گرمی میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر لے آئی ہے؟ شیما نے جواب دیا امی جان میرے قریشی بھائی کو تو ذرا سی بھی گرمی نہیں لگی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے ہوئے تھا یہ چلتے تھے تو سایہ بھی ساتھ ساتھ چلتا تھا۔یہ رکتے تھے تو بادل کا سایہ بھی رک جاتا تھا۔حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حیرت سے پوچھا

اَحَقًّا یَا بُنَیَّۃُ ؟

بیٹی کیا تو سچ کہہ رہی ہے؟ شیما نے پورے یقین سے جواب دیا

اِیْ وَاللّٰہِ

ہاں اللہ کی قسم۔ندیم قاسمی نے کیا خوب کہا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا
میں تو یہ کہتا ہوں کہ جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

حضرت مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قبیلہ میں تشریف رکھتے ہیں۔تو ہمارے مالوں میں بڑی خیر و برکت رہی۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرمانے لگے۔تو سب سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے یہ کلمات بیان فرمائے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا۔

ایک رات میں نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ وَلَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہد میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے باتیں کرتے اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے جس طرف اشارہ کرتے چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا۔اعلیٰ حضرت نے اس موقع پر کیا خوب فرمایا ہے۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا

Marfat.com

حیران کن واقعہ شقِ صدر کا

نبی کریم ﷺ کے بچپن کے واقعات معجزہ ہیں، لیکن سب سے حیران کن واقعہ شق صدر کا ہے۔ ایک دن نبی پاک علیہ السلام نے اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا میرے رضاعی بھائی دن بھر کہاں غائب رہتے ہیں؟ مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا وہ تو بکریاں چرانے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر میں ان کے ساتھ کیوں نہیں جاتا؟ مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا تمہارا ابھی جانے کو جی چاہتا ہے؟ فرمایا ہاں اماں جی۔ مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا بیٹا کل سے آپ بھی چلے جانا۔ اور اسی طرح آپ ﷺ قبیلے کے دیگر بچوں کے ساتھ بکریاں چرانے لگے۔ بیدم وارثی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

حلیمہ یہ بھید کھلا نہیں یہ مقامِ چوں و چرا نہیں
تو خدا ہی سے پوچھ وہ کون تھے تیری بکریاں جو چرا گئے

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے
یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

تیری گود میں گل ہاشمی ہے
کہ طالب ہے جس کی خدائی حلیمہ

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
بنی تو محمد ﷺ کی دائی حلیمہ

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ

دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ (رضی اللہ عنہا)

ایک دن سب پہاڑ کے دامن میں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں تین اجنبی کہیں سے نمودار ہوئے اور ان میں سے ایک چپ چاپ آگے بڑھا اور نبی کائنات جان دو عالم فخر آدم و بنی آدم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو پکڑ کر پہاڑ کی اوٹ میں چند درخت تھے۔ ان کی طرف چل پڑا دوسرے بچوں نے دیکھا تو وہاں سے بھاگے۔ مگر جلدی واپس آگئے۔ ان معصوموں کے ننھے ننھے دماغوں میں یہی آیا کہ یہ کوئی دشمن ہیں جو ہمارے دوست کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔ بچوں میں اتنی طاقت تو نہ تھی کہ وہ تین توانا مردوں سے اپنے دوست کو چھڑا لیتے تاہم انہیں قتل کرنے سے باز رکھنے کے لئے بچوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ ان تین آدمیوں نے بچوں کی باتوں پر کان دھرنے کی بجائے نبی کریم ﷺ کو زمین پر لٹا دیا۔ اب تو سب ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہمارے پیارے دوست محمد ﷺ کو مار ڈالیں گے۔ اس موقعہ پر ان بچوں نے جو پیش کش کی وہ معصومانہ

Marfat.com

فدا کاری اور جانثاری کی داستان تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی جائے گی۔انہوں نے کہا اگر تم قتل کرنا ہی چاہتے ہو تو ایسا کرو کہ اس محمد ﷺ کو چھوڑ دو اور اس کے بدلے میں ہم میں سے جس کو چاہو مار ڈالو۔ان اجنبیوں نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ایک نے تو محمد ﷺ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر نیچے کی طرف کھینچا تو سینے سے ناف تک شگاف ہو گیا، بچوں نے یہ منظر دیکھا تو گھروں کی طرف بھاگے، مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دوپہر کا وقت تھا ہم گھر میں بیٹھے تھے کہ اچانک میرا بیٹا خوف کے مارے چیختا چلاتا دوڑتا ہوا آیا اور امی اور ابو کو پکارنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے قریشی بھائی کی جلدی خبر لیں۔اگرچہ مجھے امید نہیں کہ آپ اسے زندہ پا سکیں گے۔مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر پریشان ہو گئیں اور ان کا کلیجہ دھک دھک کرنے لگا۔اور اسی عالم میں پوچھنے لگیں

مَا قِصَّتُهٗ؟

قصہ کیا ہے؟ لڑکے نے کہا ہم ادھر کھڑے تھے کہ اچانک تین آدمی آئے اور انہیں پکڑ کر لے گئے پھر انہیں لٹا کر سینہ چاک کیا اس کے بعد کا مجھے علم نہیں کہ کیا ہوا؟

وہ بچہ جو سب کی آنکھوں کا تارا تھا اور پھر پرائی امانت تھی اس کے بارے میں یہ وحشت ناک خبر سن کر اللہ جانے مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دل پر کیا گزری ہو گی؟ یہ خبر سن کر مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا پہاڑ کی طرف دوڑی پیچھے پیچھے ان کے خاوند اور قبیلے کے دیگر افراد بھی دوڑ پڑے۔

مسلم شریف میں ہے کہ وہ تین اجنبی جو تھے،ان میں ایک جبریل امین تھے،دوسرے دو میکائیل اور اسرافیل تھے۔یہ تین فرشتے تھے جو آپ ﷺ کے قلبِ اطہر کی مزید تطہیر کے لئے بھیجے گئے تھے۔نبی کریم ﷺ اس بات کو انتہائی دلچسپ پیرائے میں خود ہی بیان فرماتے ہیں۔ان میں سے ایک کے ہاتھ میں برف سے بھرا ہوا سونے کا طشت تھا۔انہوں نے مجھے انتہائی لطافت اور ادب واحترام اور آرام سے لٹایا اور میرے سینے پر ہاتھ پھیر کر اسے کھولا اندر سے میرا دل نکالا اور اسے بھی چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ مضغہ نکال کر پھینک دیا اور کہا ھٰذَا حَظُّ الشَّیْطَانِ۔یہ وہ جگہ ہے جہاں سے شیطان انسان پر اثر انداز ہوتا ہے۔اس کے بعد دل کو آبِ زم زم سے اچھی طرح دھویا اور اس کو نورِ ایمان،حکمت سکینہ سے بھر دیا پھر اس کو بند کر دیا اور اوپر نور کی مہر لگا دی۔مہر اتنی نورانی تھی کہ اس سے نور کی شعائیں نکلتی تھیں۔پھر اس میں ایسی راحت تھی کہ اس کی ٹھنڈک مجھے آج تک اپنی رگ رگ اور جوڑ جوڑ میں محسوس ہوتی ہے۔اس کے بعد دل کو سینے میں اپنی جگہ پر رکھ کر میرے سینے پر ہاتھ پھیرا تو اسی وقت وہ شگاف بند ہو گیا اور سوائے ایک باریک لکیر کے کوئی نشان باقی

Marfat.com

نہ رہا۔ اس سارے عمل کے دوران کسی بھی مرحلے میں مجھے کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

اسی دوران قبیلے والے ہانپتے ہوئے قریب آپہنچے اس وقت فرشتے بھی میرے پاس موجود تھے مگر میرے سوا وہ کسی کو نظر نہیں آرہے تھے۔

سب سے آگے اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا روتی چلاتی آرہی تھیں، اماں جان تو رو رہی تھیں اور فرشتے مجھے اپنے سینوں سے چمٹا رہے تھے اور میرے سر اور پیشانی کو چوم رہے تھے۔ اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا بولیں وا یتیماہ تو ہی انہیں سب سے زیادہ کمزور نظر آیا تھا کہ انہوں نے جرم ضعیفی کی سزا میں تجھے مار ڈالا۔ فرشتوں نے پھر مجھے چوما اور کہا ما اکرمك علی اللہ۔ کتنا اکرام ہے آپ کا اللہ کے ہاں۔

ابھی تک اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا کی نظر مجھ پر نہ پڑی تھی، جب مزید قریب آئیں اور مجھے زندہ دیکھ کر حیران رہ گئیں اور کہنے لگیں یہ کیا میں تجھے زندہ دیکھ رہی ہوں؟ پھر مجھ پر جھک گئیں اور مجھے اپنے سینے کے ساتھ چمٹا کر وارفتگی میں چومنے لگیں اور کہنے لگیں میں صدقے تجھ پر کیا مصیبت آپڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیش آیا تھا وہ سب بیان فرما دیا۔ ان حالات کو سن کر مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بہتر سمجھا کہ اب اس امانت کو واپس کر دیا جائے۔ مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کا جی تو نہیں چاہتا تھا مگر حالات کو دیکھتے ہوئے چار و نا چار متفق ہو گئیں۔

اور ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کرنے روانہ ہو گئیں۔ جب مائی حلیمہ رضی اللہ عنہا سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کرنے لگیں تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ اے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کیا بات ہے کہ آج تو خود ہی میرے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئی ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے تو اس کو اپنے پاس رکھنے کی بے حد مشتاق تھی۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی۔ مدت رضاعت ختم ہو چکی ہے اور میں نے اپنی ذمہ داری بطریق احسن ادا کر دی ہے۔ اب مجھے ڈر لگتا ہے کہ اس کو کوئی حادثہ نہ پیش آجائے۔ مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اصل وجہ چھپانے کی کوشش کی مگر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بہت ذہین خاتون تھیں سمجھ گئیں اور کہنے لگیں یہ بات نہیں ہے۔ اصل قصہ کچھ اور ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تو سچ سچ بتا دے۔

جب مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ یوں جان چھڑانا مشکل ہے تو شقِ صدر کا سارا واقعہ بلا کم و کاست بیان کر دیا۔ اس کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے بوقت ولادت ظاہر ہونے والے واقعات بیان کئے اور کہا اب تو اسے چھوڑ جا اور خوشی خوشی واپس چلی جا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے عوض اتنا کچھ دے دیا کہ حضرت مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ہر لحاظ سے مسرور اور شادمان ہو کر الوداع ہو گئیں۔

Marfat.com

باب 12:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا وصال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔ ان کے وصال کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو ان کی قبر مبارک پر جانے کا موقعہ نہیں مل سکا تھا۔ اب جبکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال کے لگ بھگ ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل سفر کے قابل ہو گئے۔ تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ام ایمن رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا (یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھی ان کا اصلی نام برکت بی بی تھا) اور اپنے شوہر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے مدینہ منورہ روانہ ہوگئیں۔ کچھ عرصہ وہاں ٹھہرنے کا ارادہ تھا مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہودی نجومیوں کی بھانت بھانت کی بولیوں سے تنگ آ کر صرف ایک ماہ بعد واپسی اختیار کر لی۔

کارے از قضا راستے میں بیمار ہوگئیں اور جب ابواء کے مقام پر پہنچیں تو ان کا آخری وقت آ گیا۔ وہ بہترین شاعرہ تھیں۔ اپنے خاوند کے وصال پر اچھے اشعار کہے۔ زندگی کے آخری لمحات میں انہوں نے اپنے پیارے لختِ جگر نور نظر بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دل آویز نصیحت کی وہ بھی فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے۔ انہوں نے سرہانے کھڑے نورِ نظر آنکھوں کی ٹھنڈک لخت جگر کے چہرے پر محبت بھری الوداعی نظر ڈالی اور فرمایا:

بَارَكَ فِيكَ اللّٰهُ مِنْ غُلَامْ ۔۔۔ يَا ابْنَ الَّذِىْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَام
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْمُنْعَام ۔۔۔ فُوْدِىَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَام
بِمِائَةٍ مِّنْ إِبِلٍ سَوَام ۔۔۔ إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِىْ مَنَامِىْ
فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ إِلَى الْأَنَام ۔۔۔ مِنْ عِنْدِ ذِى الْجَلَالِ وَالْأِكْرَام
تُبْعَثُ فِى الْحِلِّ وَفِى الْحَرَام ۔۔۔ تُبْعَثُ بِالتَّحْقِيقِ وَالْأِسْلَام
دِيْنُ أَبِيكَ الْبَرِّ إِبْرَاهَام ۔۔۔ تُبْعَثُ بِالتَّخْفِيفِ وَالْأِسْلَام
أَنْ لَّا تُوَالِيهَا مَعَ الْأَقْوَام ۔۔۔ فَاللّٰهِ أَنْهَاكَ عَنِ الْأَصْنَام

یعنی بیٹے اللہ تمہیں برکت عطا فرمائے۔ تم اس عظیم انسان کے بیٹے ہو جو علم والے بادشاہ اللہ کے فضل محض سے عظیم موت سے بچ گیا تھا۔ جب قرعہ اندازی میں اس کا نام نکل آیا تھا پھر اس کے فدیہ میں سو

Marfat.com

اونٹ قربان کیئے گئے تھے۔ تمہارے بارے میں جو خواب میں نے دیکھے ہیں وہ یقیناً سچے ہیں تم ذوالجلال و الاکرام کی جانب سے دنیا کے لئے رسول بنائے گئے ہو۔ اس لئے میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتی ہوں۔ کہ کہیں لوگوں کی باتوں میں آ کر بتوں کے پاس مت جانا۔ پھر فرمانے لگیں

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٍ وَانَا مَيِّتٌ وَ ذِكْرِىْ بَاقٍ

ہر جان دار نے مرنا ہے میں بھی مرنے لگی ہوں لیکن میری یاد ہمیشہ باقی رہے گی۔ اسی طرح کی باتیں کرتے کرتے ان کی پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

ابواء شریف میں ان کو دفن کیا گیا۔ ان کی تدفین کے بعد ام ایمن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں اور حضرت عبدالمطلب کو اس حادثہ عظیمہ سے مطلع کیا۔ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کا جو پوتا ولادت سے پہلے ہی یتیم ہو چکا تھا۔ اب اتنی چھوٹی سی عمر میں ماں کی مامتا سے بھی محروم ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یتیم پوتے کو سینے سے لگا کر بے حد روئے،

وَرَقَّ عَلَيْهِ رِقَّةً لَمْ يَرِقَّهَا عَلٰى وَلَدِهٖ

اور ان پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ کبھی اپنی حقیقی اولاد کے معاملے میں ایسی رقت طاری نہ ہوئی تھی۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۸۲)

نوٹ: حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی انتہائی بے حرمتی کی گئی۔ یہ بے حرمتی شاہ فہد کے دورِ حکومت میں ۱۹۹۹ء میں ہوئی۔ ابواء شریف میں جس پہاڑی کے ٹیلے پر واقع تھی، اسے بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا اور قبر مبارک کی بے حرمتی کی گئی۔ اس سے قبل مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے مزارات کو گرایا گیا۔ جنت المعلی اور بدر اور احد میں قبہ جات اور قبور کو اوپر سے گرا دیا گیا۔ حضرت سیدہ آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کو مسمار کر دیا گیا جسے نبی کریم ﷺ نے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے بنایا تھا اور جہاں حضور علیہ السلام تشریف لا کر اماں جان کی یاد تازہ کرتے تھے۔ اور آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی زیارت کرنے کا حکم دیا تھا۔

یہ سانحہ ایذاءِ رسول، گستاخی رسول اور آپ ﷺ کی پیاری اماں جان سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی انتہائی بے حرمتی کی بدترین مثال ہے۔ بڑی بے دردی کے ساتھ قبر کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

۱۴۱۹ھ میں نجدیوں نے والدۂ رسول ﷺ کی قبر کو ۱۴۶۶ سال کے بعد بلڈوزر چلا کر مسمار کر دیا۔ آل سعود حجاز مقدس میں اسلام لا کے بے شمار آثارِ قدیمہ اور تاریخی مقامات کو مٹا رہے ہیں۔ کافی زیادہ مٹا چکے ہیں۔ جن میں مساجد اور آثار نبوی، آثار اہلِ بیت واصحاب اور مقابر بھی شامل ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں والدِ رسول حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی کھدوائی کروا ڈالی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ نبی کریم ﷺ کے والد

Marfat.com

ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک اسی طرح تروتازہ اور صحیح وسالم برآمد ہوا۔ ہزاروں لوگوں نے زیارت کی۔ (دیکھئے نوائے وقت، ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء)

لفظ ماں کتنا میٹھا اور پرخلوص خوبصورت وحسین ہے؟ اور صرف ماں ہی نہیں ہر وہ لفظ جو اس تقدس مآب ہستی کا تصور ذہن میں اتارے اس کے ساتھ قلبی، روحانی وابستگی کی کیفیت ایک ہی ہوتی ہے۔

چاہے تو عربی زبان میں ام کہا جائے یا فارسی میں مادر یا سندھی میں اماں، امی یا مائے انگریزی میں ممی یا مدر کہا جائے۔ پکارنے والے کو جو لطف اور حظ اور چاشنی محسوس ہوتی ہے اسے بس محسوس ہی کیا جا سکتا ہے۔ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ انسانیت کی زبانوں پر سب سے زیادہ خوبصورت اور پیارا نام ماں ہے۔ اور سب سے زیادہ حسین پکار، میری ماں ہے۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے امید ومحبت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ماں کے جذبے اور شفقتوں کا ادراک کوئی ماں ہی کرسکتی ہے؟ ماں کے اس جذبے کو نہ تو الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی تصوراتی خاکہ دیا جا سکتا ہے۔ اور واقعی ماں بذاتِ خود ایک ایسا لفظ ہے جس میں مٹھاس ہی مٹھاس ہے یہ واحد رشتہ ہے جو زندگی کی آخری سانسوں تک ابتداء سے لے کر آخر تک جوش وخروش سے باقی رہتا ہے۔

اسی لئے آقا ومولیٰ کائناتِ ارضی وسماوی کے رسول برحق جان دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی وزیر حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کی دعا پر آمین کہی اور حضور علیہ السلام نے جبریل امین کی دعا پر بھی آمین کہی۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا جنت ماں کے قدموں میں ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کو پوری امت کے مسلمانوں کی ماں قرار دیا گیا۔ یہ عظمت وبزرگی مقام ومرتبہ عزت وشان اور ادب واحترام تو ہے مومنین کی تقدس مآب ماؤں کا۔ اب آیئے اس عظیم المرتبت ہستی کی طرف کہ جس کو سید المرسلین اور امام الانبیاء نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جن کے صدقے سے زمانے کو امن وسکون کی دولتِ لازوال ملی۔ جن کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنا محبوب عطا فرمایا۔ جن کے ذریعے سے رحمت مجسم تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ اور جس ہستی کا لختِ جگر نورِ نظر ساری کائنات میں آفتاب عالمتاب بن کر چمکا۔ نہ صرف خود چمکا بلکہ اس سراج منیر سے کائنات کا ذرہ ذرہ منور ہو گیا۔ یہ وہ ماں ہے یہ وہ عظیم ہستی ہے وہ محسنہ کائنات ہیں۔ حضرت سیدہ طیبہ وطاہرہ سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی ہے جس پر نسوانی تاریخ کے ہر عہد میں رشک کیا جاتا رہا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات کے عظیم ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب سے بڑے انسان کی ماں بننے کا شرف جس

Marfat.com

خاتون کو حاصل ہوا وہ عظیم خاتون سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ عربی انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا قریش میں اپنے حسب ونسب کے اعتبار سے افضل ترین خاتون تھیں۔

(ادارۃ المعارف الاسلامیہ، ج ا، ص ۶۳، مطبوعہ تہران)

اور شرح مواہب اللدنیہ میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے نسب کے اعتبار سے باپ کی طرف سے قریش کی تمام عورتوں سے ممتاز تھیں، ابن ہشام نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا قریش کی عورتوں میں حسب ونسب اور فضیلت کے اعتبار سے سب میں ممتاز تھیں۔ (سیرت نبوی، ص ۱۵۲)

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ۵۷۶ء میں رحلت فرمائی۔ یہ جولائی کا مہینہ تھا۔ آپ کی عمر مبارک تقریباً ۲۵ یا ۲۶ سال کی تھی۔ ابواء شریف میں آپ کی وفات ہوئی اور یہیں آپ کی قبر مبارک بنائی گئی۔ حضور علیہ السلام سے یہ ثابت ہے کہ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر شریف کی زیارت کے لئے ابواء شریف تشریف لے گئے۔ 1435 سال سے اہل ایمان ومحبت کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ جب حج یا عمرہ کی سعادت کے حصول کے لئے حرمین شریفین حاضری دیتے تو اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امی جان سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے ابواء شریف بھی جاتے ہیں۔ راقم الحروف کو کئی مرتبہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اور مسماری سے پہلے اور مسماری کے بعد کی تصویریں میں خود بنا کر لایا تھا۔ لندن میں اخبارات میں بھی دی تھیں۔

چند سال قبل بدقسمتی سے سعودی عرب میں نجدی حکومت کے قانون کے پیش نظر مکہ مکرمہ میں جنت المعلیٰ اور مدینہ منورہ میں جنت البقیع کے علاوہ دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے مقدس مزارات کو شہید کیا گیا۔ روضے اور قبے گرا دیئے گئے۔ ان پاک اور مطہر مزارات کی بے حرمتی کی گئی۔ اور نجدی وہابی بغض کھل کر سامنے آ گیا۔ اب گزشتہ چند سال پہلے اُمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ عابدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جو محسنہ کائنات ہیں۔ ان کی قبر شریف کو بھی بڑی بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ جس پر عرب وعجم کے ہر مسلمان کا دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور سراپا احتجاج ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندوں کی قبروں کو گرا کر نجدی حکومت نہ جانے کون سی توحید کو بچا رہی ہے؟

وہابی بے شرم ہیں یارو   تڑاتڑ جوتیاں ان کے سر پر مارو

Marfat.com

باب 13:

نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان

اہل سنت و جماعت کے محقق علمائے کرام اور مشائخ عظام کے جم غفیر کا اس مسئلہ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین طیبین طاہرین نجات یافتہ ہیں۔ ایمان والے ہیں فردوس بریں کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ جو ان کے ایمان میں شک کرے وہ خود بے ایمان ہے اور وہ اپنے ایمان کی فکر کرے۔

علمائے حق اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں یہ عقیدہ اور ایمان ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا دامن شرک و کفر سے کبھی داغدار نہیں ہوا۔ ان کا دامن ایسی غلاظتوں سے پاک و صاف رہا ہے۔ وہ ساری عمر اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یوم قیامت پر ان کا پختہ ایمان و یقین تھا۔ وہ مکارم اخلاق کے زندہ پیکر تھے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے:

اِنَّ آبَاءَ الْاَنْبِیَاءِ مَا کَانُوْا کُفَّارًا وَیَدُلُّ عَلَیْهِ وُجُوْهٌ :مِنْهَا قَوْلُهٗ تَعَالٰی :اَلَّذِیْ یَرَاكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السَّاجِدِیْنَ(الشُّعَرَاءِ 218 :، 219). قِیْلَ مَعْنَاهُ :اِنَّهٗ کَانَ یَنْقُلُ رُوْحَهٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ وَبِهٰذَا التَّقْدِیْرِ :فَالْاٰیَةُ دَالَّةٌ عَلٰی اَنَّ جَمِیْعَ آبَاءِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ: بے شک انبیائے کرام کے آباء و اجداد کافر نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری ذات وہ ہے جو آپ کو دیکھتی ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کی پیشانی سے دوسرے سجدہ کرنے والوں کی پیشانی میں منتقل ہوتے رہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ آباء و اجداد مسلمان و مومن تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے ہم عصروں سے بہتر اور افضل تھے۔

Marfat.com

اس لئے یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ حضور علیہ السلام کے سارے آباء واجداد مومن اور موحد تھے اور اپنے تمام ہم عصروں سے اعلیٰ وارفع شان کے مالک تھے۔ (پہلی حدیث)

اَخْرَجَ اَبُوْنُعَیْمٍ فِیْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنْ طُرُقٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَزَلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَنْقُلُنِیْ مِنْ اَصْلَابٍ طَیِّبَةٍ اِلٰی اَرْحَامٍ طَاهِرَةٍ، صَافِیًا، مُهَذَّبًا، لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا كُنْتُ فِیْ خَیْرِهِمَا۔ (دلائل النبوۃ، ج۱، ص۵۷)

ترجمہ: ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں کئی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے جہاں کہیں سے دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل فرمایا جو ان دونوں میں سے بہتر تھی۔

دوسری حدیث

وَاَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهٗ وَالْبَیْهَقِیُّ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حِیْنَ خَلَقَنِیْ جَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ خَلْقِهٖ ثُمَّ حِیْنَ خَلَقَ الْقَبَائِلَ جَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِهِمْ قَبِیْلَةً وَحِیْنَ خَلَقَ الْاَنْفُسَ جَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ اَنْفُسِهِمْ ثُمَّ حِیْنَ خَلَقَ الْبُیُوْتَ جَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ بُیُوْتِهِمْ فَاَنَا خَیْرُهُمْ بَیْتًا وَخَیْرُهُمْ نَفْسًا۔ (مسالک الحنفاء، ص۲۲)

ترجمہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اپنی سنن میں اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے جب مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہترین مخلوق سے پیدا کیا۔ پھر جب قبائل کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں پیدا کیا۔ پھر جب نفوس کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہتر نفوس سے پیدا کیا۔ پھر جب خاندانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر خاندان میں پیدا کیا۔ پس میں ان سب سے بلحاظ خاندان اور بلحاظ نفس بہتر ہوں۔ اس مسئلہ میں علماء کرام کا ایک مسلک یہ ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَحْیٰ لَهٗ اَبَوَیْنِ حَتّٰی اٰمَنَا بِهٖ وَهٰذَا الْمَسْلَكُ مَالَتْ اِلَیْهِ طَائِفَةٌ كَبِیْرَةٌ مِنْ حُفَّاظِ الْمُحَدِّثِیْنَ وَغَیْرِهِمْ مِنْهُمْ اِبْنُ شَاهِیْنَ وَالْحَافِظُ اَبُوْبَكْرٍ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِیُّ وَالسُّهَیْلِیُّ

Marfat.com

وَالْقُرْطَبِیُّ وَالْمُحِبُّ الطَّبَرِیُّ وَالْعَلَّامَۃُ نَاصِرُ الدِّیْنِ ابْنُ الْمُنِیْرِ وَغَیْرُھُمْ۔

(مسالک الحنفاء، ص ۴۷ تا ۵۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ فرمادیا اور وہ حضور علیہ السلام پر ایمان لائے۔ حفاظ محدثین میں سے ایک بہت بڑا گروہ اس مسلک کی طرف مائل ہوا ہے۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ ابن شاہین، حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی، ابوالقاسم سہیلی، ابوعبداللہ قرطبی، محبّ طبری، علامہ ناصرالدین ابن المنیر وغیرہ۔

آخری بات

قاضی ابوبکر ابن عربی علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ۔ آپ نے جواب دیا جو شخص یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے۔

لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ

ایسے ملعونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دنیا وآخرت میں۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی کفالت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی رحلت کے بعد مکمل طور پر اپنے دادا جان کی کفالت میں آ گئے۔ دادا جان نے بھی شفقت ومحبت کا حق ادا کر دیا۔ اور آپ کو اتنا پیار دیا کہ والدین کی کمی پوری فرمادی۔ البدایہ والنہایہ اور سیرت حلبیہ والوں نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ جب دسترخوان پر کھانا رکھ دیا جاتا تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حکم فرماتے کہ علی بابنی میرے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس لاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو کبھی ان کو پہلو میں بٹھا لیتے اور کبھی گود میں بٹھا کر عمدہ عمدہ کھانے اٹھا اٹھا کر ان کے سامنے رکھتے اور کھانے کے لئے اصرار کرتے۔

شفیق دادا کو اپنے پوتے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا پر پیار آتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لئے دیوارِ کعبہ کے سائے میں تکیہ وبچھونا بچھایا جاتا تھا۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ قریش مکہ کے سردار

Marfat.com

تھے۔ اس لئے احتراما کوئی شخص بھی سردار کے بچھونے پر پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ حتی کہ حرب ابن امیہ جیسے صاحب حیثیت لوگ بھی اس پر بیٹھنے کی جرائت نہ کرتے تھے۔ لیکن حضور ﷺ جب بھی دادا جان کے پاس جاتے تو بے دھڑک اس بچھونے پر بیٹھ جاتے۔ اگر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضور ﷺ کو اٹھانا چاہتے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ دَعُوا اِبنِی میرے بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ مجھے امید ہے کہ میرا یہ بیٹا محمد ﷺ اتنے بلند مرتبہ پر فائز ہوگا کہ اس کے مقام پر کوئی دنیا کا شخص نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر حضور علیہ السلام کو اپنے پہلو میں بٹھاتے اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور مسکراتے رہتے۔

قحط سالی

ایک دفعہ مکہ مکرمہ اور گردونواح میں قحط پڑ گیا۔ کھانے پینے کی اشیاء ختم ہو گئیں اور لوگوں اور مویشیوں کے بھوکے مرنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ ایسے میں ہر شخص پریشان اور افسردہ تھا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن اسی پریشانی کے عالم میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں ایک غیبی ندا سنی یا معشر قریش۔ تمہارے اندر ایک ایسا لڑکا ہے جو عنقریب اعلانِ نبوت فرمائے گا۔ اس کی برکت سے یہ قحط سالی دور ہو سکتی ہے اور رحمت کی گھٹا برس سکتی ہے۔ تم لوگ ایک ایسا بزرگ شخص تلاش کرو جو شریف النسب ہو اور طویل القامت ہو۔ اس کا رنگ سفید ہو ابرو گھنے ہوں اور بینی بلند ہو۔ وہ اور اس کے بیٹے اور پوتے سب باہر نکلیں۔ اہل مکہ کے ہر بزرگ قبیلے سے ایک ایک آدمی نکلے سب لوگ غسل کریں خوشبو لگائیں اور بیت اللہ شریف کا طواف کریں اور سب لوگ جبل ابوقبیس پر چڑھ جائیں اور وہاں پر وہ بزرگ شخص دعا کرے اور باقی سب لوگ آمین کہیں ان شاء اللہ قحط سالی دور ہو جائے گی۔ حضرت رقیقہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ خواب بیان کیا تو لوگوں نے فی الفور کہا یہ صفات و علامات تو صرف حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ سب نے ان سے دعا کے لئے التماس کی جسے انہوں نے بخوشی قبول و منظور کر لیا۔ آخر ایک دن مقرر کیا گیا اس مقرر کردہ دن سب لوگ جمع ہو گئے اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی اپنی اولاد اور اپنے لاڈلے پوتے کو لے کر باہر آئے اور لوگوں کی قیادت کرتے ہوئے کعبہ معظمہ کا طواف کیا اور جبل ابوقبیس پر چڑھے اور حضور علیہ السلام بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ پہنچ کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے

Marfat.com

پیارے پوتے کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور جب ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے بارانِ رحمت کا سوال کیا تو سب لوگ آمین کہہ رہے تھے۔ آمین کی روح پرور صدا سے جبل ابوقبیس اور مکہ گونج اٹھا ابھی دعا جاری ہی تھی کہ بدلی اٹھی اور نیلے آسمان پر چھا گئی اور برس پڑی اور ایسی ٹوٹ کر برسی کہ جل تھل ہو گیا۔ اور مکہ مکرمہ اور گردونواح میں بہار آ گئی۔

وصال حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد آپ کی ولادت سے پہلے ہی وصال فرما چکے تھے۔ چھ سال کی عمر کے ہوئے تو والدہ ماجدہ بھی وصال فرما گئیں اور اس کے بعد ابھی دو سال ہی گزرے تھے کہ پیار و محبت نچھاور کرنے والے دادا جان کا دست شفقت بھی سر سے اٹھ گیا۔

جب حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب میری آخری گھڑی قریب آ گئی ہے تو انہوں نے اپنی بیٹیوں کو بلایا سب اکٹھی ہو گئیں تو آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ میرے فوت ہونے کے بعد تم میرے لئے قصیدے و مرثیے پڑھو گی۔ مگر میں تو اس وقت نہیں سن سکوں گا۔ اس لئے ابھی میرے سامنے کہو تا کہ میں بھی سن سکوں۔ آخر بچیوں نے بغیر کسی تیاری کے قادر الکلامی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ اسی وقت چھ مرثیے یکے بعد دیگرے کہہ ڈالے۔ جو ان کی قادر الکلامی کا شاہکار تھے۔ تاہم سر ہلا کر اپنی پسندیدگی اور اطمینان کا اظہار کیا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ اس دن مکہ مکرمہ پر رنج و غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ ان کا محبوب سردار حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ان سے جدا ہو گئے تھے عرب والے یوں تو بڑے دل گردے والے تھے مگر یہ صدمہ ہی ایسی جان کا تھا کہ سب مکہ مکرمہ والوں کا رو رو کر برا حال ہو گیا تھا۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لئے جتنا لوگ روئے اتنا کبھی کسی شخص کے لئے نہیں روئے۔ ان کے سوگ میں مکہ مکرمہ کے بازار تین دن تک بند رہے۔ جس عظیم ہستی کے لئے مکہ مکرمہ میں کئی دن بازار نہ کھلے جن کے فراق و غم میں اغیار بھی نڈھال تھے تو ان کی وفات سے ان کے لاڈلے پیارے پوتے صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھے سے دل پر کیا بیت رہی ہو گی وہ پھول سا چہرہ بھی اداس نظر آ رہا تھا اور جنازے کے ساتھ چلتا رو رہا تھا۔ آخر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کیا گیا۔

(طبقات ابن سعد، ج ا ص ۷۵...... سیرت ابن ہشام، ج ا ص ۱۱۳)

Marfat.com

باب 14:

جناب ابو طالب کی کفالت

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اپنی زندگی میں ہی جناب ابو طالب کو وصیت کر گئے تھے کہ میرے بعد میرے پوتے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال تمہارے ذمہ ہوگی۔ جناب ابو طالب اگرچہ تنگدست تھے تاہم انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ اور یوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ رہنے لگے۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرح جناب ابو طالب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ پیار و محبت کرتے تھے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے۔ دراصل آقائے دو عالم تاجدار کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ہی ایسے من موہنے کہ ہر شخص کا دل بے اختیار ان کی جانب متوجہ ہو جاتا تھا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ برکات تھیں جن کا دم بدم ہر وقت مشاہدہ ہوتا رہتا تھا۔

مثلاً اگر آقا علیہ السلام کھانے میں سب کے ساتھ شامل ہوتے تو تھوڑا سا کھانا سب کے لئے نہ صرف کافی ہو جاتا بلکہ بچ جاتا تھا۔ اسی طرح دودھ کے جس کٹورے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند گھونٹ نوش فرما لیتے تو اس سے باقی شکم سیر ہو کر پیتے حالانکہ اس میں دودھ کی مقدار اتنی ہی ہوتی کہ بمشکل ایک آدمی کی ضرورت پوری کر سکتا تھا۔ ایسے برکت والے بھتیجے سے جناب ابو طالب جتنا بھی پیار کرتے کم تھا۔ اس لئے کہ ان کی برکت سے سب کھا رہے تھے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قدرتی سرمگیں آنکھیں

بچے ہوں یا بڑے جب بھی سو کر اٹھتے ہیں تو سب کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں اور آنکھیں غیر مصفی ہوتی ہیں۔ جناب ابو طالب کے بچوں کا بھی یہی حال ہوتا تھا مگر نبی آخر الزماں تاجدار کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک قدرتی طور پر آراستہ اور چمک دار ہوتے اور زلفیں سنوری ہوئی ہوتیں اور آنکھوں میں ہلکا ہلکا سرمہ بھی لگا ہوتا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۸۳...... سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۲۸)

قحط سالی اور طلب بارانِ رحمت

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے بارہا بارانِ رحمت نازل ہوئی۔ اس سے پہلے بھی اسی طرح کا واقعہ گزر

Marfat.com

چکا ہے۔اس سے ملتا جلتا واقعہ ابوطالب کے دور کا بھی ہے۔قحط سالی کی وجہ سے ہر شخص پریشان تھا۔ان دنوں بھی مکہ مکرمہ میں قحط پڑا ہوا تھا۔لوگ پریشان حال تھے۔اسی سلسلے میں تبادلہ خیالات ہو رہا تھا اور اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی تدابیر سوچی جا رہی تھیں کسی نے کچھ کہا کسی نے بتوں کے آگے فریاد کرنے کی تجویز دی اس مجلس میں ایک عمر رسیدہ بزرگ آدمی بھی بیٹھا تھا لوگوں کی اس طرح کی باتیں سن کر کہنے لگا اَنّٰی تُوْفَكُوْنَ کیا الٹی باتیں کر رہے ہو تم لوگ۔

جب تمہارے درمیان حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک معزز آدمی موجود ہے تو پھر کسی غیر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔لوگ سمجھ گئے اور کہنے لگے شاید آپ کی مراد ابوطالب ہیں۔وہ آدمی بولا ہاں میں ان ہی کا کہہ رہا ہوں۔اس کی رائے سے سب نے اتفاق کیا اور اسی وقت اٹھ کر ابوطالب کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔دروازہ پر دستک دی ابوطالب باہر آئے تو لوگوں نے اپنا مدعا بیان کیا۔قحط سالی کا ذکر کیا اور کہا کہ ہمارے اہل وعیال کا برا حال ہے۔

برائے مہربانی آیئے اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کریں۔ابوطالب نے نور نبوت شمس وقمر نور علی نور بھتیجے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور کعبہ معظمہ کا طواف کیا اور دیوار کعبہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کیا اسی وقت ہر طرف سے بادل امڈ آئے اور خوب بارش ہوئی۔

اور ارض مکہ مکرمہ سیراب ہوئی۔ابوطالب اپنے اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ

(سبل الہدی والرشاد)

وہ رسول پاک یعنی وہ سفید رنگ والا جس کے چہرے کے صدقے بارش برس جاتی ہے۔یتیموں کا ملجا وماوی اور بیواؤں کا محافظ ہے۔(تاریخ الخمیس ج ۱،ص ۲۰۳......سیرۃ حلبیہ، ج ۱،ص ۱۲۹)

ابوطالب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں جا رہے تھے کہ ہم جب ذوالمجاز نامی جگہ پر پہنچے تو مجھے بہت سخت پیاس لگی۔پہلے تو میں نے صبر کیا مگر جب صبر سے کام باہر ہو گیا صبر کا پیمانہ ٹوٹ گیا تو میں نے اپنے بھتیجے سے کہا مجھے سخت پیاس لگی ہے۔حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی اپنی سواری سے اترے اور کچھ پڑھتے ہوئے وہاں پڑے ایک پتھر کو ٹھوکر ماری پتھر اپنی جگہ سے ہٹا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جہاں سے پتھر ہٹا تھا وہاں شفاف پانی کا چشمہ چمک رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان پانی

Marfat.com

پئیں میں نے جی بھر کر پانی پیا تو بھتیجے نے پوچھا چچا جان اَرَوِیْتَ؟ آپ سیر ہو گئے ہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں میں نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے پتھر کو سرکا کر پھر اپنی جگہ کر دیا اب وہاں نہ چشمہ نظر آرہا تھا اور نہ ہی پانی۔ (سیرۃ حلبیہ، ج ۱ ص ۱۳۰...... الآثار المحمدیہ، ج ۱ ص ۱۰۳...... طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۹۲)

شام کا پہلا سفر

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک بارہ سال کے لگ بھگ تھی کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام جانے کے لئے تیار ہوئے تو حضور علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا کیونکہ آپ ﷺ کی عمر مبارک چھوٹی تھی اور سفر طویل و مشکل تھا لیکن جب قافلے کی روانگی کا وقت آیا تو حضور علیہ السلام چچا ابو طالب کی اونٹنی کی مہار تھام کر بولے

يَا عَمُّ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِىْ لَا اَبَ وَ لَا اُمٌّ

چچا جان مجھے کس کے حوالے کیئے جا رہے ہیں؟ نہ میرا باپ ہے اور نہ ماں۔ یہ سن کر حضرت ابو طالب پر رقت طاری ہو گئی۔ اور اشکوں کی برسات میں آپ نے کہا میں اپنے بھتیجے کو ضرور ساتھ لے جاؤں گا اور آئندہ ہم ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی چچا جان کے ہم سفر ہو گئے۔ قافلہ چلا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سفر بخیریت طے ہو گیا اور قافلہ حدود شام میں واقع مشہور بستی بصرۃ کے پاس جا پہنچا۔ وہاں بستی کے باہر ایک گھنا درخت تھا جس کے سایہ میں اکثر مسافر آرام کے لئے ٹھہرا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ قافلہ بھی ستانے کے لے درخت کی طرف چل پڑا۔

اس درخت کے قریب ہی ایک گرجا تھا جس میں ایک بحیرہ راہب رہتا تھا اس کا اصلی نام تو جرجیس تھا مگر مشہور بحیرا کے نام سے تھا۔ نہایت ہی متقی اور پرانی کتابوں کا عالم تھا۔ اچانک اس کی نگاہ درخت کی طرف جاتے ہوئے قافلے پر جو پڑی تو اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی۔

قافلے میں ایک من موہنا سا بچہ ہے جس پر بادل کے ایک ٹکڑے نے مسلسل سایہ کر رکھا تھا اور وہ سایہ ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ درخت کے پاس پہنچ کر جب لوگ سواریوں سے اترنے لگے تو وہ بچہ بھی سواری سے اتر کر درخت کے نیچے جا بیٹھا اس کے بیٹھتے ہی بادل کا ٹکڑا تو درخت کے اوپر جا ٹھہرا۔ اور درخت کی شاخیں اس بچے پر بے تابانہ جھک گئیں۔ یہ تعجب خیز مناظر دیکھ کر بحیرہ راہب گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اسے یاد آیا کہ ہماری قدیم کتابوں میں یہ علامت تو نبی آخر الزماں کی بتائی گئی ہے۔ کیا یہ بچہ وہ ہی آخری نبی ہے ﷺ۔ ندیم قاسمی نے کیا خوب کہا ہے۔

Marfat.com

لوگ کہتے ہیں کہ سایہ تیرے پیکر کا نہ تھا — میں تو کہتا ہوں کہ جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا
دستگیری میری تنہائی کی تو نے ہی تو کی — میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا
پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم — مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے انتظار میں یہ پادری زندگی گزار رہا تھا۔ جب بھی کوئی قریش کا قافلہ اس جگہ سے گزرتا تو بحیرا راہب اپنے گرجا سے نکل کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کرتا رہتا تھا۔ جب ان میں حضور علیہ السلام کا کوئی نشان نہ پاتا تو واپس اپنے گرجا میں چلا جاتا۔ آج اسے وہ نشانی نظر آ گئی اور اس نے تمام قافلہ والوں کی ضیافت کی اور سب کو اپنے پاس بلایا۔ ابو طالب حضور علیہ السلام کو سامان کی حفاظت کے لئے وہیں چھوڑ آئے۔ راہب نے فرداً فرداً سب کے چہروں کو غور سے دیکھا مگر اس کو وہ چاند سا چہرا نظر نہ آیا۔ جس کے لئے اس نے پہلی مرتبہ اتنے بڑے قافلے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔

بحیرا راہب نے پوچھا کیا تمہارا کوئی آدمی ایسا تو نہیں جو رہ گیا ہو اور یہاں نہ آیا ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ ایک بارہ سال کا لڑکا ہے جس کو ہم سامان کی رکھوالی کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ راہب نے کہا اسے بھی بلا لو اور ساتھ بٹھا لو۔ اسی وقت حارث اٹھے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے تو راہب نے سنا کہ ہر شجر و حجر کہہ رہا تھا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ علیہ السلام۔ راہب نے آپ کو دیکھ کر اطمینان کیا اور کھانا شروع کر دیا گیا۔ کھانے کے بعد جب لوگ ادھر ادھر ہو گئے تو بحیرا راہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوا۔ تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم میں جو کچھ پوچھوں گا سچ سچ بتانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پوچھئے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ بحیرا راہب نے متعدد سوالات کئے اور آپ نے جوابات دیئے وہ راہب مطمئن ہو گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اقدس کے حصہ پر مہر نبوت کو بغور دیکھا اور چوم لیا۔ یہ سب باتیں دیکھ کر بحیرا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا۔

ان دنوں سات آدمی شام کے نصرانیوں سے یہ حال دریافت کر کے کہ نبی کریم علیہ السلام کا گزر اس راستے سے ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے واسطے اس طرف آئے تھے۔ بحیرا راہب نے کہا اس کو یعنی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں سے بچا کر رکھئے کیونکہ یہودی حاسد ہیں وہ ان کو قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔

بحیرا راہب نے ان یہودیوں کو کہا کہ وہ برحق نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم ان کی اطاعت کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ ان کی شان بلند کرے تو تم اُنکے مرتبہ کو کم نہیں کر سکتے۔ اور نہ تم انہیں قتل کر سکتے ہو تب

Marfat.com

وہ اس ارادے سے باز رہے۔ (مدارج، ج ۲،ص ۳۵،۳۶)

بحیرا راہب نے حضرت ابوطالب کو بہت تاکید کی کہ یہ بچہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا دین تمام دینوں کے لئے ناسخ ہوگا۔ اور یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ اس لئے ان کو شام میں نہ لے کر جاؤ۔ چنانچہ ابوطالب نے اپنا سامان تجارت بصرۃ میں ہی فروخت کر دیا اور مکہ مکرمہ واپس ہو گئے۔

نبی کریم علیہ السلام کا دوسرا سفر شام و تجارت

مکہ مکرمہ میں حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد ایک مالدار خاتون تھیں۔ لوگوں کو اپنا مال بطور مضاربت دے کر تجارت کے لئے بیرونی ممالک میں بھیجا کرتی تھیں۔ اس لئے ان کو ایک امانت دار شخص کی ضرورت رہتی تھی کہ اپنا مال تجارت کے لئے اس کو دیں۔ اس وقت حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امین و دیانت دار مکہ مکرمہ میں کوئی بھی نہ تھا۔ تمام مکہ والے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیانت دار اور امانت دار کہتے تھے۔ اس لئے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آدمی بھیج کر درخواست کی کہ میرا مال تجارت کے لئے ملک شام میں لے جائیں۔ نفع ہوگا تو آپ جتنا مال چاہیں رکھ لینا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کیا بات طے ہو گئی۔

حضور علیہ السلام سفر تجارت کے لئے تیار ہو گئے۔ قافلہ روانہ ہونے لگا تو حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک غلام میسرہ بھی خدمت گزاری کے لئے ساتھ کر دیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ جب آپ کا قافلہ بصرۃ کے قریب پہنچا تو دو اونٹ تھک کر سست رفتار ہو گئے۔ اس وقت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اگلے حصہ میں تھے۔ میسرہ نے آ کر عرض کی کہ دو اونٹ ناکارہ ہوتے جا رہے ہیں اور خطرہ ہے کہ ہم قافلے سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے پیچھے آ کر تھکاوٹ سے سست ہو جانے والے اونٹوں کی ٹانگوں پر اپنا رحمت والا مبارک ہاتھ پھیرا تو ان اونٹوں کی تھکاوٹ و سستی یک لخت دور ہو گئی اور وہ تمام اونٹوں سے تیز رفتار ہو گئے۔

نسطورا راہب

مشہور نصرانی راہب نسطورا کے گرجے کے پاس قافلے والوں نے پڑاؤ کیا تو نبی کریم علیہ السلام وہاں ایک قدیمی درخت تھا اس کے نیچے جا بیٹھے۔ وہ درخت بالکل خشک خزاں رسیدہ تھا کوئی ایک پتہ بھی اس پر نہ تھا۔ شاخیں خشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی برکت سے وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا۔ سرسبز ہو گیا پتے لگ گئے اور اس کے اردگرد زمین بھی سرسبز و شاداب ہو گئی۔ نسطورا راہب یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور کہا کہ اس درخت

Marfat.com

کے نیچے فقط نبی آخر الزماں ﷺ ہی بیٹھے گا۔ نسطورا راہب نے میسرہ کو بلایا چونکہ میسرہ اس راستے پر اکثر سفر کرتا تھا۔ اس لئے نسطورا اسے جانتا تھا۔ اس پادری نے میسرہ سے پوچھا کہ وہ درخت کے نیچے جو بیٹھے ہیں وہ کون ہیں؟ میسرہ نے جواب دیا وہ خاندان قریش کے ایک فرد محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں۔ پادری نے پھر پوچھا کیا ان کی آنکھوں میں سرخی رہتی ہے۔ میسرہ نے جواب دیا ہمہ وقت رہتی ہے۔ نسطورا پادری نے کہا بلاشبہ یہ وہ ہی ہیں نبی آخر الزماں ﷺ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا تھا کہ ایک دن اس درخت کے نیچے ایک نبی آکر بیٹھیں گے۔ پھر نسطورا راہب آپ ﷺ کے پاس آیا اور قدم بوسی کی پھر مہر نبوت کو چوما اور کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الَّذِيْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں وہ نبی امی جس کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام دے کر گئے ہیں۔

(سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۱۴۸...... الزرقانی، ج ۱، ص ۲۳۹)

نبی کریم علیہ السلام نے بصرۃ کے بازار میں سامان تجارت فروخت کیا اس سودے میں اتنا نفع ہوا کہ میسرہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا میں مدت سے اپنی مالکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے تجارت کر رہا ہوں مگر اتنا زیادہ نفع ہمیں آج تک نہیں ہوا۔ اس سفر تجارت میں میسرہ نے نبی کریم ﷺ کے معجزات دیکھے کہ جب بھی گرمی کی شدت بڑھتی اور دھوپ کی تمازت ناقابل برداشت ہو جاتی تو آپ ﷺ پر فرشتے سایہ کر دیتے۔

اس سفر تجارت سے جانِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کامیاب و کامران لوٹے واپس آکر میسرہ نے سفر تجارت کے دوران پیش آنے والے حیرت انگیز واقعات اپنی مالکہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گوش گزار کئے تو وہ بہت متاثر ہوئیں۔

آپ ﷺ کی برکت سے تمام اہل قافلہ کو نفع ہوا۔ جب مکہ مکرمہ واپس آرہے تھے تو دوپہر کا وقت تھا۔ گرمی بہت تھی۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنی پڑوسی عورتوں کے ساتھ بالا خانہ میں تشریف فرما تھیں اور وہاں سے قافلہ والوں کو آتے دیکھ رہی تھیں۔ آقا علیہ السلام اس شان و شوکت سے آرہے تھے کہ دو فرشتے جو پرندوں کی طرح نظر آرہے تھے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور حد سے زیادہ متاثر ہوئیں اور پھر طے شدہ منافع سے دو گنا سرکارِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ (الزرقانی، ج ۱، ص ۲۴۰...... طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۲)

Marfat.com

باب 15:

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک نہایت ہی مالدار خاتون تھیں ،ان کی تجارت کا یہ عالم تھا کہ تمام قریش کے سامان کے برابر ان کا اکیلا سامان ہوتا تھا۔آپ کردار کے لحاظ سے نظافت و پاکیزگی کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔

جب آپ بیوہ ہوئیں تو قریش کے متعدد امیروں اور سرداروں نے ان سے شادی کی خواہش ظاہر کی اور اس سلسلے میں کافی جدوجہد کی مگر وہ آمادہ نہ ہوئیں۔ دراصل وہ اس نبی کی منتظر تھیں جس کی پیش گوئی ایک یہودی عالم پادری نے کی تھی۔ایک پادری جو یہودی عالم تھا اس نے کہا اے قریشی عورتو! یہاں مکہ مکرمہ میں ایک نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہونے والا ہے اگر تم میں سے کوئی اس کی منکوحہ بن سکے تو اسے چاہئے کہ اس سلسلے میں ضرور کوشش کرے۔

باقی عورتوں نے تو اس بات کو کچھ اہمیت نہ دی لیکن سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ پھر جب میسرہ کی زبانی انہوں نے سفر شام کے دوران پیش آنے والے معجزات کا ذکر سنا اور حالات معلوم ہوئے تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ باتیں سچی ہیں تو پھر وہ شخص یہی ہیں جنہیں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ چونکہ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو یقین کامل ہو گیا تھا کہ وہ نبی یہی ہیں۔اس لیے انہوں نے اس سعادت کے حصول میں تاخیر کرنا یعنی دیر کرنا مناسب نہ سمجھا اس سلسلہ میں فی نفسہ گفتگو کی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا عمرو بن اسد سے کہا کہ وہ ابو طالب سے کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری شادی کر دیں۔عمرو بن اسد رضامند ہو گئے اور ابو طالب چند قریش اور معززین مکہ مکرمہ کو ساتھ لے کر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے کر گئے اور دونوں کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔

خطبۂ نکاح

ابو طالب نے مجلس نکاح میں خطبۂ نکاح پڑھا۔یہ ایک بہترین خطبہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا

Marfat.com

کے بعد حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہے جو اگرچہ دنیاوی مال میں کم ہے لیکن عظمت وشرافت، فضیلت ودانائی کے اعتبار سے جس شخص سے بھی موازنہ کیا جائے یہ اس سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ یہ محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں جن کا نکاح خدیجہ بنت خویلد سے پانچ سو (۵۰۰) دراہم حق مہر معجّل پر کیا ہے۔

پھر اونٹ ذبح کر کے دعوت ولیمہ کی گئی اور سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا دلہن بنیں اور سید عالم حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ دولہا بنے۔ دونوں خاندانوں نے مل کر اس خوشی اور پرمسرت تقریب ولیمہ کی خوشیوں کو دوبالا کیا۔ شادی کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال کی تھی اور سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال کی تھی۔ (زرقانی، ج۱،ص۲۰۱...... سیرۃ الحلبیہ، ج۱،ص۱۵۲...... الآثار المحمدیہ، ج۱،ص۱۲۰ تا ۱۲۳)

کعبہ معظّمہ کی نئی تعمیر

حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس سال کی تھی جب قریش مکہ نے کعبۃ اللہ کی نئی تعمیر کا ارادہ کیا کیونکہ دو حادثوں کی وجہ سے کعبۃ اللہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئی تھیں ایک دفعہ ایک عورت کعبۃ اللہ کو خوشبودار دھونی دے رہی تھی کہ ایک چنگاری نے آگ بھڑکا دی جس کے بجھانے میں خاصی دیر ہوگئی جس کی وجہ سے خاصا نقصان ہوگیا دوسری دفعہ وہ بند ٹوٹ گیا جو مکہ مکرمہ کو سیلابی ریلے سے بچانے کے لئے بنایا گیا تھا جس کی وجہ سے صحن حرم پانی سے بھر گیا جس کی وجہ سے دیواروں میں شگاف پڑ گئے۔

اس وقت کعبہ معظمہ کی چھت نہیں تھی صرف چار دیواری تھی اور قریش مکہ چاہتے تھے کہ اس چار دیواری پر چھت بھی ڈال دیں۔ ان وجوہات کی بنا پر کعبۃ اللہ از سر نو تعمیر کرنے کا پروگرام بن گیا۔ حسن اتفاق سے ان ہی دنوں ایک بحری جہاز ساحل جدہ کے قریب طوفان میں گھر کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگیا اور اس کا ملبہ پھٹے وغیرہ ساحل پر جہاز کے عملے میں یاقوم نامی ایک رومی معمار بھی تھا اس کو بھی تعمیر کعبہ کے لئے ساتھ لے آئے۔ نئی تعمیر کعبہ کے لئے لازمی وضروری تھا کہ پہلی شکستہ عمارت کو گرایا جائے لیکن اس میں یہ پریشانی و الجھن پڑ گئی کہ کعبۃ اللہ کے اندر مدتوں سے یعنی سالہا سال ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا۔

یہ سانپ ویسے تو کسی کو کچھ نہیں کہتا تھا لیکن اگر کوئی شخص کعبۃ اللہ یا اس کی چیز کو چھیڑنے کی کوشش کرتا

Marfat.com

تو اس شخص پر حملہ آور ہو جاتا تھا۔ لوگ ڈر کے مارے کعبۃ اللہ کی کسی چیز کو نہیں چھیڑتے تھے۔ آج بھی لوگ کعبۃ اللہ کے گرد جمع تھے تا کہ شکستہ دیواریں گرائیں مگر جو بھی اس ارادے سے آگے بڑھتا سانپ پھنکارتا ہوا اس کی طرف لپک پڑتا۔ اہل مکہ مکرمہ و اہل قریش اس کو مارنا بھی نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ کعبۃ اللہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اسی شش و پنج میں تھے کہ اچانک ایک بہت بڑا پرندہ فضا میں نمودار ہوا اور دیوار کعبہ پر بیٹھے ہوئے سانپ پر جھپٹ پڑا پھر اسے پنجوں میں دبوچ کر لے اڑا اور لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

(الاعلام بیت اللہ الحرام: ص ۵۴...... الزرقانی، ج ا، ص ۲۴۶...... سیرۃ حلبیہ، ج ا، ص ۱۵۹)

فَسُبْحَانَ مَنْ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اس معاملے میں کسی کو ہمت نہیں پڑتی تھی کہ کعبۃ اللہ کی مقدس دیواروں پر کدال وغیرہ چلائے۔ اس لئے کہ کہیں اللہ تعالیٰ رب کعبہ ناراض نہ ہو جائے۔ بالآخر ولید نے ہمت کی اور

اَللّٰهُمَّ لَا نُرِیْدُ اِلَّا الْخَیْرَ

الٰہی ہم جو کچھ کر رہے ہیں اچھی نیت سے کر رہے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کدال چلانی شروع کی تھوڑا سا حصہ گرا کر کام روک دیا گیا اور ایک رات انتظار کیا گیا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر یہ رات خیر و عافیت سے گزر گئی اور کسی قسم کا کچھ نہ ہوا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ رب کعبہ ہمارے اس کام پر راضی ہے۔ رات بخیریت گزری تو سب نے مل کر پہلی ویرانی عمارت کو ڈھا دیا اور ان ہی بنیادوں پر ایک بلند و بالا اور مستحکم عمارت کا آغاز کر دیا۔

حجر اسود پر اختلاف

دوران تعمیر جب حجر اسود نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو مکہ کے قبائل میں اختلاف پیدا ہو گیا کیونکہ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود نصب کرنے کا اعزاز اسے حاصل ہو یہ جھگڑا پانچ چھ دن تک چلتا رہا۔ اور بڑھتا رہا بالآخر ایک بزرگ عمر رسیدہ اور سمجھ دار شخص نے مشورہ دیا کہ اس طرح فیصلہ ہونا مشکل ہے۔ یوں کرو کہ کل سب سے پہلے جو شخص باب السلام یعنی باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو اس کو منصف تسلیم کر لو وہ جو بھی فیصلہ کرے اس پر سب بے چون و چرا عمل کریں۔ یہ رائے سب قبائل کو پسند آئی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا۔

دوسرے دن سب کی بے تاب نظریں باب السلام کی طرف لگی ہوئی تھیں دل دھڑک رہے تھے جانے کون آئے اور کیا فیصلہ کرے۔ آخر کار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور ایک جوان حسن و جمال میں یکتا

Marfat.com

باب السلام یعنی باب بنی شیبہ سے داخل ہوا۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی سب یک زبان ہو کر پکار اٹھے

هٰذَا مُحَمَّدٌ ﷺ هٰذَا الْأَمِيْنُ رَضِيْنَا

یہ امین ہے ہم اس پر راضی ہیں یہ محمد ﷺ ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فیصلہ

حضور رحمت عالم ﷺ کے روبرو صورت حال بیان کی گئی تو آپ ﷺ نے ایسا بہترین اور حق پسند منصفانہ حل تجویز فرمایا کہ سب عش عش کر اٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا زمین پر ایک چادر بچھا دو چادر بچھا دی گئی تو نبی رحمت ﷺ نے حجر اسود کو اٹھا کر چادر پر رکھ دیا اور پھر فرمایا اس چادر کو سب مل کر اٹھا لو اور کعبۃ اللہ کے قریب لے چلو سب نے ہاتھ لگائے اور چادر کو اٹھا کر کعبۃ اللہ کے پاس لے آئے پھر آقا دو عالم ﷺ نے حجر اسود کو اٹھایا اور مقررہ جگہ پر اپنے ہاتھوں سے نصب فرما دیا یوں اس طرح آپ ﷺ کی ذہانت اور زکاوت و تدبر کی بدولت سب کو حجر اسود اٹھانے کی سعادت بھی حاصل ہو گئی اور جھگڑا بھی نہایت خوش اسلوبی سے ختم ہو گیا۔

نوٹ: تعمیر کعبہ میں نبی کریم ﷺ نے بھی حصہ لیا اور اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر پتھر اٹھاتے رہے۔

فضائلِ مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ایسے فضائل و خصائص سے نوازا ہے جو کسی دوسرے بقعۂ ارض کو حاصل نہیں اس متبارک سرزمین اور مشاعر مقدسہ کی زیارت محبت و عشق میں ڈوب کر کی جائے۔ یہ ہی وہ سرزمین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کے نزول کے لئے انتخاب فرمایا۔ اپنے پیغام سرمدی کے لئے اسی مبارک زمین کو چنا اسی مکہ مکرمہ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے عاشقوں اور رسول اللہ ﷺ کے شیدائیوں کے آنسو رواں ہوتے ہیں۔ اسی زمین پر گناہوں کے پہاڑ کافور ہوتے ہیں۔ اسی سرزمین مقدس مکہ مکرمہ میں آنے والوں کے درجات اور مراتب بلند ہوتے ہیں۔ یہاں آنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ

Marfat.com

پاکیزہ زمین کا وہ خطہ ہے جس پر ساری زمین کو رشک اور فخر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو کعبہ مشرفہ کے وجود سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اس مبارک شہر میں اپنی آیات و نشانیاں واضح فرمائی ہیں اور دنیا جہان کے مسلمانوں پر اپنے گھر کا حج فرض فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ آل عمران)

بے شک بلاشبہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں ہے۔ مبارک ہے اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ مقام ابراہیم ہے جو شخص اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا۔

ایمان مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف سمٹ جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام غربت میں شروع ہوا اور عنقریب غربت کی حالت میں لوٹ جائے گا۔ جیسا کہ شروع میں تھا اور ایمان دو مسجدوں یعنی مسجد نبوی اور مسجد حرام بیت اللہ شریف تک سمٹ جائے گا۔ اس طرح جس طرح کہ سانپ اپنے سوراخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

حجرِ اسود کی فضیلت جنت کا پتھر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رکن اور مقام ابراہیم علیہ السلام جنت کے یاقوت ہیں، اگر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد یعنی انسانوں کے گناہوں نے اس کو آلودہ نہ کیا ہوتا تو مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز کو یہ دونوں منور اور روشن کر دیتے اور کوئی مصیبت زدہ اور بیمار ان کو چھوئے گا نہیں مگر اس کو شفا حاصل ہو گی۔ (البیہقی وسنن کبری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ رکنِ یمانی یعنی حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ایسے ہی مصافحہ فرماتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔ حجر اسود کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت سے حجر اسود ایسا تھا بالکل سفید دودھ کی طرح تھا۔ پس بنی آدم کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا۔ (ترمذی شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان دونوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو چھونا گناہوں کا کفارہ ہے۔ (ترمذی شریف)

Marfat.com

باب 16:

اعلانِ نبوت

نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک جب چالیس سال کے قریب ہوئی تو نبوت کا ظہور شروع ہو گیا۔ اب رویائے صادقہ سے آغاز ہوا آپ کو جو بھی خواب نظر آتا ہے عالم بیداری میں اس کی تعبیر کا مشاہدہ ہو جاتا جب آپ ﷺ گھاٹیوں اور صحراؤں میں تنہا محو خرام ہوتے تو ہر شجر و حجر آپ کو سلام کا نذرانہ پیش کرتا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اس وقت آپ کی طبیعت پر مخلوق سے انقطاع اور خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے کا غلبہ تھا۔ اس لئے آپ ﷺ شہروں اور آبادیوں سے دور کوہ و صحرا کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ کے جلوؤں اور قدرتوں اور حسن ازل کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ رفتہ رفتہ آپ ﷺ نے جبل نور یعنی غار حرا کو زینت بخشی اور اپنی تنہائیوں کا راز دار بنایا اور کئی کئی دن اس مقدس غار میں گزار دیتے کبھی کبھی تو پورا ماہ وہیں بسر فرماتے اور مراقبہ کی لذتوں سے سرشار ہوتے۔ آخر ایک دن مراقبہ ختم ہوا اور اکیس رمضان المبارک بروز پیر یعنی سوموار کو اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر فرشتہ جبریل امین رب العالمین کے ازلی و ابدی پیغام کی پہلی وحی لے کر حاضر ہوئے اور نبی کریم ﷺ سے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اور فرمایا مَنْ اَنْتَ اے آنے والے بتا تو کون ہے؟ جبریل امین نے عرض کی انا جبریل امین وانا خادم سید المرسلین۔ ان جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

من ام کہ ادنی غلام تو یارسول اللہ   فتادہ ام باسلام تو یارسول اللہ ﷺ

آقا میں ادنی سا نوکر ہوں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ اقرا پڑھیے آپ ﷺ نے فرمایا میں نہیں پڑھتا ما انا بقاریٔ میں پڑھنے والا نہیں۔ میں تو دنیا کو پڑھانے آیا ہوں، یہاں یار لوگوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں؛ یہ ترجمہ میری سمجھ میں تو نہیں آیا اگر کسی شیخ القرآن کو سمجھ آجائے تو برائے مہربانی مجھے بھی سمجھا دے کیونکہ میں پڑھا ہوا نہیں۔

حقیقت حال عرض کرتا ہوں شاید اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔ دیو بند کے علماء پر کھل جائے یہ بات۔ دروازے بند ہوں عقل کے تو بات علم کی اندر کیسے جائے گی۔ اس لئے عقل کے بند دریچوں کو کھولو

Marfat.com

تا کہ سمجھ سکو۔ اب سنو یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے اور حضور نبی کریم غیب داں رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم فاعل کا صیغہ ارشاد فرما رہے ہیں ۔ یہاں فاعل کا صیغہ مفعول کے معنی میں استعمال کرنا قرین علم و انصاف نہیں ہے؟ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مَا اَنَا بِقَارِیٔ اس کا ترجمہ یہ نہیں جو گستاخوں نے کیا ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں؟

بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں پڑھنے والا نہیں۔ گویا جبریل امین علیہ السلام کہتے ہیں پڑھیے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں کوئی پڑھنے والا ہوں؟ چالیس سال کی عمر مبارک ہوگئی ہے، میں تو لوگوں کو پڑھانے آیا ہوں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ جبریل امین پڑھانے نہیں آیا۔ بلکہ پیغام دینے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کو پڑھا کر بھیجتا ہے اس لئے آپ کو سکھانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جبریل امین آپ کا استاد نہیں ہے۔

خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

الرحمن علم القرآن

یہ آیت کریمہ اس امر کی گواہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تاجدار کائنات جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ پڑھ کر آئے تھے۔ جبریل امین علیہ السلام نے جب تیسری مرتبہ سینے سے لگایا اور کہا

اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم

جب نبی کریم علیہ السلام نے اللہ کا نام سنا تو پڑھنے لگے۔ اپنے رب کا نام مبارک سنا جس کے جلوؤں میں پہلے ہی آپ گم تھے۔ رب کا نام سنتے ہی پڑھنا شروع کر دیا بعض نادان کہتے ہیں کہ جبریل امین آپ کو پڑھانے آئے تھے۔ لیکن ذوق سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ حضور علیہ السلام دنیا میں کسی سے پڑھنے نہیں آئے بلکہ دنیا والوں کو پڑھانے آئے ہیں۔ آقا علیہ السلام کسی سے فیض لینے نہیں آئے بلکہ ساری کائنات کو فیض دینے آئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جبریل امین علیہ السلام حضور علیہ السلام کو سینے سے لگا کر کچھ دینا نہیں چاہتے تھے بلکہ جبریل امین علیہ السلام نبی کریم علیہ السلام سے کچھ لینا چاہتے تھے۔ جبریل امین کو حضور علیہ السلام کے نہ پڑھنے کی حکمت سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ جب سینے سے سینہ ملا تو مشکوۃ نبوت کے فیض سے یہ راز کھلا کہ ذات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اقرأ نہ کہا جائے بلکہ پوری آیت پڑھی جائے۔ یہ آیت قرآنی ہے۔

Marfat.com

اس کو اللہ تعالیٰ کا نام لئے بغیر نہیں پڑھنا چاہئے۔ یعنی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر تلاوت کرنی چاہئے۔ صوفیائے کرام نے اس سے مطلب یہ لیا ہے کہ پڑھئے اپنے رب کے اسم کے ساتھ یعنی اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے پڑھئے۔ یہ ذکر اسم ذات ہی سلاسل طریقت میں سلوک کا پہلا سبق ہے۔ کیونکہ اسم ذات ہی اسم اعظم ہے۔ اسم ذات ہی وجہ تکوین ہے۔ اسم ذات ہی مفتاح نجات ہے۔ اسم ذات ہی مصدر برکات ہے۔ ذکر اسم ذات سے ہی دل کے بند روشن دان عالم قدس کی طرف کھلتے ہیں اور ذکر اسم ذات کی برکت سے ہی عالم غیب کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ ذکر اسم ذات بھی دل سے ہوتا ہے اور قرآن بھی نبی کریم علیہ السلام کے دل پر اترا۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ

اس لئے فرمایا گیا کہ محبوب پہلے ذکر اسم ذات کرو۔ پھر تلاوت قرآن پاک کرو۔ ثابت ہوا کہ جب تک ذکر اسم ذات دل پر جاری نہ ہو دل پر نزول قرآن نہیں ہوتا۔

جب تک تیرے دل پر نہ ہو نزول کتاب ۔۔۔ گرہ کشا ہے رازی نہ صاحب کشاف

نبی کریم علیہ السلام سے قبل انبیاء کرام پر بھی آسمانی کتابیں نازل ہوئیں مگر انہیں چل کر منزل کتاب تک جانا پڑا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو حکم ہوا کتاب لینی ہے تو کوہ طور پر آ جاؤ۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو حکم ملا انجیل لینی ہے تو کوہِ سعیر پر آ جاؤ۔

لیکن جب میرے اور آپ سب کے نبی سرور انبیاء تاجدار کائنات مختار کل سید الابرار احمد مختار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی تو آپ کو کتاب لینے کے لئے کہیں جانا نہیں پڑا بلکہ آپ کے پاس خود آ گئی۔ جہاں آپ جاتے کتاب آپ کے پاس آ جاتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزول کے تابع نہ تھے بلکہ نزول آپ کے تابع تھا۔ آپ خود منزل کتاب تک نہ جاتے تھے بلکہ کتاب خود منزل ذات تک آ جاتی۔ یعنی آپ خود چل کر کتاب کی طرف نہ جاتے بلکہ جدھر آپ ہوتے کتاب خود ادھر آ جاتی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا ۔۔۔ ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلم دان گیا

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید غیر مخلوق ہو کر بھی محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے مکی اور مدنی کہلایا حالانکہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی اور لفظی حقیقت کے اعتبار سے نہ مدنی ہے اور نہ مکی۔ چونکہ محبوب الٰہی ﷺ صورت کے اعتبار سے مدنی اور مکی ہیں۔ اس لئے قرآن مجید کی سورتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی صورتوں سے منسوب کر کے مدنی اور مکی بنا دیا گیا۔

قرآن مجید کی عظمت کا کیا کہنا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں اسے پہاڑ پر نازل کرتا تو خشیت الٰہی سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کا جگر گردہ تھا کہ آپ ﷺ اس باجبروت کلام کو برداشت کر گئے۔ اگر یہ قرآن پہاڑ پر نازل ہوتا تو اس کے پرخچے اڑ جاتے۔ تاہم اتنا اثر ضرور ہوا کہ آپ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اسی عالم میں گھر تشریف لائے اور سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ

مجھے کچھ اوڑھاؤ۔ مجھے کچھ اوڑھاؤ۔ چنانچہ آپ کو کمبل اوڑھا دیا گیا۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے سارا واقعہ سیدہ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو سنا دیا۔ مسلمانانِ عالم کی مقدس ماں ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے واقعہ سن کر کہا کہ آپ کو بشارت دیتی ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔ ﷺ

ایک غلط خیال

کچھ نادان لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبوت سرکارِ دو عالم ﷺ کو چالیس سال کے بعد ملی۔ یہ ان نادانوں کا بالکل غلط خیال ہے۔ نبی ﷺ پر ایسا کوئی وقت نہیں گزرتا کہ آپ کا وجودِ مسعود ہو اور نبوت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خلقت کے ساتھ ہی نبی کو نبوت عطا فرما دیتا ہے۔ نبوت کسبی نہیں وہبی ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس پر چاہے فضل فرما دے۔

صحابہ کرام میں سے ایک صحابی نے عرض کی۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ۔ (ترمذی شریف)

میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا

کُنْتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کی کشمکش میں تھے، میں اس وقت بھی نبی

Marfat.com

تھا۔ جب آدم علیہ السلام ابھی گوندھی ہوئی مٹی تھے میں نبی تھا۔ یہ مسئلہ ظاہر اور ثابت ہے۔ کہ آپ مخلوق ہیں لیکن ہر مخلوق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اول مخلوق ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　　وہی فرقاں وہی قرآن وہی یسین وہی طٰہٰ

اللہ تعالیٰ بنانے میں اول اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بننے میں اول اللہ تعالیٰ خدائی میں اول اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مصطفائی میں اول۔ اس لئے عقل والو غور و فکر کرو۔ اس لئے کہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جس نے عقل سے سوچا اور عقل پیش کیا وہ ابو جہل ہو گیا۔ اور جس نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عشق پیش کیا وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بن گئے۔

قرآن مجید سے دلیل

نبوت عبادت کا ثمرہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک کی دلیل بھی موجود ہے اور یہ نص قطعی ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں ہیں اور ابھی تین دن کی عمر مبارک ہے کہ فرمایا

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔

بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ جعلنی ماضی کا صیغہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت عطا فرمادی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جب چالیس سال پورے ہو جائیں گے تو مجھے نبوت عطا فرمائی جائے گی؟

اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے　　　یہ گھٹائیں منظور اسے بڑھانا تیرا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوستی

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد اسی محلے میں منتقل ہو گئے جس محلے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ تو نبی کریم علیہ السلام اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین دوستانہ

Marfat.com

تعلقات کا آغاز ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام سے تقریباً دو سال چھوٹے تھے۔ ہم عمری او پیشے کے اشتراک، طبیعتوں میں ہم آہنگی بتوں سے نفرت غلط رسومات سے انحراف یہ ایسے پہلو تھے جنہور نے دونوں کی دوستی کو پروان چڑھنے میں مدد دی۔ جب حضور علیہ السلام نے اعلانِ نبوت فرمایا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تردد کے بلا توقف اسلام قبول کر لیا۔ حضور نبی کریم علیہ السلام پر مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے نیک سیرت و نیک دل سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بن ابی قحافہ تیمی تھے۔ نبی کریم علیہ السلام کو ان کے خلوص، وفا اور صداقت پر پورا اعتماد تھا۔ اپنے گھر سے باہر سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے وحی الٰہی کے نزول کی ساری روداد بیان کی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر ڈالی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہلائے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست کی بناء پر فی الفور اسلام قبول کر لیا اور ذرہ بھر تردد نہ کیا انہوں نے فرشتے کے نزول اور وحی الٰہی پر ذرہ برابر شک نہ کیا۔ کیونکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یقین کامل تھا۔ نبی کریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا س نے کچھ نہ کچھ تردد کا اظہار کیا۔ سوائے ابو بکر صدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کے جب میں نے ان کو اسلام کی عوت دی تو انہوں نے بغیر کسی توقف اور تامل کے میری آواز پر لبیک کہا۔

عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے زندگی کے مسلسل دس سال اپنے سرتاج شوہر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کئے تھے وہ حضور علیہ السلام کی عادات اور اخلاق کے بارے میں اچھی طرح جانتی تھی۔ آپ ان کی انت و دیانت اور صدق کی بھی گواہ تھیں۔ اس لئے آپ نے نبی کریم علیہ السلام کی دعوت پر فوراً یقین کر لیا ر ایمان لے آئیں۔

Marfat.com

باب 17:

ورقہ بن نوفل کی پیشن گوئی

نبی کریم علیہ السلام ایک روز طواف کعبہ کے لئے حرم بیت اللہ شریف میں تشریف لے گئے تو وہاں ورقہ بن نوفل سے ملاقات ہوئی۔ نبی علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے ورقہ بن نوفل نے کہا اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ اور جو فرشتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا وہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ مگر دیکھئے گا محترم! جب یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف پہنچائیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال لیں گے اور اس کے بعد اہل مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ بھی کریں۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کروں گا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ہر نبی کو ستایا گیا ہے اور ہجرت پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ کہہ کر ورقہ بن نوفل اٹھا اور فرطِ عقیدت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ مبارک پر تعظیماً بوسہ دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماتھا چوم لیا۔ (سیرۃ النبوی، ابن ہشام، ج ۲، ص ۱۷۴)

ورقہ بن نوفل عیسائی مذہب اختیار کرنے پر قدیمی کتابوں کے مطالعہ میں مستغرق ہو گئے۔ ان ہی کتابوں کے مطالعہ کے دوران ان پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ عنقریب ایک عظیم الشان نبی ظاہر ہونے والا ہے۔ وہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سراپا انتظار تھے۔ اور اپنے اشعار میں اکثر اس کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول جبریل علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کا مدتوں سے انتظار تھا۔

اس لئے فوراً ایمان لے آئے۔ اور وفات کے بعد سیدھے جنت میں داخل ہو گئے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُهُ فِيْ بُطْنَانِ الْجَنَّةِ عَلَيْهِ سُنْدُسٌ

یعنی میں نے اس کو وسطِ جنت میں دیکھا اس نے ریشمی کپڑے پہن رکھے تھے۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۹)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ میری

Marfat.com

عبادت کرو تو آپ ﷺ اور حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عبادت میں مشغول تھے۔ اس زمانے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی کفالت میں تھے۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کثیر العیال تھے اور ان کی معاشی حالت بھی ان دنوں بہتر نہ تھی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے چچا جان آیئے ہم دونوں مل کر ان کا کچھ ہاتھ بٹائیں اور ان کا بوجھ کم کریں۔ یہ فرما کر کہ آپ ﷺ ان کے ساتھ اپنے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور نبی پاک علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اس دوران ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر گئے ہوئے تھے واپس آئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے اور رکوع و سجود کرتے دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رک گئے اور جب نماز ختم ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس کو سجدہ کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ ہم اس اللہ کی عبادت کر رہے تھے جس نے مجھے نبوت عطا فرمائی ہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کا حکم دیا ہے۔

اے علی رضی اللہ عنہ تم بھی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور میری رسالت کا اقرار کرو۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ کلامِ الٰہی نے تاثیر دکھائی اور انہوں نے کلمہ پڑھ کر ایمان قبول کیا۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان لایا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زرخرید غلام تھے، جنہیں نبی کریم ﷺ نے اپنا متبنیٰ بنالیا تھا۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا اس وقت نبی کریم ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد چار ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

مکہ مکرمہ میں دین اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ میں ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے قریش میں علم الانساب کے عالم تھے۔ تجارت سے وابستہ تھے اور علم و دانش کی بناء پر قریش میں ان کا بہت وقار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کو بھی اس نعمت الٰہی یعنی دین اسلام سے بہرہ مند ہونے کی دعوت شروع فرمادی۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے

ایمان لانے والے صحابہ کرام

اولین صحابہ کرام میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کی کوششوں سے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ بعد میں بھی حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور اکثر دوسرے صحابہ ان کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ اہل مکہ مکرمہ میں سے جو لوگ ایمان لاتے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان کا اظہار کرتے۔ اور نبی مختار وغیب داں سے ضروری دینی مسائل وعقائد واعمال کی تعلیم حاصل کرتے۔ مگر یہ لوگ قریش سے اپنے قبول اسلام کا حال پوشیدہ رکھتے۔ تاکہ مشرکین عرب ان کے دشمن نہ ہو جائیں۔ وہ لوگ نماز کی ادائیگی کے لئے پہاڑیوں میں چلے جاتے اور وہاں چھپ کر نماز وعبادت کرتے۔ تعلیم وتدریس کا سلسلہ بھی خفیہ طور پر ہی چلتا اس طرح مسلسل تین سال گزر گئے اور مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔

اسلام کی جانب لوگوں کو مائل کرنے والی دو چیزیں تھیں ایک تو پرکشش اور دل کو موہ لینے والا وہ پیام دوسرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اور اسوہ حسنہ۔ آقا علیہ السلام نہایت شیریں بیان عدل پسند اور ملنسار اور بااخلاق تھے۔ مساکین اور یتیموں کی دیکھ بھال کرنا حضور علیہ السلام کا شیوہ تھا۔ جب رات چھا جاتی تو آقا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے۔ آقا علیہ السلام کی ذات مومنین کے لئے ایک مینارۂ نور اور مکمل ترین نمونہ تھی۔

کھلے عام تبلیغ

تین سال تک پوشیدہ طور پر تبلیغ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپ علیہ السلام لوگوں کو کھلے عام دین اسلام کی دعوت دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ۔ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (سورۃ الشعراء، آیت ۲۱۴ تا ۲۱۶)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے قریب ترین خاندان کو خبردار کرو اور جو مومن تمہارے پیچھے چلیں ان کے لئے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کا بازو پھیلا دو اور اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو ان کو کہہ دو کہ جو کچھ تم کر

Marfat.com

رہے ہو اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (سورۃ الحجرات، آیت ۹۴)

پس آپ ﷺ اس حکم کو جو آپ ﷺ کو کیا جا رہا ہے کھول کر سنا دیجئے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔

اہل قریش کی دعوت

نبی کریم ﷺ نے اہل قریش کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے اور دعوتِ اسلام دینے کے لئے انہیں کھانے کی دعوت دی۔ اس موقع پر جب نبی کریم ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانے اور صرف اسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو ابولہب سیخ پا ہو گیا۔ اور اس نے نبی ﷺ کے خطاب کے دوران ہی مخل ہونا شروع کر دیا اور لوگوں کو بہکا کر اپنے ساتھ لے گیا۔

نبی کریم علیہ السلام نے اس طرح کا ایک اور موقع کا اہتمام کیا اور قریش کو اپنے گھر دعوتِ طعام پر بلا کر انہیں کھانا کھلایا اور اس کے بعد ان سے فرمایا۔

مَا اَعْلَمُ اِنْسَانًا فِی الْعَرَبِ جَآءَ قَوْمَهٗ بِاَفْضَلَ مِمَّا جِئْتُكُمْ بِهٖ قَدْ جِئْتُكُمْ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ اَمَرَنِىْ رَبِّىْ اَنْ اَدْعُوْكُمْ اِلَيْهِ فَاَيُّكُمْ يُؤَازِرُنِىْ عَلٰى الْاَمْرِ۔

عربوں میں آج تک کوئی شخص مجھ سے بہتر دعوت لے کر نہیں آیا۔ یہ پیغام دنیا و آخرت کی بھلائی کا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ میں لوگوں کو اس کی جانب بلاؤں۔ آپ لوگوں میں سے کون میری اس دعوت پر لبیک کہتا ہے۔

یہ سن کر تمام لوگوں نے بے رخی کا مظاہرہ کیا اور آپ ﷺ کی باتوں سے منہ موڑ کر اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔

کوہِ صفا پر دعوتِ حق کا اعلان

اس کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے اعلانیہ تبلیغ حق کا کام شروع کر دیا۔ ایک روز آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر بآوازِ بلند اہلِ قریش کو پکارا۔ جب نبی کریم ﷺ کی پکار پر سب جمع ہو گئے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اَرَأَيْتُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اِنَّ خَيْلًا بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَكُنْتُمْ تُصَدِّقُوْنَ؟

اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے دشمن کا ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری اس بات کا یقین کر لو گے؟ تو قریش نے کہا:

Marfat.com

نَعَمْ اَنْتَ عِنْدَنَا غير متهم وَ مَاجَرَبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَطُّ۔

ہاں ہاں ہم اس پر ضرور یقین کر لیں گے۔ کیونکہ ہم نے کبھی آپ ﷺ کو جھوٹ بولتے نہیں سنا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔

اے لوگوں میں تم لوگوں کو عذاب نازل ہونے سے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ اے بنو عبد المطلب، اے بنو عبد مناف، اے بنو زہرہ، اے بنو تمیم، اے بنو مخزوم، اے بنو اسد، سب غور سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رشتہ داروں کو آخرت کے عذاب سے آگاہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی اور یہ نہ کہا کہ اس کے سواء کوئی معبود نہیں تو میری قرابت داری دنیا و آخرت میں تمہیں کوئی نفع نہ دے سکے گی۔

اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُنْذِرَ عَشِیْرَتِیَ الْاَقْرَبِیْنَ. وَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ الدُّنْیَا مَنْفَعَةً، وَلَا مِنَ الْاٰخِرَةِ نَصِیْبًا، اِلَّا اَنْ تَقُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

ابولہب کی جسارت و گستاخی

حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد فرمانے کے بعد ابولہب نے گستاخانہ انداز میں کچھ کہنا چاہا تو نبی کریم علیہ السلام نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس بدبخت نے از خود اپنی بدبختی کو آواز دیتے ہوئے کہا:

تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْیَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟

تو نعوذ باللہ برباد ہو اس کام کے لئے تم نے ہم سب کو جمع کیا؟ اس بدبخت کی اس گستاخی پر نبی کریم ﷺ کچھ پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی گستاخی کا جواب دیتے ہوئے پوری سورت نازل فرمادی۔

تَبَّتْ یَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَیَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ۔ (سورۃ اللہب)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ خود ہلاک ہو گیا، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں جائے گا اور اس کی بیوی بھی جائے گی جو لکڑیاں ڈھونے والی ہے۔ اس کی گردن میں پوست کھجور کی بٹی ہوئی رسی ہوگی۔

اس کے بعد ابولہب اپنی تباہی و بربادی پر اللہ تعالیٰ کی مہر لگوا کر سب کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد اہل مکہ کی تمام تدبیریں اور سازشیں ناکام ہو گئیں۔

Marfat.com

باب 18:

بت پرستی کی مذمت

نبی کریم علیہ السلام لوگوں کو جنت کی بشارت دینے اور عذاب جہنم سے ڈرانے کے لئے تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم توحید کے مبلغ بن کر آئے اور بت پرستی کی مذمت کی اور لوگوں کو ایک اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ قریش مکہ بتوں کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی آگ لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اب قریش مکہ بتوں کی بھر پور مذمت پر تلملا اٹھے اور پوری طرح میدان میں آنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ اور حضور علیہ السلام کو جانی نقصان پہنچانے کے لئے اور شدید محاذ آرائی کے لئے باہمی مشورے کرنے لگے۔ قریش مکہ کے وفد ابو طالب کے پاس تین مرتبہ گئے اور کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو سمجھا دیں کہ وہ اس طرح ہمارے بتوں کے خلاف تقریریں نہ کرے۔

ہم اپنے بتوں کی توہین برداشت نہیں کریں گے یا تو آپ ان کو روک لیں۔ یا پھر ہم دونوں سے آخری دم تک جنگ کریں گے۔ ان کی اس طرح دشمنی مول لینا ابو طالب کے لئے آسان کام نہ تھا۔ باوجود اس کے کہ انہوں نے اپنے بھتیجے کا دین اسلام قبول نہیں کیا تھا؟ لیکن وہ اس کے برعکس اپنے بھتیجے کو تبلیغ اسلام سے روکنے کے لئے بھی آمادہ نہ تھے۔

نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا تاریخ ساز کارنامہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب ابو طالب نے بلایا اور کہا اے میرے بھتیجے اپنے آپ کو اور مجھے بچاؤ اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں اٹھا نہ سکوں۔ (الروض الانف، سیرۃ ابن ہشام: ج ۳، ص ۱۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کی بات سنی تو چند لمحات کے لئے ساکت رہ گئے۔ اس وقت گویا پوری تاریخ انسانیت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب متوجہ ہو کر اپنا سفر جاری رکھنا بھول گئی تھی کیونکہ اس کے مستقبل کا انحصار نبی دو جہاں رحمت کائنات دستگیر زماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر تھا۔ یہ دار الندوہ کا سیکرٹریٹ تھا۔ جس میں وڈیرے، سردار امراء اور اہل قریش کے نامی گرامی سردار تھے۔ بڑے بڑے چوہدری برادران اور ابو جہل عتبہ وشیبہ وغیرہ موجود تھے۔ جناب ابو طالب نے تعارف کراتے ہوئے فرمایا۔ اے بیٹے یہ مکہ کے

Marfat.com

فلاں وڈیرے ہیں۔ یہ فلاں چوہدری صاحب ہیں۔ یہ فلاں سردار ہیں۔ یہ سب کے سب میرے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم اپنی تبلیغی سرگرمیاں ختم کردو اور ان کے بتوں کے خلاف وعظ نہ کرو ورنہ ان کی تلواریں بے نیام ہو جائیں گی۔ اور مکے کی مقدس گلیاں خون سے رنگین ہو جائیں گی۔ یہ دھمکی جب ملی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں اور آخری نبی ہیں۔ اس لئے چند لمحے غور و فکر فرمایا اس کے بعد فیصلہ کن انداز میں جو الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے یہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان سے تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا اور انسانیت کو بت پرستی کے چنگل سے نجات ملنے کی راہ نکل آئی۔ نبی کائنات فخر موجودات سرور سروراں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

يَا عَمُّ وَاللّٰهِ، لَوْ وَضَعُوْا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أُهْلَكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ۔ (سبل الھدی والرشاد)

ترجمہ: اے چچا جان اللہ کی قسم جس کے قبضے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو میں دینِ اسلام کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا۔ خواہ اس راہ میں مجھے ہلاکت موت ہی نظر آئے تب بھی میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

(الروض الانف، شرح سیرۃ ابن ہشام: ج ۳، ص ۵۲)

نبی کریم علیہ السلام کے اس پر عزم جواب سے ابو طالب کے دل میں ایک گونہ مسرت بھی پیدا ہوئی اور ان کی آنکھیں اپنے بھتیجے کے اس پر تاثیر اور اٹل جواب سے اشک بار ہو گئیں اور آپ نے کہا بیٹا آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ بوڑھے چچا کی رگوں میں جوانی کا خون دوڑنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ابو الاثر حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے۔

جفا و جور کی آندھی چلے طوفان آجائیں
مٹانے کو میرے شداد اور ہامان آجائیں
میرے ہاتھوں میں لاکر چاند و سورج بھی اگر دیں
میرے پاؤں تلے روئے زمین کا مال و زر رکھ دیں
پر خدا کے حکم سے میں باز ہرگز نہیں رہ سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

قریش کا ظلم و ستم

اس کے بعد قریش مکہ نے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لئے ان پر ظلم و ستم کا بازار گرم کر دیا۔

Marfat.com

انہوں نے مسلمانوں پر وہ ظلم ڈھائے اور ایسے ایسے ظلم کئے کہ ان کے تصور سے ہی دل کانپ جاتے تھے مگر آفرین ہے ان مسلمانوں پر شمع رسالت کے پروانوں پر توحید پرستوں پر کہ انہوں نے ہر ظلم برداشت کیا۔ صبر واستقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ جو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ جب مسلمان ہوئے تو ان پر امیہ بن خلف نے ظلم وتشدد کی انتہاء کر دی اور ان پر اس قدر گھناؤنا تشدد کیا کہ جس کا ذکر سننے والے کی روح بھی کانپ کر رہ جاتی ہے۔ انہیں چلچلاتی دھوپ میں گرم ریت پر لٹا دیا جاتا، دہکتے ہوئے کوئلوں سے داغا جاتا ۔انہیں گرم جھلستی ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر گرم اور بھاری کھردرا پتھر رکھ دیا جاتا اور ان سے کہا جاتا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں مگر ان کی زبان سے صرف ایک ہی لفظ نکلتا۔ احد احد اللہ ایک ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ شدت تکلیف سے بے ہوش ہو جاتے مگر جب ہوش آتا تو پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہی زیب زبان ہوتا۔ کئی کئی روز تک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کفار مکہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنے رہے۔ ایک دن حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے تو ان کی تکلیف اور آہ و پکار برداشت نہ کر سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد فرما دیا۔

روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آزادی کی جتنی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی اس قیمت پر کئی غلام خرید کر آزاد کئے جا سکتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور بھی کئی غلاموں کو قریش کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے خرید کر آزاد فرمایا۔

ابوجہل نے ایک کنیز کو اسلام چھوڑنے سے انکار پر اس کے سینے میں برچھا مارا اور اسے شہید کر دیا ظلم وستم کا یہ سلسلہ صرف غلاموں تک ہی محدود نہ تھا کفار مکہ نے عام مسلمانوں پر بھی ظلم وتشدد کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ ابوجہل نے اونٹ کی اوجھڑی منگوا کر جب نبی علیہ السلام سجدہ ریز ہوئے تو آقا علیہ السلام کی پشت مبارک پر رکھ دی جس کے بوجھ اور گندگی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیف ہوئی اور جب اس بات کی اطلاع سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو وہ بھاگی ہوئی آئیں اور آ کر اوپر سے اوجھڑی ہٹائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر گھر آئیں اور آقا علیہ السلام کا لباس دھویا اور صاف کیا۔ اسکے علاوہ بھی نبی علیہ السلام کو ہر طریقہ سے تنگ کیا گیا اور ایذا رسانیوں کی انتہا کر دی مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اف تک نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ میں مگن رہے۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 19:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

ایک دن ابو جہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بد کلامی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جواب دیئے بغیر وہاں سے چلے آئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور رضاعی بھائی بھی تھے۔ ان کو شکار کا بڑا شوق تھا۔ ان کا یہ معمول تھا کہ شکار سے واپسی پر پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے پھر گھر جاتے۔ اس روز جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آئے تو راستے میں ان کی لونڈی نے بتایا کہ آج ابو جہل نے زیادتی کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پورا حال بتا دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سیدھے کعبہ شریف پہنچے اور وہاں ابو جہل الٹی پالتی مارے بیٹھا شیخیاں بگھارنے میں مشغول تھا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ غصے میں تھے جاتے ہی ابو جہل کے سر پر کمان اتنے زور سے ماری کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا قبیلہ مخزوم کے لوگ اپنے سردار کی حمایت میں اٹھے اور آگے بڑھے مگر ابو جہل نے یہ کہہ کر کہ زیادتی کی پہل میری طرف سے ہوئی تھی معاملہ رفع دفع کر دیا اس کے بعد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ گھر گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کا بدلہ ابو جہل سے لے آیا ہوں اب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو؟ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان میں دنیا میں بدلہ لینے نہیں آیا میں تب خوش ہوں گا جب آپ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں گے۔

وقت قبولیت کا تھا اسی وقت آپ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے اور عرض کی آج کے بعد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نصرت و حمایت میرے لئے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتی سرگرمیاں اور دین اسلام کی روز بروز بڑھتی ہوئی مقبولیت سے کفارِ مکہ پریشان ہو گئے۔ انہوں نے ہر طرح کا جبر و تشدد کر کے دیکھ لیا کہ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھی اسلام کو کسی طرح بھی چھوڑنے پر تیار نہیں۔

کفار مکہ نے باہم مشورہ کر کے عتبہ بن ربیعہ کو سفیر بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ عتبہ بن ربیعہ انتہائی عالی نسب ہونے کے علاوہ بے حد فہم و فراست کے مالک مانے جاتے تھے۔ ان کے ذمہ یہ کام سونپا گیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا جو اس وقت بیت اللہ شریف کے ایک کونے میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول تھے۔ ان کے پاس جا کر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت دین اسلام دینے سے دستبردار ہونے کے بدلے منہ مانگی دولت لے لیں۔ عتبہ بن ربیعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

Marfat.com

اور عرض کی اے میرے بھائی کے بیٹے ہمیں اعتراف ہے کہ آپ قریش کے عالی نسب ہیں لیکن آپ نے اپنی قوم کے اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ میں آپ کے سامنے چند تجاویز پیش کرتا ہوں ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی ایک آپ ﷺ قبول کر لیں۔

1. اگر اس دعوت دین اسلام کا مقصد بہت سا مال جمع کرنا ہے تو ہم لوگ آپ ﷺ کے لئے اتنی دولت جمع کر سکتے ہیں کہ عرب میں آپ ﷺ سے زیادہ کوئی دولت مند نہ ہوگا۔
2. اگر آپ ﷺ کا یہ ارادہ ہے کہ آپ ﷺ تمام عرب کے سردار بن جائیں تو ہم خوشی سے آپ کو سردار اور قائد تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔
3. اگر آپ ﷺ بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم کو یہ بھی منظور ہے کہ آپ ﷺ کو بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

جب عتبہ بن ربیعہ اپنی ساری باتیں کہہ چکا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عتبہ بن ربیعہ کچھ اور بھی کہنا ہے۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا جی نہیں۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے سورۃ یوسف کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔

الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ (۱) إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۔ (۲)

(سورۃ یوسف، آیت ۱، ۲)

یہ واضح کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہم نے اس کو ایسا قرآن اتارا ہے جو عربی زبان میں ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ جب نبی کریم ﷺ تلاوت فرما رہے تھے عتبہ بن ربیعہ اپنی کمر پر دونوں ہاتھ رکھے حیرت سے سنتا رہا۔ نظر جلال و جمال نبوت پر جمائے سوچتا رہا کہ کتنی عظیم ہے یہ ہستی جسے نہ مال و دولت کا لالچ ہے نہ کسی دنیاوی منصب کی خواہش، حکومت اور فرمانروائی تو اس ہستی کی نگاہوں میں ایک تنکے کے برابر بھی نہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے کلام الٰہی کے نکلنے والے الفاظ بے شمار حقیقتوں کا سمندر ہیں۔ اس قرآن مجید کی تلاوت کی ہوئی آیات فصاحت و بلاغت میں بے مثال ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عتبہ بن ربیعہ میرا یہی جواب ہے۔

عتبہ بن ربیعہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے بے حد متاثر ہوا اور قرآن حکیم کی آیات اور ان کی فصاحت و بلاغت پر غور کرتا ہوا اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہا کہ محمد بن عبداللہ ﷺ کو مہلت دی جانی چاہئے لیکن قریش مکہ کو عتبہ بن ربیعہ کا مشورہ پسند نہ آیا اور ان کی دشمنی مزید بڑھ گئی اور مسلمانوں پر جبر و تشدد کی مہم اور تیز کر دی۔ (کتاب المغازی للواقدی، ج ۱، ص ۵۲)

Marfat.com

پہلی ہجرت حبشہ

جب کفار مکہ کے مظالم مسلمانوں پر حد سے بڑھ گئے اور مسلمانوں کو نہ صرف تشدد کا نشانہ بنایا جانے لگا بلکہ کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حبشہ کی جانب کی جانے والی ہجرت دین اسلام کی پہلی ہجرت تھی۔ جو قافلہ ۱۲ مردوں اور ۴ خواتین پر مشتمل تھا۔ نہایت رازداری سے ہجرت کر گئے۔ ان کے قافلہ سالار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو حضور علیہ السلام کی لخت جگر تھیں۔ ان کی خدمت گزاری کے لئے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ مع اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ گئے۔

دوسری ہجرت حبشہ

اس مرتبہ پہلے والے مہاجر اور مزید مسلمان حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے۔ اس دفعہ مردوں کی تعداد ۸۰ اور خواتین کی تعداد ۱۸ تھی۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ بچے بھی تھے اور اس دفعہ ہجرت کرنے والوں میں حضرت جعفر طیار بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

کفار مکہ نے ایک وفد قیمتی تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا۔ جو نجاشی بادشاہ کے دربار میں مطالبہ کرے کہ مسلمانوں کو واپس بھیجا جائے۔ اس وفد میں قریش کے نمایاں افراد میں سے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے جا کر امراء کو تحائف دے کر اپنے حق میں کرنے کی کوشش کی۔ پھر بادشاہ نجاشی کے دربار میں گئے اور درخواست کی کہ ان کے کچھ لوگ اپنے آبائی دین سے پھر گئے ہیں اور آپ کے ہاں پناہ لے چکے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے جسے ہماری عقلیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔

لہٰذا ہم ان مفروروں کو واپس لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ نجاشی کے درباریوں نے کفار مکہ اہل قریش کی تائید کی مگر نجاشی بادشاہ سمجھدار تھا اس نے اصرار کیا کہ وہ پہلے ان لوگوں سے اس نئے دین کے بارے میں استفسار کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو نجاشی بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ نجاشی نے جب مسلمانوں سے ان کے دین کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ بھی عیسائیوں کی طرح ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس پر قریش مکہ اور مسلمانوں میں بحث شروع ہوگئی۔ اور کفار مکہ نے کہا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ جب نجاشی بادشاہ نے مسلمانوں سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا

Marfat.com

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور پاکیزہ انسان تھے۔ اس پر کفار مکہ نے اس بات کو اچک لیا اور نجاشی سے کہا دیکھا اور سن لیا کہ مسلمان کیا کہتے ہیں۔ نبی مانتے ہیں اور نیک انسان مانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں نجاشی نے مسلمانوں کو ان کے حوالے کرنے کا اعلان کر دیا۔ امیروں نے سپاہیوں کو اشارہ کیا انہوں نے زنجیروں کو مسلمانوں کے قدموں کے پاس لا کر رکھ دیا۔ اس پر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نہایت ہی جوش سے آگے بڑھے اور بادشاہ نجاشی سے کہا کہ کیا آپ ہمیں انہی ظالم لوگوں کے حوالے کر دیں گے؟ جن سے جان بچا کر ہم آپ کے وطن میں پناہ گزیں ہوئے ہیں۔ کیا آپ کفار مکہ کے مطالبے پر عمل کریں گے انہی کی بات سنیں گے؟ مسلمانوں کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقعہ نہیں دیں گے۔ اہل قریش نے ان کو چپ کرانے کی کوشش کی مگر نجاشی بادشاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا آخر ان کی بات سن لینے میں کیا حرج ہے؟ نجاشی بادشاہ کے اشارے پر زنجیروں والے سپاہی پیچھے ہٹ گئے اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نہایت پر اثر اور دلنشین انداز میں بولنا شروع کیا۔

اے بادشاہ سلامت ہم لوگ جہالت میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے اور گناہ کرتے تھے ہم رحم سے نا آشنا اور صلہ رحمی سے بے نیاز تھے۔ پڑوسیوں کا کوئی شعور نہیں تھا۔ ہم میں ہر ایک کمزوروں کے مال پر قبضہ جمانے کو باعثِ فخر سمجھتا تھا۔ ہم لوگ ابتر زندگی بسر کر رہے تھے کہ یکا یک رحمت خداوندی کو جوش آ گیا اور اس نے ہم پر نظر کرم فرمائی اور ہمارے درمیان اس ہستی کو نبی بنا کر بھیجا۔ جن کی خاندانی شرافت اور نیکی کے ہم پہلے بھی قائل تھے۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بتوں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ شرک سے باز آ جائیں اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔ نیک عورتوں پر بہتان نہ لگائیں ہمسایوں اور یتیموں غریبوں کی خبر گیری کریں۔ ہم نے بت پرستی ختم کر دی اور اللہ تعالیٰ وحدہ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ یہی ہمارا جرم ہے یہی ہمارا قصور ہے۔ جس کی پاداش میں ہمارے اپنوں ہی نے ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے اور جب ہم یہاں آ کر سکھ کا سانس لینے لگے تو یہ لوگ بھی چلے آئے ہیں تا کہ ہمیں واپس لے جا کر پھر مشق ستم بنا سکیں۔

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں۔ انہوں نے ہمیں امانت و دیانت حقوق العباد صلہ رحمی اور انصاف کی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے ہمیں غارت گری فحش کلامی اور بہتان طرازی سے منع فرمایا ہے۔ ہم نے ان کی تعلیم پر لبیک کہا۔ ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ ہم ان کی رسالت پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو گئے اور یہ لوگ ہمارے دشمن بن گئے۔ پھر جب ہم ان کے مظالم سے تنگ

Marfat.com

آکر اپنے وطن عزیز سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو ہماری نگاہیں آپ کے وطن پر پڑیں کہ آپ کے وطن میں ہم محفوظ رہیں گے کیونکہ آپ انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ ہیں۔

مگر اے بادشاہ یہ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے اور آپ سے ہماری واپسی کے مطالبے کے ساتھ عیاری کرنے لگے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی پر اثر تقریر نے نجاشی پر خاطر خواہ اثر کیا اور اس نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اسے اس کلام قرآن مجید کا کچھ حصہ سنائیں جو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات کی تلاوت فرمائی۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا۔

حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ سب کہنے لگے کہ بھلا ہم گود کے بچے سے باتیں کیسے کریں؟ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا ہے۔

جب تلاوت حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے مکمل کی تو درباری بے ساختہ پکار اٹھے کہ بخدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بنیاد ایک ہی ہے۔ اس کی تائید نجاشی بادشاہ نے بھی کی اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگ جو وفد کی صورت میں تحائف لے کر آئے تھے سب کو مخاطب کر کے کہا آپ لوگ واپس جا سکتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو آپ کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اس پر کفار مکہ دربار سے چلے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ نجاشی بادشاہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں اس تنکے کے برابر بھی مزید اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد نجاشی بادشاہ اور زیادہ خوش ہوا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکریم کرتے ہیں اور ان کی رسالت کی صداقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اب مسلمان اس کے ملک میں نہایت ہی امن و سکون اور چین سے رہنے لگے۔ (القول المبین فی سیرۃ المرسلین: ج ۱، ص ۱۴۵)

Marfat.com

باب 20:

حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تقریباً ۳۵ سال کے تھے، لیکن قوی پر شکوہ بے باک و نڈر سخت غصہ والے۔ اپنے اقارب پر بہت ہی شفیق اور مہربان تھے۔ ان کا شمار قریش کے ان افراد میں تھا جو مسلمانوں پر سخت غصہ کرتے تھے۔ مسلمانوں کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا بھی ناگوار تھا۔ کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے سخت نفرت کرتے تھے ایک دن دار ارقم میں مسلمان جمع تھے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر بھی چند صحابہ کرام تشریف فرما تھے۔ اس اجلاس کی خبر سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بے حد مشتعل ہو گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تا کہ اہل مکہ کے باہم جھگڑے ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جن لوگوں نے بتوں کی پوجا چھوڑی ہے وہ سلسلہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب ہاتھ میں ننگی تلوار لئے تیز تیز قدموں کے ساتھ اس مکان کی طرف جا رہے تھے جہاں مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع تھے کہ راستے میں نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی وہ ان کے ارادے کو سمجھ گئے اور ان سے پوچھنے لگے اور انہوں نے صاف صاف بتا دیا کہ میں آج محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ جواباً نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا عمر تم کس دھوکے میں مبتلا ہو؟ اگر تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا تو عبد مناف والے تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ پہلے تم خود اپنے گھر کی خبر لو تمہارے کتنے رشتہ دار مسلمان ہو چکے ہیں۔ پہلے تم اپنی بہن فاطمہ بنت خطاب اور ان کے خاوند سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو دیکھو وہ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب یہ سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور واپس اپنے گھر کی طرف چل دیئے۔ گھر کے باہر ہی تھے کہ تلاوت قرآن حکیم کی آواز سنی۔ ان کی ہمشیرہ نے قدموں کی آہٹ سنی تو قاری کو الگ کر دیا۔ قرآن حکیم چھپا دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ آواز کیسی تھی جو میں نے سنی ہے؟ دونوں میاں بیوی نے بات ٹال دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود انہوں نے اعتراف نہ کیا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

جلال میں آ کر کہا کہ میں نے سب سن لیا ہے۔تم دونوں محمد ﷺ کا دین اسلام قبول کر چکے ہو۔ یہ کہتے ہوئے پہلے سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر برس پڑے اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہ بن خطاب رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کو بچانے کے لئے آگے ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی مارا کہ وہ بھی لہولہان ہو گئیں۔ دفعتاً دونوں پکار اٹھے اور کہا جاؤ ہم مسلمان ہو چکے ہیں جو چاہو کر لو اب یہ نعمت ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہن کے سر سے خون بہتا ہوا دیکھا تو دل نرم ہو گیا اور بہن کی محبت کا جذبہ جاگ اٹھا اور نرم پڑ گئے پھر کہا ذرا مجھے بھی تو سناؤ تم کیا پڑھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا اے عمر اگر یہ کلام سننا چاہتے ہو تو پہلے غسل کرو پھر تمہیں سنائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور آئے تو انہوں نے تلاوت شروع کی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر رقت طاری ہو گئی۔ روح و بدن پر آیات قرآنی کا ایسا اثر ہوا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ ندامت سے سر جھکا لیا۔ اسی کیفیت میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس گھر کی طرف چل دیئے جس گھر میں اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کو قتل کے ارادے سے اپنے گھر سے چلے تھے لیکن اس وقت وہ خود اپنی تمام شیطانی عادات کو قتل کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں سر جھکائے کھڑے ہو گئے اور پرنم آنکھوں سے تھرتھراتے ہونٹوں سے دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی آواز کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے ہر حکم کی تعمیل کا عہد وفا باندھ لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد اہل ایمان کی ہمت میں طاقت میں اور اضافہ ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے کفار مکہ کی صفوں میں شگاف پڑ گیا۔ تب سے مسلمانوں اور قریش کا موقف بدل گیا۔ اہل قریش کو سیاسی اقتدار کے زوال کا خطرہ لاحق ہو گیا اور مسلمانوں کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کے اسباب نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامیابی کی راہ ہموار کر دی۔ جس پر گامزن ہو کر نبی کریم ﷺ سیاسی اقتدار سے بھی بہرہ مند ہو گئے۔

حبشہ سے مسلمانوں کی واپسی

ایک روایت کے مطابق مسلمانوں کا حبشہ سے واپسی کا سبب یہ تھا کہ نجاشی بادشاہ کے خلاف ایک انقلاب برپا ہو رہا تھا اور مسلمان ظاہر ہے کہ نجاشی بادشاہ کے خیر خواہ تھے، مگر چونکہ ابھی مسلمانوں کو حبشہ میں آئے ہوئے صرف تین ماہ ہوئے تھے۔ اس لئے وہ حبشہ کی سیاست میں داخل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ مزید

Marfat.com

جب انہوں نے سنا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کا نہ صرف سر عام اعلان کیا بلکہ اب وہ بیت اللہ شریف میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کفار مکہ بھی جان چکے تھے کہ اب ان کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ پہلے کی طرح مسلمانوں کو اپنے تشدد کا نشانہ بنائیں۔ یا کسی کی جان لیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مکہ مکرمہ والوں میں خانہ جنگی شروع ہو سکتی تھی۔ جس کے انجام سے وہ سب لوگ بخوبی واقف تھے، اس لئے اب انہوں نے اس مسئلے کا حل سیاسی طور پر تلاش کیا جو ان کے نزدیک مقاطعہ تھا۔

چونکہ دونوں حضرات یعنی سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور دلیری سے مسلمان اچھی طرح آگاہ تھے اس لئے انہوں نے حبشہ سے واپسی پر مکہ مکرمہ آنے کا ارادہ کر لیا۔ نیز مکہ کے کئی با اثر افراد نے کچھ مسلمانوں کی ضمانت پناہ کی صورت میں دی۔ مگر جب کفار مکہ نے مسلمانوں کا سماجی بائیکاٹ کر دیا۔ ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کرنے پر اور خرید و فروخت پر پابندی عائد کر دی۔ اور ایک دستاویز لکھی جس میں بنو ہاشم اور عبدالمطلب کے معاشرتی، سماجی مقاطعہ پر سب نے دستخط کئے۔ بنی ہاشم کے ساتھ رشتہ ناطہ لین دین اور میل جول ختم کر دیا۔ یعنی ہر طرح سے تعلقات ختم کر کے عہد کر لیا۔

اس دستاویز پر نہ صرف مکہ والوں نے بلکہ گرد و نواح کے سرداروں نے بھی دستخط کئے۔ یہ دستاویز خانہ کعبہ میں آویزاں کر دی گئی۔ قریش و کفار مکہ اس مقاطعہ سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ بنو ہاشم ان کی اس سیاسی چال کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اور بھوک سے تنگ آ کر اپنی روش ترک کر کے ان سے آملیں گے۔ اس دوران اگر کوئی تنہا اور اکیلا مسلمان ان کے ہتھے چڑھ گیا تو یہ لوگ اس پر ظلم و ستم ڈھانے سے باز نہ آئیں گے۔

تین سال تک یہ مقاطعہ قریش جاری رہا اور کفار مکہ اس آس میں بیٹھے رہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی آج یا کل انہیں چھوڑ کر ان کے پاس آجائیں گے اور اسلام کی روز بروز ترقی ختم ہو جائے گی لیکن اس مقاطعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت و ہمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھیوں کی قوت ایمانی میں ترقی ہوتی گئی اور ان میں تبلیغ دین اسلام کا ذوق و شوق اور بڑھ گیا۔ کفار مکہ نے انہیں مکہ مکرمہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ ان کے سامان گھروں سے نکال کر باہر پھینک دیئے اور کئی مسلمانوں کو گھسیٹ

Marfat.com

گھسیٹ کران کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے پہاڑوں میں رہ کر تبلیغ کا راستہ نکال لیا اور اسلام جو کل تک مکہ مکرمہ کی گلیوں بازاروں اور دارارقم میں محصور تھا۔ آج دشت وجبل کی کھلی فضا میں دین اسلام کی آواز حق سے پہاڑ گونج اٹھے۔ اسلام کی شہرت پورے جزیرۂ عرب میں پھیلنا شروع ہوگئی۔

صحراء نشین اور نواحی بستیوں میں رہنے والے اسلام قبول کرنے کے لئے دور دور سے آنے لگے۔ جس سے کفار مکہ انگاروں پر لوٹنے لگے اور سوچنے لگے کہ ان بادیہ نشینوں کو دین اسلام سے کس طرح روکا جائے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا رہا تو ہمارا مذہبی وسیاسی اقتدار اور تجارت خاک میں مل جائیں گے۔ کفار مکہ نے دین اسلام کی تبلیغ روکنے کے لئے اپنی پوری ہمت اور توانائیاں صرف کر دیں اور محصور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کر سکتے تھے کر گزرے۔ مگر ان کی پھونکیں شمع اسلام کو بجھا نہ سکیں۔ کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکانا اور اہل خاندان کو مرعوب کرنا اور دین اسلام کی تحقیر کرنا اور آقا علیہ السلام اور مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرنا تمسخر اڑانا اور ظلم وستم ڈھانا جب ہر حربہ ناکام ہوا اور کسی کام نہ آیا اور نامرادی اور ناکامی کفار مکہ کا مقدر ٹھہری تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ایک مرتبہ لالچ دینا چاہا کہ آپ کو بادشاہ بنا کر ہم خود رعایا بننے کے لئے تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں مال وزر کے انبار لگا دیں گے۔ مگر یہ سارے حربے ناکام ثابت ہوئے۔ اس کے بعد سوشل بائیکاٹ یعنی معاشرتی مقاطعہ پر بھی عمل درآمد کر کے بھی دیکھ لیا مگر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے عزم واستقلال کو سرنگوں نہ کر سکے۔

کفار مکہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر اڑے رہے اور جاننے، سمجھنے اور دیکھنے کے باوجود انہوں نے دین اسلام قبول کرنے میں جاہلانہ ضد بنالی۔ بلکہ وہ دین اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے کی کوششوں میں اپنی عاقبت خراب کرتے رہے۔ ابوجہل کا یہ کہنا اے بھتیجے میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا مگر اپنے باپ دادا کا دین بھی نہیں چھوڑ سکتا یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ اب انہوں نے دین اسلام کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا اور اس دشنام طرازی اور بہتان تراشی کی مہم کا آغاز کر دیا۔ کفار مکہ ہر قیمت پر اسلام کے خلاف جنگ جیتنے کا عزم کر چکے تھے مگر کاتب تقدیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ شکست کی مہریں کفار کے ماتھوں پر لگا چکا تھا مگر کفار مکہ اس کو محسوس نہیں کر رہے تھے۔

Marfat.com

بنو ہاشم اور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے کفار مکہ و اہل قریش نے مکمل تین سال تک مسلمانوں کو شعب ابی طالب نامی پہاڑ کی گھاٹی میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا۔ حرمت کے چار ماہ رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم تھے۔ ان دنوں وہ ڈاکہ قتل و غارت اور دوسری برائیوں سے اجتناب کرتے تھے۔ لوگ بے خوف و خطر دور دراز سے مکہ مکرمہ حج و زیارت کے لئے آتے، ان چار مہینوں میں نبی کریم ﷺ دعوت دین کے لئے گھاٹی سے اترتے اور خانہ کعبہ تشریف لاتے۔ زائرین کو دین اسلام کی دعوت دیتے اور برے اعمال کی سزا میں جہنم سے ڈراتے اور اچھے اعمال کی جزا میں جنت کی بشارت دیتے۔ زائرین کعبہ نبی کریم ﷺ اور دوسرے مسلمانوں پر کفار مکہ اور اہل قریش کے ظلم و ستم کے واقعات وہاں رہنے والوں کی زبانی سن کر بہت متاثر ہوئے ان میں اکثر نے اسلام قبول کر لئے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے صبر و استقامت سے اہل مکہ میں سے کافی لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ وہ لوگ ابو جہل اور ابولہب کی طرح سنگ دل نہ تھے۔ شعب ابی طالب میں مسلمانوں نے ایک طویل مدت صبر و سکون کے ساتھ بسر کی اور تمام مصائب اور تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔

اس دوران مسلمان بھوکے رہے پیاسے رہے درختوں کی جڑیں اور پتے کھا کر گزارہ کرتے رہے مگر انہوں نے نبی کریم ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ مسلمانوں کی تکالیف پر اہل قریش اور عرب کے بعض افراد نے دکھ محسوس کیا اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی۔ ان رحم دل لوگوں میں سے ہشام بن عمرو سرفہرست تھا۔ ہشام بن عمرو رات کے وقت پکا ہوا کھانا اور اناج کی بوریاں اونٹوں پر لاد کر گھاٹی کے پاس لے جاتا اور پھر اونٹ کی نکیل کھول کر اونٹ کو گھاٹی کے اندر کی جانب چھوڑ دیتا جسے مسلمان پکڑ لیتے اور سامان اتار کر اونٹ کو واپس بھیج دیتے۔

مسلمان قریش کے دشمن ضرور تھے مگر ان کے رشتہ دار بھی تھے لہٰذا اس ہمدردی پر حیرت نہیں ہوتی۔ ہشام بن عمرو نے مسلمانوں کے حق میں ایک اور قدم اٹھایا اور زہیر بن امیہ کے پاس گیا جو حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادی سیدہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے اور نبی کریم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ہشام بن عمرو نے مسلمانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے کہا اے زہیر کیا یہ انصاف ہے کہ ہم اور آپ پیٹ بھر کر

Marfat.com

کھانا کھائیں اور سکون کی نیند سوئیں۔ بدن پر اعلیٰ پوشاک زیب تن کریں۔ مگر آپ کے اور میرے بھائی اور چچا و ماموں کھانے پینے کو اور زندگی کے سکون کو ترسیں؟ انہیں کسی قسم کی خرید و فروخت کی اجازت نہ ہو۔ انہیں گھر کا سکون نصیب نہ ہو انہیں شادی کرنے کے لئے کوئی رشتہ نہ دے۔ اللہ کی قسم اگر آپ اس طرح کا بائیکاٹ ابو جہل کے بھائیوں اور دیگر قریش کے ساتھ کرنے کا مطالبہ کرتے تو وہ کبھی اس پر راضی نہ ہوتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو فرمایا کہ وہ دستاویز اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دیمک چاٹ چکی ہے۔ جب ابو طالب خود خانہ کعبہ میں گئے اور قریش سے کہا کہ وہ دستاویز لے کر آئیں۔ جب وہ دستاویز لائے تو اس میں سوائے اللہ کے نام پاک کے تمام حروف دیمک چاٹ چکی تھی۔ مگر کفار مکہ و قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ جادوگر قرار دیا۔ اس کے ساتھ ہی مقاطعہ کا خاتمہ ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ: ج ۳، ص ۱۴۰)

دوسری روایت زہیر کی محبت عود کر آئی اور انہوں نے ہشام بن عمرو کے ساتھ مل کر تہیہ کر لیا کہ وہ بائیکاٹ کی دستاویز کو تلف کر دیں گے۔ انہوں نے اس کام کے لئے مطعم بن عدی ابو البختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود کی معاونت بھی حاصل کر لی اور عہد کیا کہ وہ ہر قیمت پر اس دستاویز کو جو مسلمانوں سے بائیکاٹ کی بنیاد ہے تلف کر کے رہیں گے۔ اس کے اگلے روز زہیر بن امیہ کعبہ کی طرف گئے اور سات چکر لگائے اور طواف پورا کیا اور اس کے بعد باآواز بلند پکار کر کہا اے مکہ والو کتنے شرم کی بات ہے کہ تم لوگ تو پیٹ بھر کر گھر سے نکلو اور خوبصورت لباس پہنو اور بنو ہاشم ایک ایک دانے کو ترسیں۔ سنو جب تک میں اس بائیکاٹ کی دستاویز کو پرزے پرزے نہ کر دوں تو چین سے نہیں بیٹھوں گا۔ ابو جہل بھی اس وقت وہیں بیٹھا تھا یہ سن کر اس کا پارہ چڑھ گیا اور غصے سے چیخ کر بولا۔ اے زہیر؟ کیا تم دستاویز پھاڑ ڈالو گے؟ نہیں نہیں آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ یہ سن کر مطعم بن عدی نے ابو جہل کو ڈانٹا اور کہا زہیر سچ بول رہا ہے۔ اے ابو جہل کان کھول کر سن لو یہ قرارداد اپنے تکمیلی مراحل تک پہنچ چکی ہے۔ دوسری طرف ابو البختری نے بلند آواز سے کہا ابو جہل جھوٹ بولتا ہے۔ پھر تیسری طرف سے آواز آئی زمعہ بن اسود نے کہا اب اس قرارداد کو ختم کرنے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

اس کے ساتھ عمرو بن ہشام نے بھی ابو جہل کو آڑے ہاتھوں لیا اور اسے خاموش کر دیا۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

ان پانچوں کے ڈر سے ابوجہل نے معاملہ بگڑ نہ جائے۔ خاموش ہو گیا۔ مطعم بن عدی نے دستاویز کو ختم کرنے کے لئے جب قدم آگے بڑھایا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہاء نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا تمام تحریرات کو دیمک چاٹ چکی ہے۔

اور صرف وہ حصہ باقی ہے جس پر بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دستاویزی قرارداد ختم ہو گئی اور مسلمان نبی کریم ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب سے اترے اور حرم مکہ میں داخل ہو گئے۔ بظاہر قطع تعلق تو ختم ہوا لیکن قریش اور کفار مکہ کے رویہ میں کوئی فرق نہ آیا۔ شعب ابو طالب کے حصار سے نکلنے کے ایک ہی سال کے دوران نبی کریم ﷺ کو پے در پے دو صدمات جھیلنا پڑ گئے۔

پہلے نبی کریم علیہ السلام کے مونس و غمخوار و مددگار چچا ابو طالب اس جہان فانی سے کوچ کر گئے جن کی عمر اس وقت اسی برس کے قریب تھی۔ ایک روایت کے مطابق جب ابو طالب کا آخری وقت قریب آیا تو کفار مکہ نے آئندہ آنے والے سال و حالات کا تصور کیا اور انہیں اس بات کا خدشہ ہوا کہ ابو طالب کے بعد حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے لئے سنگین خطرہ بن جائیں گے۔ جن کی شجاعت کا شہرہ پورے عرب میں ہے۔ قریش مکہ ایک وفد کی شکل میں ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا اے ابو طالب رضی اللہ عنہ آپ ہمارے لئے قابلِ احترام ہستی ہیں اور اب آپ کا آخری وقت قریب ہے، آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ ﷺ کے اختلاف سے بھی آگاہ ہیں۔ انہیں بلائیں اور ان کے اور ہمارے درمیان معاہدہ کرا دیں تاکہ ہم آئندہ ایک دوسرے کی طرف سے اطمینان میں رہیں۔ وہ ہمارے بتوں کے بارے میں تعرض نہ کریں اور ہم ان کے دین اسلام سے تعرض نہیں کریں گے۔ (سیرۃ الحلبیہ، ج ۱، ص ۴۱۲)

اس وقت نبی کریم ﷺ خود بھی تشریف لے آئے۔ قریش کے وفد نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنے معاہدہ کی شرائط پیش کیں نبی کریم ﷺ نے سن کر فرمایا:

نَعَمْ كَلِمَةً وَاحِدَةً يُعْطُونِيهَا يَمْلِكُونَ بِهَا الْعَرَبَ وَتَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَجَمَ. وَفِي رِوَايَةٍ: تَدِينُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبَ وَتُؤَدِّي إِلَيْهِمْ بِهَا الْعَجَمَ الْجِزْيَةَ۔

یعنی ہاں آپ لوگ اگر میری ایک بات مان لو تو تمام عرب تمہارے زیر نگیں اور عجم کا چپہ چپہ تمہارا باج گزار

Marfat.com

ہو جائے گا۔ابو جہل نے جواب دیا ایسی بالا دستی حاصل کرنے کے لئے دس کلمے بھی کہنا پڑیں تو ہم کو منظور ہے۔

نبی کائنات دو جہان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قُوْلُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَخْلَعُوْنَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہو اور بتوں کی عبادت کا نظریہ دلوں سے اتار کر پھینک دو۔ان میں سے ایک شخص بولا۔اے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اتنے سارے معبودوں کے بدلے میں صرف ایک معبود کی عبادت کرنے کے لئے کہتے ہیں یہ نہیں ہوگا۔(السیرۃ النبویہ،ابن کثیر ج ۲،ص ۱۲۴)

اس پر قریش یہ کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری کوئی بات نہیں مانیں گے۔اس واقعہ کے بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔اور اس کے ساتھ ہی قریش کے ظلم وستم کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔اس سے قبل جناب ابو طالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سائبان اور کفار مکہ کے حملوں کے خلاف ڈھال بنے ہوئے تھے۔مگر اب قریش اور کفار مکہ کو کوئی روکنے والا نہیں رہا تھا۔اس لئے قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو بھی اذیت کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔

Marfat.com

باب 21:

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا وصال

جناب ابو طالب کی وفات کے بعد حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا وصال فرما گئیں۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک دل اور وفا شعار رفیقہ حیات جو حسن سلوک اور مہر وفا میں اپنی مثال آپ تھیں پاک فطرت اور جوہر ایمان کا خزینہ و اوصاف حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ نبی علیہ السلام کی تسکین کا باعث تھیں۔ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے حوصلہ افزائی کے کلمات اور حسن رائے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے خوف و ہراس کے آثار یوں مٹ جاتے جیسے کسی رحمت کے فرشتہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے چہرہ اقدس پر ایمان و وفا کی تازگی دیکھتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے اور بڑھ جاتے۔ ان سے پہلے ابو طالب رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے جو ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے سامنے سینہ سپر ہوتے تھے۔ ان دو صدمات کو برداشت کرنا حضور علیہ السلام ہی کا کام تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا۔

طائف کا سفر

کفار مکہ کی سخت ایذا رسانی کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دل برداشتہ ہو کر کسی سے مشورہ کئے بغیر بالکل تنہا طائف تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے۔ طائف شہر کے باعزت اور بارسوخ قبیلہ ثقیف کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کی قسمت میں بدنصیبی لکھی جا چکی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے شریر لڑکوں کو لگا دیا۔ جنہوں نے حضور علیہ السلام پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے۔ اور نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے ایک باغ میں آ گئے اور انگور کی بیلوں کے سائے میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر سکون کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل امین آئے اور اللہ تعالیٰ کا سلام پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب اگر آپ چاہیں تو ان پتھر مارنے والوں کو طائف کے پہاڑوں کے ساتھ ٹکرا کر

Marfat.com

ملیا میٹ کر دوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جبریل میں دھرتی میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں یا اللہ اس قوم کو ہدایت عطا فرما تا کہ یہ مجھے پہچان لیں۔

یہ باغ مکہ کے ایک سردار ربیعہ کا تھا اور اس وقت جب اہل طائف نبی کریم ﷺ پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہے تھے اس کے بیٹے شیبہ اور عتبہ بھی وہاں موجود تھے۔ اگر چہ ربیعہ بھی حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا مگر اس وقت اس کے بیٹوں کا دل بھر آیا اور انہوں نے اپنے غلام عداس نصرانی کے ہاتھ حضور ﷺ کی خدمت میں انگوروں کا ایک خوشہ پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے قبول فرمالیا۔ اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے تناول فرمالیا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کلمہ پر غلام کو حیرت ہوئی اور اس نے دریافت کیا حضور یہ کلمہ کیسا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارا وطن کون سا ہے اور مذہب کیا ہے؟

عداس غلام بولا میں نینویٰ کا رہنے والا ہوں اور میرا مذہب عیسائیت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا وہی نینویٰ جو مردِ صالح حضرت یونس بن متی علیہ السلام کا شہر ہے۔ عداس نے اس پر عرض کیا۔ حضور ﷺ آپ حضرت یونس بن متی علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ذَاكَ اَخِیْ كَانَ نَبِیًّا وَّ اَنَا نَبِیٌّ۔

یعنی وہ میرے بھائی ہیں وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ ﷺ۔ اس پر عداس اٹھا اور حضور ﷺ کے سر مبارک پر بوسہ دیا اور پھر ہاتھ چومے اور قدموں کے بوسے لئے۔ یہ دیکھ کر عتبہ و شیبہ نے کہا ہمارا غلام تو گیا کام سے یہ اب ہمارے کام کا نہیں رہا۔

جب غلام عداس واپس آیا تو اسے ڈانٹنے لگے کہ تمہارا دین تو ان کے دین سے بہتر ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں چومنے شروع کر دیئے۔ عداس غلام نے کہا۔ پوری دنیا میں ان جیسی کوئی اور ہستی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے وہ بات بتائی ہے جسے نبی ﷺ کے بغیر اور کوئی نہیں بتا سکتا؟

نبی کریم ﷺ نے طائف سے واپس آ کر تبلیغ دین کا سلسلہ زیادہ زور کے ساتھ جاری رکھا۔ حج زمانہ میں عرب کے لوگ مکہ مکرمہ آتے تو نبی ﷺ ان سے فرماتے میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی تصدیق کرو۔

ان لوگوں کو اپنے باپ دادا کی رسموں اور بتوں کی پوجا کا جنون تھا۔ عرب کا ہر قبیلہ اپنی معاشی

Marfat.com

ضرورت اور نسلی برتری کے زعم میں مبتلا ہو کر اسلام قبول کرنے سے پہلو تہی کرتا رہا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد مبارک

قریش اور دوسرے قبائل کی روز افزوں اذیتوں اور تنہائی سے مزید اضافہ ہوا۔ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بقید حیات تھیں، ہر دکھ اور غم میں تسکین کا سامان تھا۔ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی رحلت کے بعد ان کی کمی شدت کے ساتھ محسوس ہونے لگی۔ جب ان کی تعزیت کا زمانہ گزر گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کا انتخاب کیا جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات کی جو کہ اس وقت کم عمر تھیں، ان سے نکاح کیا اور رخصتی دو سال کے بعد ہوئی۔ اس مدت میں مونس غم بننے کا اعزاز حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو ملا، جو حبشہ کی ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ واپس آ چکی تھیں اور ان کے پہلے خاوند یہاں آ کر فوت ہو چکے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دونوں کا نکاح ہو گیا۔

Marfat.com

باب 22:

معراج النبی ﷺ 621ء

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو معراج شریف کا شرف بخشا۔ ۲۷ رجب المرجب کی رات حضور علیہ السلام چچازاد بہن ہند بنت ابی طالب جن کی نسبت ام ہانی رضی اللہ عنہا ہے ان کے گھر آرام فرما تھے۔ نصف رات کو پوری کائنات پر سکوت طاری تھا۔ پرندے اپنے گھونسلوں میں خاموشی سے سوئے ہوئے تھے۔ اور چوپائے بھی مستِ خواب تھے۔ ہوا کی سرسراہٹ اور بہتے پانی کی آواز بھی پر سکون ہو چکی تھی۔ اس عالم میں نبی کریم ﷺ کے کانوں میں آواز آئی اٹھئے۔ حضور علیہ السلام بیدار نہ ہوئے۔ جبریل امین نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی یاالٰہی تیرا محبوب تو بڑے آرام سے سو رہا ہے۔ کہیں آقا علیہ السلام کے آرام میں خلل واقع نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا جبریل تیرے لب کو کافور سے اس لئے بنایا ہے کہ تو میرے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کے نورانی تلوؤں کو چومو جب میرا محبوب ٹھنڈک محسوس کرے اور نگاہِ نازنین کو کھولے تو میرا پیغام دے دینا کہ:

اِنَّ رَبَّكَ لَمُشْتَاقٌ اِلَيْكَ

جب جبریل امین نے حضور ﷺ کے تلوے چومے تو سید المرسلین ﷺ نے نگاہِ نازنین کو کھولا دیکھا تو فرشتے قطار اندر قطار کھڑے ہیں جبریل امین نے پیغامِ سرمدی حضور ﷺ کے گوش گزار کیا۔ یہاں کچھ نا سمجھ لوگ چومنے کو شرک کہتے ہیں۔ آج تک کسی موحد نے جبریل امین علیہ السلام کے چومنے پر شرک کا فتویٰ نہیں لگایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چومنا شرک نہیں بلکہ چومنا شرک شکن ہے۔ تو اس مقام پر عاشق بول اٹھا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں　　　رکھتی ہیں ایسا وقار اللہ اکبر ایڑیاں

حضور علیہ السلام اٹھے وضو فرمایا غسل کیا اور جو وضو غسل کا پانی بچا اس کا کیا اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ بٹ رہا تھا یہ نور کا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

Marfat.com

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لیں گمان سے گزرے گزرنے والے
یہاں خود جہت کو پڑے ہیں لالے کسے کیا بتائیں کدھر گئے تھے

جبریل امین پچاس ہزار فرشتوں کی جماعت اور جنتی براق لئے حاضر ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام محوِ استراحت ہیں، جبریل امین علیہ السلام ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر جگایا تو بے ادبی ہے۔ اسی سوچ میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَا جِبْرِیْلُ قَبِّلْ قَدَمَیْہِ۔

اے جبریل میرے محبوب کے دونوں پاؤں چوم لے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی کافوری آنکھیں اور ہونٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں پر رکھ دیئے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ نازنین کھولے بیدار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی:

اِنَّ اللّٰہَ اِشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ جس کے پاؤں کے بوسے دینے والا جبریل امین ہو جو تمام فرشتوں کا سردار ہے اور مشتاقِ ملاقات ساری کائنات کا مالک و خالق ہو اس کی شان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

معراج کا معنی: لفظ معراج عروج سے مشتق ہے، جس کا معنی بلندی ہے۔ معراج اوپر چڑھنے اور بلندی پر جانے کا نام ہے۔ معراج کا لغوی معنی سیڑھی ہے۔ صاحب القاموس نے لکھا ہے

اَلْمِعْرَاجُ السُّلَّمُ

یعنی معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نورانی سیڑھی کے ذریعے آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔

معراج کی منظر کشی

آج سے تقریباً ۱۴۳۵ سال پہلے کی بات ہے کہ مکہ مکرمہ کی پر بہار وادی ہے۔ شب تار زلفیں لہرا رہی ہے۔ ذرہ ذرہ آغوشِ ظلمت میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہر طرف ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب جان دو

Marfat.com

عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ام ہانی کے گھر آرام فرما ہیں۔ آنکھیں بند دل بیدار ہے، رخ انور سے نور محمدی ﷺ کی کرنیں چھن چھن کر ماحول کو منور کر رہی ہیں۔ زلفِ معنبر سے بھینی بھینی خوشبو نکل کر فضا کو معطر کر رہی ہیں۔ آسمانوں کو سجایا جا رہا ہے۔ باغِ جنت کو سنوارا جا رہا ہے۔ عرش و کرسی کو نکھارا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا کیا خوب نقشہ پیش کیا ہے۔

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

اچانک قضاوقدر کے مالک وخالق سے یہ اعلان ہوا کہ

زمانے کی حرکت بند کر دی جائے، کاروبارِ زندگی و دنیاوی روک دیا جائے، مادی قواعد وضوابط معطل کر دیئے جائیں، نظام شمسی وقمری کو ٹھہرا دیا جائے، گردشِ لیل ونہار روک دی جائے، سورج و چاند اور ستاروں کی رفتار روک دی جائے، رضوان جنت کو حکم ملا کہ جنت کی حوریں آراستہ و پیراستہ ہو جائیں۔ عرش کو نورانی جھالروں سے مزین کر دیا جائے۔ ملائکہ آسمان کو حکم ہوا آج تمام آسمانوں پر خوشنما محرابیں بنائی جائیں۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ آج رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں اور قبروں سے عذاب موقوف کر دیا جائے۔ طائر سدرہ کو حکم ہوا کہ ہدایت کا پرچم اٹھاؤ۔ میکائیل کو حکم ملا کہ تم قبولیت کا جھنڈا لہراؤ۔ عزرائیل موت کے فرشتے کو حکم ہوا کہ آج ارواح کو قبض کرنے سے باز آ جاؤ۔ اسرافیل کو حکم ہوا کہ صور کو نہ ہلاؤ۔ یہ احکامات سن کر فرشتے سہم گئے۔ فرشتوں نے عرض کی۔ یا اللہ کیا قیامت قریب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں۔ محبوب کی سواری آنے والی ہے۔ جبریل علیہ السلام عالم دنیا کی طرف نازل ہوئے اور مکہ مکرمہ کی وادی ہے۔ حضرت ام ہانی کا گھر ہے۔ اس گھر میں ایک درِ یتیم ﷺ مدثر کی چادر مبارک میں اپنا حسن و جمال چھپا کر آرام فرما ہیں۔ جبریل آئے اور اپنے کافوری لب نبی کریم ﷺ کے تلوؤں پر رکھ دیئے اور بوسے لینے لگے۔

جب محبوب کریم ﷺ نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ستر ہزار فرشتوں کی بارات کھڑی ہے اور جبریل

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے مبارک چوم رہے ہیں۔ اس موقعہ پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

آسماں گر تیرے تلووں کا نظارہ کرتا
روز اک چاند تصدق میں اتارا کرتا

جبریل علیہ السلام نے یوں عرض کی۔

اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ جَلَالُہٗ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَ ھُوَ یَدْعُوْکَ

اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ جبریل قدم مبارک چوم کر اللہ تعالیٰ کا پیغام دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر تیاری فرماتے ہیں۔ آب کوثر سے غسل اور وضو فرما کر نورانی لباس زیب تن فرما کر نورانی عمامہ شریف باندھ کر تیار ہوتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ کا طواف کرتے ہیں۔ پھر حطیم میں آرام فرماتے ہیں۔ جبریل آ کیبڑھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شقِ صدر کیا جاتا ہے۔ قلب مبارک کو آبِ زم زم اور آبِ کوثر سے دھویا گیا۔ جبریل امین جب آپ کا دل مبارک دھو چکے تو پکار اٹھے۔

قَلْبٌ سَدِیْدٌ فِیْہِ عَیْنَانِ تُبْصِرَانِ وَ اُذُنَانِ تَسْمَعَانِ۔

یعنی دل عزم و استقلال والا اور مضبوط ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں دیکھتی ہیں دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (شفا شریف)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جب سینہ اقدس چاک کیا گیا اور اس میں علم و حکمت نور و سکینہ اور اللہ تعالیٰ کے خزینے بھرے گئے۔ اور دل مبارک کو جب پہلو میں رکھا گیا۔ سینہ اقدس کو بند کرنے کے لئے جبریل امین علیہ السلام نے سینہ اقدس پر ہاتھ پھیرا سینہ اقدس بند ہو گیا۔

تو آقا کریم علیہ السلام یہ ساری کیفیت دیکھ رہے ہیں، حضور علیہ السلام دل کو بھی دیکھتے رہے اور جبریل امین کو بھی دیکھتے رہے اور آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ اے جبریل امین یہ دل نکل جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

میں دل کا محتاج نہیں ہوں بلکہ دل میرا محتاج ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (سورۃ الاسراء)

Marfat.com

پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

اس پر عقل کے اندھوں کو شبہ ہو رہا ہے۔ کہ یہ جسم اور آسمان کی سیر کرۂ ارض سے نکلنا اور نظام شمسی کو اور نظام قمری کو طے کرنا سدرۃ المنتہیٰ کی وادیوں کو پار کرنا جسم انسانی کے لئے مشکل و بعید ہے۔ لیکن عقل والے یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں لے گیا اپنے اس نوری بندے محمد رسول ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

اب حیران ہونے کی وجہ ہی نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لے جانے والا میں ہوں جو ہر عیب سے پاک و منزہ ہوں۔ لے جانے والا جب خود اللہ تعالیٰ ہے تو اے عقل والو تم اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھ کر حیران و پریشان کیوں ہوتے ہو۔ جب لے جانے والا خود اللہ تعالیٰ ہے تو شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

شقِ صدر کے بعد اب سیر شروع ہوتی ہے۔ اس سفر معراج کی تین منزلیں ہیں۔ پہلی اسراء ہے دوسری معراج ہے اور تیسری اعراج ہے۔ اسی طرح سفر کرنے والے کی حالتیں بھی تین ہیں۔ پہلی بشری دوسری نوری تیسری حقیقت محمدیہ ﷺ۔

اصل میں بات محبّ و محبوب کے آپس میں تعلق کی ہے یہ بات ہے محبّ و محبوب کی ملاقات کی اس کی حقیقت کو جانے رب اور رب کا محبوب جنہوں نے راز اور نیاز کی باتیں کیں۔ تین حالتیں ہیں سرکار دو عالم ﷺ۔ صورتیں تین ہیں ایک ہے اسراء، دوسری معراج اور تیسری اعراج ہے، عنوان ایک ہے۔

حرم شریف سے مکہ مکرمہ سے بیت اللہ شریف کی نورانی فضاؤں سے مسجد اقصیٰ بیت المقدس تک نبی کریم ﷺ کے سفر کا ایک حصہ ہے۔ اس حصے کو اسراء کہتے ہیں۔ اور بیت المقدس سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک یہ سفر کی دوسری نوعیت ہے۔ اس کو معراج کہتے ہیں۔ اور سدرۃ المنتہیٰ سے لے کر لامکاں تک اور لامکاں سے لے کر نہ جانے کہاں تک جہاں اللہ تعالیٰ لے گیا وہاں تک اسے اعراج کہتے ہیں۔

ایک اسراء ہے دوسرا ہے معراج اور تیسرا ہے اعراج۔ جب ایک سفر تقسیم ہوا تین حالتوں میں سفر کرنے والا بھی ایک ہے اور لے جانے والا بھی ایک ہے۔ منزلیں تین ہیں اور خود سفر کرنے والے کی حالتیں

Marfat.com

بھی تین ہیں۔

کیفیت عرض کرتا ہوں اپنے تصور کو مرکز سے ہٹنے نہ دینا اور اپنے خیالات کو ساتھ ساتھ لے جانا میں آپ کو جس طرف لے جا رہا ہوں میرے ساتھ ساتھ چلنا اور یہ بھی عرض کر دوں کہ شاید وہاں تک تو نہ جا سکیں گے اس لئے کہ جہاں ستر ہزار فرشتوں کا سردار جبریل امین علیہ السلام جو وہاں تک نہ جا سکے تو میں اور آپ کہاں جا سکتے ہیں۔

بات صرف اتنی ہے کہ جہاں ہمارا اور آپ کا علم ختم ہو اور ہماری پرواز جا کے رک جائے۔ ہمارے وہم وخیال جا کے رک جائیں۔ ہمارے ادراک نہ جا سکیں، جہاں ہمارے وہم وگمان ختم ہوں وہاں سے طائر سدرہ حضرت جبریل امین علیہ السلام کی ابتدا شروع ہوتی ہے۔ اور جہاں جبریل امین جا کے رک جائیں۔ جہاں طائر سدرہ کی پرواز جا کے رک جائے جہاں جبریل امین کا علم ختم ہو وہم وگمان ختم ہو، وہاں سے اللہ تعالیٰ کے محبوب جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء شروع ہوتی ہے۔ البتہ بات اتنی ہے کہ اپنے تصورات کے اجالے میں اپنے خیالات کی روشنی میں جہاں تک نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک ہمارا ساتھ دے گی، ہمارے تصور قدم پیمائی کرتے ہوئے چلے جائیں گے۔ جب حدِ ادراک سے شان مصطفائی گزرے گی تو ہم تصور کئے بیٹھیں رہیں گے۔ لیکن جب تک تصور ساتھ دیتا ہے۔ آپ بھی میرے ساتھ ساتھ چلئے آغاز اس کا اس طرح ہوتا ہے۔ رجب المرجب کی ستائیسویں شب ہے۔ فرشتوں کی برات ہے، براق حاضر کیا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براق پر سوار ہونے سے ذرا توقف فرمایا تو جبریل امین نے عرض کی آقا اس توقف کا کیا سبب ہے تو آقا علیہ السلام نے فرمایا میں سوچ رہا ہوں کہ آج میرے اوپر نوازشات کا خصوصی وقت ہے۔ ملائکہ میری خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ جنتی براق میری سواری کے لئے موجود ہے۔ حشر کے دن میری امت کا کیا حال ہوگا؟ پل صراط سے گزرنا جس کی راہ پچاس ہزار سال ہے، بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے۔ میری امت اس سفر کو کیسے طے کرے گی؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی کہ اے محبوب آپ امت کا فکر ہرگز نہ کریں ہم آپ کی امت کو پل صراط سے یوں گزار دیں گے کہ انہیں معلوم تک نہ ہوگا۔ اور جبریل علیہ السلام نے بھی عرض کیا تھا کہ آقا جب آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم کلام ہوں تو میری طرف سے عرض کرنا کہ آپ کی پیاری امت کے لئے میں پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں۔

Marfat.com

اس موقع پر عاشق رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

پل سے اتارو رہ گزر کو خبر نہ ہو　　جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

اس واضح بشارت کے بعد آقا علیہ السلام براق پر سوار ہوئے، جبریل امین علیہ السلام نے رکاب تھامی، میکائیل علیہ السلام نے لگام پکڑی اور اسرافیل علیہ السلام نے زین کو پکڑا پچاس ہزار فرشتوں کی برأت صلاۃ وسلام کی صداؤں سے مکہ مکرمہ کی فضاء گونج اٹھی۔ وہ کیا سماں ہوگا؟ بلانے والا بھی نور ہے، سواری بھی نور ہے، سوار ہونے والا بھی نور ہے، سوار کرنے والے بھی نور ہیں، رکابیں تھامنے والے بھی نور ہیں، لگامیں پکڑنے والے بھی نور ہیں، دولہا بھی نور ہے، براتی بھی نور ہیں، منتشر خیالات کی وادیاں، انہیں دولہا بنایا جارہا ہے۔

کتنی بڑی حسرت اور کتنی بڑی آرزو ہے۔ وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو اس نور بھرے سماں کو بیان کرسکیں۔ احادیث شریف میں آتا ہے کہ براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نظر پڑتی آخری سرے پر اس کا قدم رکتا تھا۔ ہماری نگاہ فرش سے آسمان پر دیکھتی ہے چاند وسورج اور ستاروں پر جا پہنچتی ہے۔ ہم خاکی ہیں ہماری آنکھوں میں تھوڑا سا نور ہے اور مجسم نور ہے، اس کی نگاہ کا کیا عالم ہوگا؟ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نوری براق تھا جو سارا سفر آن کی آن میں طے کر گیا۔

روانگی

موسم بہار آگیا، اطراف میں نور ہی نور پھیلتا چلا گیا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری نہایت ہی شان و شوکت سے ملائکہ کے جھرمٹ میں مسجد حرام سے نکلی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

باغ عالم میں باد بہاری چلی　　سرور انبیاء کی سواری چلی
یہ سواری سوئے ذات باری چلی　　عطر رحمت فرشتے چھڑکتے چلے
جس کی خوشبو سے رستے مہکتے چلے　　چاند تارے جلو میں چمکتے چلے
کہکشاں زیر پا آج کی رات ہے

آسمانوں کے دریچے کھول دیئے گئے۔ تاکہ ملاءِ اعلیٰ کی دنیا بھی حضور علیہ السلام کے جلوس کے دیدار سے

Marfat.com

مشرف ہوسکیں۔ سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت سوموار یعنی پیر کے دن ہوئی۔ بعثت اور معراج بھی سوموار کو ہوا اور مدینہ منورہ میں بھی سوموار کو تشریف لائے اور آپ کا وصال مبارک بھی سوموار کو ہوا۔

ابتدائے سفر میں چند لمحوں کے بعد ایک وادی آئی جس میں کھجور کے بے شمار درخت تھے۔ جبریل نے عرض کی کہ آقا یہاں اتر کر دو رکعت نفل ادا کریں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے۔

(زرقانی،ص۳۴)

پھر ایک وادی سے گزر ہوا جبریل امین نے عرض کیا آقا یہ وادی ایمن ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ کلام بخشا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں معراج کی رات سرخ ٹیلے سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے بیت المقدس آ گیا۔ وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیائے کرام اور رسولوں کی صفیں بنی ہیں اور انتظار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہا ہے۔

مصلی امامت خالی تھا نبیوں کے سردار مصلے پر جلوہ افروز ہوئے۔ فرشتوں کے سردار جبریل امین علیہ السلام نے مقام صخرہ پر اذان پڑھی (سبحان اللہ) جس نماز کا امام سید المرسلین ہو اور موذن فرشتوں کا سردار جبریل امین علیہ السلام ہو اور مقتدی تمام رسول علیہم السلام ہوں۔ اس نماز کی شان کا عالم کیا ہوگا؟ اس کی شان کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

وہ نرالی اور عظیم شان والا نبی جس کی کوئی مثال ہی نہیں۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے
تبارک اللہ ہے شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

Marfat.com

یہاں یہ امر پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ مسجد اقصیٰ میں جو نماز حضور علیہ السلام نے پڑھائی اور انبیاء کرام مقتدی تھے، یہ روحانی اجتماع نہیں تھا بلکہ جسمانی نماز تھی۔ یعنی تمام انبیاء اپنے مبارک جسموں کے ساتھ موجود تھے۔ نماز کے افعال قیام، رکوع، سجود، قعدہ وغیرہ جسم کے ساتھ ہی ادا ہو سکتے ہیں۔

نوٹ: صرف ارواح یہ ارکان ادا نہیں کر سکتے۔ (مرقاۃ، ملا علی قاری، ج ۵، ص ۴۳۰)

حضور علیہ السلام کے استقبال کے لئے سارے انبیاء کرام موجود تھے۔ بڑی شان وشوکت سے استقبال کیا گیا۔ جبریل امین نے عرض کی آقا علیہ السلام آگے ہو کر دو رکعت نفل پڑھائیں تا کہ سارے انبیاء کرام مقتدی بن کر آپ کے امتی بن جائیں اور ان کی وہ دعائیں پوری ہوں کہ یا اللہ ہم نبی ہونے کے بجائے تیرے حبیب پاک صاحب لولاک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوتے تو زیادہ فخر کرتے۔

نبی آخر الزماں خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء کا خطبہ پڑھنا شروع فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کی حمد وثنا کرتا ہوں۔ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنایا۔ مجھ پر فرقان حمید اتارا اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے اول بنایا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا یعنی نبوت مجھ سے شروع اور پھر مجھ پر ختم ہوئی۔ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد سب انبیائے کرام منتشر ہو گئے یعنی ملاقات سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آسمان پر چڑھنے کے لئے ایک سیڑھی سونے کی اور ایک سیڑھی چاندی کی لائی گئی۔ جو موتیوں سے جڑی ہوئی تھی۔ اس کے دائیں طرف بھی فرشتے اور بائیں طرف بھی فرشتے تھے۔

یہاں تک اسراء ہے، سفر کی پہلی منزل اور سفر کرنے والے کی پہلی حالت عبد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نوری بندہ

جب حضور علیہ السلام نے سفر اعلیٰ شروع فرمایا سیڑھی پر چڑھے اب یہاں سے معراج شروع ہوتا ہے، مسجد اقصیٰ سے فراغت کے بعد بلندی کا سفر شروع ہوا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ثُمَّ عُرِجَ بِیْ

یعنی پھر مجھے اوپر لے جایا گیا۔ آنکھ جھپکنے میں آسمان اول آ گیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلے

Marfat.com

آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو اَھْلاً وَّ سَھْلاً کہا۔ دوسرے آسمان پر آپ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معراج کی مبارک باد دی۔ تیسرا آسمان آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ چوتھے آسمان پر گئے تو حضرت ادریس علیہ السلام نے اَھْلاً وَّ سَھْلاً کہا۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملے۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اَھْلاً وَّ سَھْلاً کہا۔ آپ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے آپ نے کہا۔ نیک نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رتبہ آپ کو مبارک ہو۔

پھر حضور علیہ السلام آگے بڑھے تو سدرۃ المنتہیٰ آ گیا۔ یہ مقام جبریل علیہ السلام کا ہے۔ اس سے آگے نہ کوئی فرشتہ گیا ہے۔ اور نہ قیامت تک کوئی جا سکتا ہے۔ بجز سرور انبیاء علیہ السلام کے یہاں آکر جبریل رک گئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے اب آگے نہ جا سکوں گا۔ میری حد یہاں تک ہے۔ یہاں پر حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

اگر یک سر موئے بر تر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر میں اس جگہ سے بال برابر بھی آگے بڑھا تو انوار و تجلیاتِ الٰہی سے میرے پر جل جائیں گے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

نبی آکھیا رہ توں ہٹ جانا نہیں سی دوستاں وچ دستور اگے
وحی آکھیا او شعلے مار دا اے جس نور نے ساڑیا طور اگے

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی آقا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حد یہاں تک ہے۔ اب آگے جانا میرے بس کی بات نہیں۔ حضور علیہ السلام آگے بڑھے، یہاں تک معراج تھا یہ سفر کی دوسری منزل تھی اور سفر کرنے والے آقا علیہ السلام کی دوسری حالت تھی جو نور ہے۔

اب تیسری منزل شروع ہوتی ہے جسے اعراج کہتے ہیں اور اب حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے تو ایک نوری مرکب قدموں میں حاضر ہو گیا۔ اسے رف رف کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورانی تخت پر بیٹھ گئے۔ رف رف کو اللہ تعالیٰ نے نور سے بنایا ہے۔ رف رف بھی ستر ہزار منزلیں طے کر کے آخر وہ بھی اپنے مقام پر آکر رک گیا۔ پردۂ غیب سے آواز آئی اے پیارے محبوب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم قریب آؤ۔

اُدْنُ مِنِّی

قریب آیئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

Marfat.com

بڑھ اے محمد قریب ہو احمد قریب آ سرور مجد ——— نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی کیا سماں تھا کیا مزے تھے

آگے حجابات ہی حجابات تھے۔ تمام پردے اٹھا دیئے گئے آخر ایک مقام آیا۔ حضور علیہ السلام جب عرش بریں کے قریب پہنچے تو

تَمَسَّكَ الْعَرْشُ بِاَذْیَالِهٖ

یعنی عرش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت کو تھام لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر متمکن ہوئے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے

وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور عظیم محبت نے اللہ تعالیٰ کی ذات جمال وکمال کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ خالق حسن کے بے حجاب حسن سے اپنی محبت کو تسکین دی۔ مازاغ آنکھوں کی راہ شاہد ازلی کے حسن کی تجلیات کو دل و دماغ میں سمیٹا مگر مسکراتے رہے۔ نشہ دیدار سے مست ہوتے رہے۔ دل مچلتا رہا مگر بے خود نہ ہوئے۔ یہ مقام ہے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سراغ این ومتی کہاں تھا نشان کیف والیٰ کہاں تھا

نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اٹھے جو قصرِ دنی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا دے

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گمان سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

اللہ تعالیٰ نے کیا عطا فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لیا یہ دینے والا جانے یا لینے والا جان سکتا ہے۔ لیکن اس سے بڑی اور کیا نعمت ہوسکتی ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ عارف کشمیر میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ کھڑی شریف فرماتے ہیں:

جنہاں اکھیاں دلبر ڈٹھا اساں اوہ اکھیاں تک لیاں

Marfat.com

تو ملیوں تے ساجن ملیا ہن آساں لگ پیاں

حضور جانِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ

رَأَيْتُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَ فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى ؟ قُلْتُ: أَنْتَ أَعْلَمُ قَالَ :فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتَلَا :(وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ۔(مشکوۃ شریف ص ۶۸)

یعنی رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا پھر اس نے میرے دونوں (کندھوں) شانوں کے درمیان اپنا یدِ قدرت رکھا اس سے میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک پائی اور زمین اور آسمان کی ہر چیز کو میں نے جان لیا۔ اس حدیث سے دو باتیں واضح طور پر ثابت ہوگئیں کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، زیارت کی۔ اس بات پر تقریباً علماءِ امت کا اجماع ہے۔ کہ حضور ﷺ معراج کی رات ظاہری آنکھوں سے دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوئے۔(مواہب اللدنیہ، ج۲، ص ۳۷)

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج حضور ﷺ کو تین طرح کے علوم عطا فرمائے۔ ایک وہ علم جس کے متعلق یہ حکم تھا کہ یہ علم آپ ﷺ کے لئے خاص ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی بھی اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ دوسرا علم یہ عطا ہوا کہ جس کے متعلق اختیار دیا گیا کہ جسے مستحق سمجھیں جتنا چاہیں عطا فرمادیں۔ تیسرا علم یہ ہے کہ جس کو کائنات کے لئے عام فرمایا۔ اس حصے کا یہ عالم ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ حضور ﷺ نے تشنۂ تکمیل نہیں چھوڑا۔ یہ تعلق چاہے اقتصادیات سے ہو یا معاشیات سے ہو، عبادات ہوں یا معتقدات ہر بات کے لئے سید المرسلین ﷺ کے واضح ارشادات موجود ہیں۔

اب عقدہ کھلتا ہے۔ یہاں آکر عقل، فلسفہ، منطق والے حیران ہو جاتے ہیں کہ ملاقات ہوئی کہاں۔ اللہ تعالیٰ تو مکان سے پاک ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ مکان و مکانیات سے پاک و منزہ ہے اور وہ مادہ اور مادیات سے پاک ہے۔ لیکن مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی فرمایا تھا کہ میں نے اپنی قدرت سے جو چیز سب سے پہلے پیدا فرمائی۔ وہ نور محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہ ہی اصل میں حضور علیہ السلام کی تیسری حالت ہے۔ جس کو حقیقت محمدیہ ﷺ کہتے ہیں۔

عقل و منطق، فلسفہ والے پوچھتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ معراج کی شب لامکاں تک کیسے گئے؟ جواب یہ ہے کہ کوئی اس کیسے کو کیسے بتائے؟ جبکہ وہاں کیسے کا بھی گزر نہیں۔ سچ فرمایا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے:

Marfat.com

پوچھتے کیا ہو کہ عرش پر مصطفیٰ یوں گئے کہ یوں   کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

یا یوں کہہ لیں کہ

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر   اس کی حقیقتوں کے شناسا تم ہی تو ہو

تین باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیں۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّیِّبَاتُ

تین باتیں اللہ تعالیٰ نے فرمائیں:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَكَاتُہٗ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلام رحمت اور برکت میں اپنی امت کو شامل کرتے ہوئے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لئے معراج عطا فرمایا اور وہ معراج ہے نماز

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

نماز مومنین کے لئے معراج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں اور چھ ماہ کے روزے عطا کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آرہے تھے کہ راستے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کھڑے تھے۔ انہوں نے عرض کیا حضور امت کے لئے کیا تحفہ لائے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچاس نمازیں اور چھ ماہ کے روزے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ واپس جایئے اور کم کرایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نو مرتبہ واپس گئے اور آئے۔ پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں آخر پانچ نمازیں رہ گئیں اور ایک ماہ کے روزے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوب یہ خیال نہ کرنا کہ نمازیں کم کی ہیں تو ثواب بھی کم کردیا ہے۔ نہیں جو پانچ پڑھے گا تو ثواب پچاس کا پائے گا۔

جب سید عالم جان کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے تو دیکھا کہ زنجیر ہل رہی تھی، بستر گرم تھا اور وضو کا پانی بہہ رہا تھا۔ یہاں عقل حیران ہے اس لئے کہ یہ معراج معجزہ ہے۔ اور معجزہ وہ ہوتا ہے جو عقل کو عاجز کردے۔ جو عقل میں نہ آسکے

عقل را قربان کن بہ پیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

--------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 23:

طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے، جو نہایت شریف الطبع انسان اور شاعر اور دانش مند بھی تھے۔ قریش مکہ نے ان کا استقبال مکہ سے باہر کیا اور ان سے کہا کہ اسلام اور نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے بہت ڈرایا اور مزید یہ کہا کہ کانوں میں روئی ٹھونس کر مکہ مکرمہ میں آنا تا کہ اس محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں تمہارے کانوں تک نہ آئیں، ان کی کوئی بات نہ سننا۔

کفار مکہ نے اپنی سرگرمیوں سے شمع اسلام کی روشنی کو محدود کرنے کی انتہائی کوشش کی مگر اسلام کا نور دور دور تک پھیلنے لگا اور کفار مکہ سخت ناکامی سے دوچار ہوئے اور مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھائے لیکن وہ ناکام ہی رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پوری قوت کے ساتھ جلوہ افروز ہو کر کفار کے باطل نظریہ پر چھا رہی تھی۔ اسلام کا دائرہ دن بدن وسیع ہوتا جا رہا تھا۔

کفار مکہ نے طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کو خوب ڈرایا کہ نہ ان سے ملنا اور نہ ہی ان کی گفتگو اپنے کانوں میں پڑنے دینا۔ اس دوران طفیل بن عمرو الدوسی کعبہ معظمہ میں آیا کرتے تھے۔ ایک روز نبی علیہ السلام کعبہ شریف میں پہلے سے موجود تھے اور کسی کو تبلیغ فرما رہے تھے۔ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ نے چند جملے سن لئے جو ان کو بہت اچھے لگے انہوں نے اپنے آپ سے کہا اے دوسی تو ایک عقل مند انسان ہے اور اچھا شاعر بھی ہے اچھی اور بری باتوں کو سمجھ سکتا ہے اور پھر فرق بھی کر سکتا ہے۔ پھر بھی کانوں میں روئی ڈال کر پھر رہا ہے۔ خود ہی کہنے لگا مجھے ان کی بات سن لینی چاہئے۔ بات سننے میں کیا حرج ہے۔ اگر ان کی بات اچھی لگی تو قبول کر لوں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف سے فارغ ہو کر گھر کی جانب روانہ ہوئے تو طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے حجرۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ گئے۔ اور طفیل رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتا دی اور اپنے دل میں جو فیصلہ کیا تھا اس سے بھی آگاہ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی تو حضرت طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کے

Marfat.com

دل پر حقانیت ظاہر ہوگئی اور وہ قرآن حکیم سن کر اسلام لے آئے۔ اور یہاں سے واپس اپنے قبیلے دوس میں جا کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اس پر کچھ لوگ فی الفور اسلام میں داخل ہو گئے اور کچھ سوچ بچار میں مشغول ہو گئے۔ طفیل بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ کئی سال تک مسلسل تبلیغ کرتے رہے۔ اور ان کی کوششوں سے تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ یمن کے نصاریٰ کا ایک وفد جس میں بیس اشخاص تھے اپنی قوم کی جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تحقیق کے لئے آئے۔ جب انہوں نے اسلام کی حقانیت کو پرکھ لیا تو دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

قبیلہ اوس وخزرج

حسبِ معمول خزرج کا ایک قافلہ حج کعبہ کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ مکہ مکرمہ میں جب مدینہ منورہ سے عربوں نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے روبرو دیکھ لیا تو ایک دوسرے کو اشاروں وکنایوں میں کہنے لگے۔

بخدا یہ تو وہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی خبر یہودی دیتے ہیں۔ ہمیں ان پر فوراً ایمان لے آنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر اس معاملہ میں سبقت لے جائیں۔ خزرج نے اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے پیچھے ایسی قوم اوس وخزرج کو چھوڑ آئے ہیں جن کے مابین عداوت ودشمنی کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ امید ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے اللہ تعالیٰ انہیں باہم متحد کر دے گا اور اگر ایسا ہوا تو ان دونوں قبیلوں کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ معزز اور محترم کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔ اس قافلہ میں قبیلہ بنی نجار کے ایسے دو آدمی بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے قرابتدار تھے۔ یہ لوگ مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے اور اپنے مسلمان ہونے کا تذکرہ سرعام کرنے لگے، جس کسی نے بھی سنا اس کے دل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اوس وخزرج کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہو۔ اور ہر گھر میں سے ایک دو افراد نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ انہیں فخر تھا کہ وہ بھی یہودیوں کی طرح نہ صرف موحد بن گئے ہیں بلکہ ان سے بہتر دین اسلام کو قبول کر کے مسلمان ہو گئے ہیں۔

بیعت عقبہ اُولیٰ

مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہوتی تو یہ لوگ اپنا بچاؤ کرنے

Marfat.com

میں بالکل بے بس تھے۔ نبی کریم ﷺ کفار مکہ کے حسد و کینہ و جبر و تشدد کو بڑھتا دیکھ کر پریشان تھے۔ ایسے دشوار گزار حالات میں بھی نبی کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا صبر اور ہمت بے مثال تھا۔

نبی کریم ﷺ جو دین حق لائے تھے، اس کی تبلیغ کے لئے آپ کے حوصلے اور ارادے ناقابل شکست حد تک پختہ تھے۔ اگرچہ عام قسم کے لوگ ایسی مشکلات سے ڈر کر اپنے مقصد سے کنارہ کشی کر لیتے ہیں۔ اس کے برعکس ہمت و جرات کے لوگ اپنے مقصد کی صداقت سے اپنے اندر ایمان و یقین کی طاقت سے دوچند کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقصد کے لئے جان و مال قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ نصرت الٰہی پر کامل یقین کیساتھ دعوت اسلام پر ثابت قدمی کے ساتھ سرگرم عمل رہے۔

یہ سال گزرا اور آئندہ سال حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ سے بارہ آدمی زیارت کعبہ کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی گھاٹی میں ان سے ملاقات فرمائی اور دعوتِ حق دی۔ سب نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ جن امور کا اقرار لیا وہ یہ تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور چوری، زنا بچیوں کا قتل اور بہتان طرازی نہیں کریں گے۔ اور نیکی کے کاموں میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کی دینی تربیت اور قرآن مجید پڑھانے کے لئے ساتھ بھیجا، جو ان کو قرآن حکیم پڑھاتے اور مطالب سمجھاتے، ارکان اسلام کی تعلیم دیتے تاکہ دین اسلام کی حقیقت ان کے ذہن نشین ہو جائے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے دن رات محنت کی اور یکسوئی کے ساتھ کرتے رہے۔ اور یہ دیکھ کر خوشی محسوس کرتے کہ انصار مدینہ خوش دلی کے ساتھ دین اسلام قبول کرتے جا رہے ہیں۔ دوسرا سال آیا تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ رجب المرجب کے ماہ مقدس میں مکہ مکرمہ واپس آئے اور نبی کریم ﷺ کو مدینہ منورہ میں دین اسلام کے فروغ کی اطلاع دی اور خوشخبری سنائی کہ اس سال موسمِ حج میں زیادہ لوگ مکہ مکرمہ آ رہے ہیں۔

بیعت عقبہ ثانیہ

اگلے سال 622ء میں مدینہ منورہ سے ایک اور کاروان زیارت کعبہ و حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچا اس قافلے میں 72 لوگ تھے جن میں دو عورتیں بھی تھیں۔ نبی کریم ﷺ کو علم ہوا تو نبی علیہ السلام وہاں تشریف لے

Marfat.com

گئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں سے دوسری ملاقات میں ان کے ایمان وتحمل کی پختگی کا اندازہ کر کے ان کے لئے یہ طے فرمایا کہ زیارت وحج کے بعد ایام تشریق میں عقبہ ہی میں ملاقات ہوگی۔

لہٰذا سب لوگ آخر شب میں وہاں جمع ہو جائیں۔ مدینہ منورہ سے مسلمانوں کے ساتھ مشرکین بھی زیارتِ کعبہ کے لئے آئے تھے لیکن مسلمانوں نے یہ راز ان سے پوشیدہ رکھا۔

یہاں تک کہ مقررہ وقت پر قافلہ میں سے ایک ایک کر کے مسلمان نکل کر مقررہ مقام عقبہ پر پہنچ گئے۔ ان میں دو خواتین بھی شامل تھیں۔ جو مسلمان ہو چکی تھیں۔ نبی کریم ﷺ وقت مقررہ پر تشریف لائے۔ نبی کریم ﷺ کے ساتھ چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہیں خطرہ تھا کہ اہل مدینہ کی وجہ سے ممکن ہے قریش بنو ہاشم کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہو جائیں اور وقت پڑنے پر اہل مدینہ ہمارا ساتھ نہ دیں۔ اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور کے ساتھ تشریف لائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے خود ہی بات شروع کرتے ہوئے قبیلہ خزرج سے فرمایا۔ اے اہلِ خزرج تم لوگوں کو معلوم ہے کہ ہاشمی قبیلہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کس قدر تعظیم کرتا ہے۔ لیکن اب چونکہ نبی کریم ﷺ کا میلان آپ لوگوں کی طرف ہو گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے شہر مدینہ منورہ میں آ کر تم ہی لوگوں میں اپنی زندگی بسر کریں۔ اگر تم ان سے محبت کرتے ہو تو محبت قربانی مانگتی ہے اگر تم لوگ قربانی دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے۔ اہل مدینہ منورہ نے کہا اے عباس رضی اللہ عنہ آپ نے جو فرمایا ہے ہم نے اچھی طرح سن لیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استدعا کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اختیار ہے کہ آپ ہم سے جو وعدہ اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کے لئے لینا چاہیں لے لیں ہم حاضر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت کی اور اس کے بعد ان لوگوں کو اسلام کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ میں تم سے اس شرط پر تمہاری بیعت لیتا ہوں کہ تم میری معاونت اور دین اسلام کی حمایت کرو گے۔ نبی کریم ﷺ کے خطاب دل پذیر کے بعد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ جو کچھ کہتے ہیں اسی پر آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں۔ ہم نے جنگوں کے گہوارے میں پرورش پائی ہے اور یہ تلواریں اور ہتھیار ہمارے کھلونے ہیں۔ جنہیں ہم نے اپنے آباء واجداد

Marfat.com

سے وراثت میں حاصل کیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ مسکرائے، تبسم فرمایا اور ان کے ساتھ اپنے جینے تک کا عہد ان الفاظ میں فرمایا۔ جہاں تمہارا خون گرے گا وہاں میرا بھی لہو گرے گا۔ میں تم سے ہوں اور تم میرے ہم قوم ہو۔ یہ بات جب لوگوں نے سنی تو بیعت کے لئے آگے ہونے لگے، تو عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اے میرے مسلمان بھائیو تم جس بات پر بیعت کر رہے ہو اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ تمہیں کالے و گورے دونوں قسم کے لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اگر لڑائی کے زور پر تمہیں اپنی جانی و مالی تباہی کے بعد بیعت توڑنے کا خیال ہوا اور نبی کریم ﷺ کا ساتھ نہ دیا تو تم دین و دنیا میں رسوا ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی محبت و حمایت میں یہ سرفروشی منظور ہے کہ جان و مال سب کچھ نثار کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہو تو شوق سے بیعت کرو۔ واللہ اس طرح دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہوگی۔

حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر لوگوں نے عرض کیا ہم اللہ کے رسول ﷺ کی حمایت میں اپنے اموال اور افراد سب قربان کر دیں گے۔ مگر اے اللہ کے رسول ﷺ اس کا اجر ہمارے لئے کیا ہوگا؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے پیار و متانت سے فرمایا اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد اہل مدینہ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائے تو نبی کریم ﷺ نے بھی اپنا دست مبارک بڑھایا اور بیعت کے بعد فرمایا۔ اپنی جماعت میں سے بارہ ایسے اشخاص چن لو جو تم سب پر نگرانی کے ذمہ دار ہوں اور میں مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کی طرف سے ان کا نگران و جواب دہ ہوں۔ اہل مدینہ نے قبیلہ خزرج کے ۹ اور ۳ قبیلہ اوس سے چن کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا۔

اس بیعت میں متابعین نے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے آرام ہو یا دکھ، تنگی ہو یا فراخی، خوف ہو یا امید، کامیابی ہو یا ناکامی ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ ہم کسی کی ملامت سے متاثر نہیں ہوں گے۔ یہ بیعت شب کے وقت عقبہ کی گھاٹی میں ہوئی۔

مسلمانوں کی مدینہ منورہ کی جانب ہجرت

نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ کی جانب ہجرت شروع کر دیں اور

Marfat.com

کفارِ مکہ وقریش کو اس کا علم نہ ہونے دیں تا کہ وہ کہیں انہیں روک نہ لیں۔ لوگ ایک ایک دو دو ہو کر مدینہ منورہ کی جانب جانا شروع ہو گئے۔ کفارِ مکہ سمجھ گئے اور انہوں نے مسلمانوں کا تعاقب شروع کر دیا۔

کچھ مسلمانوں کو پکڑ کر مکہ لے آئے اور ان پر ظلم وتشدد شروع کر دیا۔ اگر کسی قریشی خاتون کا خاوند ہجرت کا ارادہ کرتا تو قریش اس کی بیوی کو ضمانت میں نظر بند کر دیتے۔ اس طرح قریش ہجرت پر مکمل پابندی نہ لگا سکے اور مسلمان رفتہ رفتہ مدینہ منورہ جاتے رہے۔ نبی کریم ﷺ مکہ میں بدستور قیام پذیر رہے۔ کسی کو اس کا علم نہ تھا کہ حضور علیہ السلام بھی ہجرت فرمائیں گے۔ یا مکہ مکرمہ میں مستقل رہیں گے۔ آخر ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آقا کریم ﷺ سے ہجرت کی اجازت طلب کی جس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے ابو بکر رضی اللہ عنہ جلدی نہ کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ تمہارا کوئی ساتھی بنا دے۔ جو ہجرت کے موقع پر تمہارے ساتھ ہو۔ نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے متعلق کفارِ مکہ نے ہزار بار سوچا کہ مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت کا ردِ عمل انتہائی شدید ہوگا وہ سوچتے کہ مکہ کے یہ مہاجر مسلمان مدینہ منورہ والوں کے ساتھ مل کر افرادی قوت کا ایک بہت بڑا لشکر لے کر ہم پر حملہ کر دیں گے۔ اور ان کے دل میں یہ خوف بھی تھا کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے تو یقیناً نبی ﷺ کی حسنِ تدبیر اور ثابت قدمی ہمارے لئے تباہ کن ہو گی وہ اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ یہ لوگ ایک دن ہماری تجارتی راہ جو اہلِ مکہ اور شام کے درمیان ہے کاٹ دیں گے۔ جو ہماری معاشی شہ رگ ہے ہم تو بھوکے مرنے لگیں گے۔ جس طرح ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کو شعب ابی طالب میں قید کر کے مقاطعہ کئے رکھا تھا کبھی سوچتے اگر ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے باہر نکلنے سے زبردستی روکا تو مدینہ منورہ والے اپنے رسول ﷺ کی حمایت میں ہمارے خلاف کھڑے ہوں گے۔ آخر انہوں نے اس مسئلہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک جامع منصوبہ بنایا کہ محسنِ انسانیت دستگیرِ زماں مونس بے کساں سیدِ سروراں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقدس خون سے اپنے ہاتھ رنگ لئے جائیں۔ نعوذ باللہ

آخر کار دار الندوہ میں ندوی سردار اور ندوی علماء اور ندوی وڈیرے جمع ہوئے اور مختلف آراء پر تجویزیں پیش کیں۔

Marfat.com

باب 24:

دار الندوہ میں ہنگامی اجلاس

1. پہلی تجویز کہ نبی کریم ﷺ کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا جائے مگر اس رائے پر اتفاق نہ ہوا۔
2. دوسری تجویز یہ تھی کہ محمد ﷺ کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس پر بھی اتفاق نہ ہوا کچھ نے یہ رائے دی کہ مدینہ منورہ جا کر قوت حاصل کر کے ہم پر حملہ کر دیں گے۔
3. تیسری رائے میں ایک بوڑھا اچانک نمودار ہوا گرگ جہاں دیدہ آزمودہ کار بابا لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور اس بوڑھے سے پوچھا بابا آپ کا نام کیا ہے؟ اپنا تعارف کرائیے؟ اس بوڑھے بابے نے کہا میں شیخ نجدی ہوں اور نجد سے آیا ہوں۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے، نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔ اس رائے پر دار الندوہ کے سردار اور ندوی علماء اور وڈیرے متفق ہو گئے۔ انہوں نے کہا ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان تلوار لے کر آئے اور سب مل کر محمد ﷺ پر حملہ کر دیں۔ اس طرح مقتول کا خون بہا تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔ بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب کس کس سے بدلہ لیں گے۔ آخر مجبور ہو کر خون بہا پر فیصلہ کر لیں گے۔ اس بدبختی پر سب راضی ہو گئے۔ فیصلہ کے مطابق ہر خاندان سے ایک ایک نوجوان چن لیا گیا۔ کفار مکہ اور ندوی علماء اور سرداروں کو یقین ہو گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دیں گے۔ (نعوذ باللہ) ہم اس محمد ﷺ سے فارغ ہو جائیں گے اور چند دنوں کے بعد اس نور محمدی ﷺ کی روشنی وقت کے اندھیروں میں دب جائے گی اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے والے مسلمان خود بخود مکہ مکرمہ واپس آ جائیں گے۔ دعوت دین اسلام کا نور بجھ جائے گا اور یہ لوگ دوبارہ بت پرستی میں ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔

ہنگامی اجلاس سے آگاہی

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم تاجدار کائنات حضور پرنور محمد رسول اللہ ﷺ کو دارالندوہ میں کفار مکہ کی طے شدہ سازش سے آگاہ فرمادیا۔ کفار مکہ کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ضرور ہجرت فرمائیں گے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اشارہ مل چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے سواری کے لئے دو اونٹنیوں کا بندوبست کر رکھا تھا۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر تھے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۲۲، ص ۱۷۷...... سیرت الحلبیہ، ج ۲، ص ۳۳)

ہجرت مدینہ منورہ

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے قتل کی سازش سے بھی آگاہ فرمایا اور ہجرت کا بھی حکم فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو خوشخبری سنائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ساتھ چلنے کی اجازت طلب کی جوان کو مل گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پیر کے دن اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بن ابو طالب کو بلایا اور سمجھایا کہ میرے پاس مکہ والوں کی امانتیں ہیں۔ یہ ان کو دے دینا اور یہ خصوصی سبز خضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جانا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں اتنی گہری نیند سویا کہ اس سے پہلے کبھی اتنی گہری نیند آئی ہی نہیں۔ اس واقعہ سے تاریخ اسلام کا ایک نیا باب کھلتا ہے جس سے دنیا میں حق وصداقت عقیدہ وایمان کی قوت کا نمونہ قائم ہوا۔ ادھر کفار مکہ کے شمشیر زن سو نوجوان اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے نبی کائنات جان دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حجرہ مبارک کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ رات کے تیسرے پہر نبی کریم ﷺ نے دروازے کی اوٹ سے دیکھا کہ سو نوجوان تلواریں لے کر کھڑے ہیں۔ آقا علیہ السلام نے تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھائی اور سورہ یٰسین شریف کی ابتدائی چند آیات تلاوت فرمائی اور اس مٹی پر پھونک ماری اور وہ مٹی محاصرہ کرنے والوں پر پھینکی تو وہ کھڑے کھڑے بے ہوش ہو گئے۔ آقا علیہ السلام ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے درمیان سے گزر گئے لیکن ان کو خبر ہی نہ ہوئی۔ حضور علیہ السلام سیدھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیوں کو عبداللہ بن اریقط کے سپرد کر رکھی تھیں اور سفر سے متعلق ذمہ داریوں سے بھی اسے آگاہ کر رکھا تھا۔ نبی کریم ﷺ کو یقین تھا کہ کفار مکہ ہمارا پیچھا کریں گے۔ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکان کے پچھلے دروازے سے نکل کر جنوب کی طرف چل پڑے۔

Marfat.com

یمن کو جانے والے اسی راستے پر غارِ ثور واقع ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا و مولا جانِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور غارِ ثور کے پہاڑ کو عبور کیا۔ اوپر چڑھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کو کندھوں سے اتارا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہاں تھوڑا انتظار فرمائیں۔ میں غارِ ثور کے اندر جا کر دیکھتا ہوں۔ کوئی موذی شے نہ ہو جو آپ کو تکلیف دے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور کے اندر داخل ہوئے اور غارِ ثور کو صاف کرنا شروع کیا۔ صاف کرتے ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ کافی سوراخ ہیں آپ نے اپنی چادر پھاڑی اور سوراخ کو بند کرنا شروع کیا آخر ایک سوراخ رہ گیا اس پر اپنی ایڑی رکھ دی اور آقا علیہ السلام سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے آئیں۔ حضور علیہ السلام غارِ ثور کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ اقدس رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ادھر ایک سانپ کو جب خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئی تو مستی کے عالم میں جھومتا ہوا آیا اور سوراخ کے قریب ہوا تو دیکھا کہ کسی کی ایڑی ہے۔ اس سانپ نے اپنی زبان میں کچھ کہا لیکن سیدنا صدیق اکبر یارِ غارِ مصطفیٰ نے ایڑی نہ ہٹائی۔ رومی کشمیر حضرت میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ عارف کھڑی شریف میر پور آزاد کشمیر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے وہ فرماتے ہیں:

آسے آسے عمر گزاری تے جلے خار ہزاراں
مالی باغ نہ ویکھن دیندا آیاں جدوں بہاراں

سانپ مدتوں سے اس غار میں ڈیرا لگائے بیٹھا تھا کہ ایک دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو گی۔ اندازہ لگائیں کہ کل کے سانپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا تھا کہ یقیناً نبی آخر الزماں یہاں تشریف لائیں گے اور میں ان کی زیارت کروں گا۔

لیکن آج کے ان ندوی ملاؤں کو کوئی کیسے سمجھائے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔ وہ سانپ غارِ ثور کے اندر داخل ہونا چاہتا تھا لیکن جتنے سوراخ کئے ہوئے تھے وہ سب بند تھے۔ آخری سوراخ پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑی تھی۔ اس سانپ نے جب سوچا کہ اگر یہ ایڑی نہ ہٹائی گئی تو میں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو جاؤں گا۔ آخر مجبور ہو کر سانپ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑی کو ڈس لیا۔ ڈنگ مارا جس سے عاشق رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شدت کا درد ہوا زہر جب سرایت کرنے لگا تو درد کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ جان لبوں پر آ گئی۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے جب گرم گرم آنسو چہرہ والضحیٰ پر

Marfat.com

پڑے تو نبی غیب دان ﷺ نے نگاہِ نازنین کھولی اور فرمایا اے ابو بکر تمہیں کس چیز نے رلایا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ سانپ نے ڈس لیا ہے۔ جس کے زہر سے جان نکل رہی ہے۔ سید المرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ نے اسی وقت اپنا لعاب دہن ایڑی پر لگایا جس سے زہر کا اثر بھی ختم ہو گیا اور درد بھی جاتا رہا۔ سانپ حاضر ہوا معافی مانگی اور سرکارِ دو عالم ﷺ کے چہرۂ اقدس کی زیارت کی اور سلام پیش کیا اور پھر چلا گیا۔

نبی کریم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غار میں تشریف لے جانے سے پہلے نہ کبوتر تھے نہ مکڑی کا جالا تھا نہ درخت ان چیزوں کا نام ونشان تک نہ تھا۔ آپ ﷺ جیسے ہی غار میں داخل ہوئے مکڑی نے دیکھتے ہی دیکھتے بڑی تیزی سے جالا بنا۔ دو کبوتر اڑتے ہوئے آئے اور غار کے منہ پر اپنا گھونسلا بنایا اور اس میں انڈے دیئے۔ اور ایک درخت نے سر نکالا اور ذرا سی دیر میں شاخوں نے غار کے دھانہ پر پھیل کر اسے ڈھک دیا۔ یہ معجزہ رسول ﷺ ہے جو عقل میں نہیں آتا یہاں پر عقل عاجز ہے۔

ادھر کفار مکہ نے جو محاصرہ کیا ہوا تھا، ان کو ہوش آیا صبح ہو چکی تھی انہوں نے مکان کے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی چارپائی پر مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں۔ انہوں نے پوچھا اے علی محمد بن عبداللہ ﷺ کدھر گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہاں سے چلے گئے ہیں مجھے علم نہیں کہ کس طرف گئے ہیں۔ اب کفار مکہ میں کھلبلی مچ گئی اور حضور ﷺ کی تلاش میں نکل پڑے۔ رات دن ایک کر دیئے، لیکن ان کو کچھ پتہ نہ چلا۔ ان کو خوف یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اگر بچ کر نکل گئے تو کل ہمارا کیا حشر ہو گا۔ ادھر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف ہیں۔ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیے ہوئے ہیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باہر سے آنے والی ہر آواز کے لئے ہمہ تن گوش ہیں کہ مکہ والوں کو ہمارے یہاں چھپنے کا پتہ نہ چل جائے۔ اسی اثناء میں کفار مکہ کا ایک مسلح گروہ غار ثور کے قریب پہنچ آیا قریب ہی ایک گڈریا دیکھا بکریاں چرا رہا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا اس نے جواب دیا میں نے اپنی آنکھوں سے یہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی گفتگو سن کر خوف سے پسینہ پسینہ ہو گئے۔

اتنے میں ایک نوجوان غار تک آ پہنچا اور غار کے اندر جھانکے بغیر واپس لوٹ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ غار کے اندر کیوں نہ دیکھا؟ اس نے جواب دیا کہ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا بنا ہوا ہے اور کبوتری

Marfat.com

نے انڈے دیئے ہوئے ہیں اور وہ اپنے بنائے ہوئے گھونسلے میں بیٹھی ہیں۔ غار کے اندر سوکھی گھاس پڑی ہے۔ یہاں پر کسی فرد کا ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ مکڑی کا اور کبوتری کے انڈے بتا رہے ہیں کہ اگر کوئی شخص اس کے اندر جاتا تو مکڑی کا جالا ٹوٹا ہوا ہوتا اور کبوتر گھونسلے میں نہ ہوتے۔ اس لئے اندر جھانکے بغیر چلا آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکون سے دعا میں مصروف تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر خوف طاری تھا۔ انہوں نے خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب کر لیا تا کہ اگر حملہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بال بھی بیکا نہ ہو۔ یہ کیفیت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی تو ارشاد فرمایا

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

اے صدیق مت گھبراؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ کفار مکہ کو یقین ہو گیا کہ غار کے منہ پر مکڑی کا جالا اور کبوتر کے گھونسلے کو ختم کئے بغیر کوئی غار کے اندر نہیں جا سکتا۔ کفار مکہ جدھر سے آئے تھے ادھر ہی پلٹ گئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو ان کو تسکین ہوئی۔ اور ادھر کفار مکہ کے جانے کی آہٹ بھی سنی تو آپ کا ایمان ویقین اور زیادہ مضبوط اور زیادہ ہو گیا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا الحمد للہ اللہ اکبر۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں قیام پذیر ہوئے تو اس راز میں صرف چند ہی لوگ شامل تھے، جن میں حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ غار ثور کے اردگرد بکریاں چراتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بکریوں کا دودھ اور بھنا ہوا گوشت پیش کرتے۔ اور قدموں کے نشانات مٹانے کے لئے بکریوں کے ریوڑ کو اس راستے سے واپس لے جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین روز تک اس غار میں مقیم رہے۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہ فرض تھا کہ وہ دن میں مکہ شہر میں ہونے والے حالات سے اور کفار مکہ کے ارادوں سے ان کو رات کے وقت آ کر آگاہ کر جایا کرتے اور غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ دن کے وقت اپنا ریوڑ اس غار کے پاس چراتا رہے اور شام کو اسے غار کے پاس لے آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کے وقت دونوں کے لئے کھانا لاتیں۔ تیسرے دن حضور علیہ السلام نے محسوس فرمایا کہ کفار مکہ ہمت ہار چکے ہیں۔ اور ان کی تلاش سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اب مدینہ منورہ کی جانب سفر شروع کر دینا چاہئے۔ اس کے بعد وعدے کے مطابق

Marfat.com

عبداللہ بن اریقط تین اونٹنیاں لے کر آ گیا۔ ایک حضور علیہ السلام کے لئے دوسری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے اور ایک وہ اپنے لئے کہ اس نے بھی مدینہ منورہ جانا تھا۔ جب سب اپنی اپنی سواری پر بیٹھ چکے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھانا لے کر آ گئیں۔ کھانے کو کجاوے سے باندھنے کے لئے رسی نہ ملی تو حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہا نے اپنی کمر سے نطاق اتارا اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ٹکڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور دوسرا حسبِ دستور اپنی کمر کے گرد باندھ لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ایثار پسند فرمایا اور انہیں ذات النطاقین کا لقب عطا فرمایا۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کجاوے کے ساتھ باندھ لیا اور سواریوں کا رخ مدینہ منورہ کی جانب کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر سے پانچ ہزار درہم بھی ساتھ لائے تھے۔

کفار مکہ انعام کے لالچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے۔ اس لئے آقا کریم علیہ السلام نے عام راستہ سے ہٹ کر ایک غیر معروف راستہ اختیار فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے جنوب تہامہ کی طرف بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ زیادہ تر سفر رات ہی کو کیا جاتا تاہم کبھی کبھی دن میں بھی سفر جاری رہتا۔ ایک دن کسی مسافر نے کفار مکہ کو اطلاع دی کہ اس نے تین شتر سواروں کو اس جانب محوِ سفر دیکھا ہے۔ ممکن ہے انہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوں۔ اس وقت سراقہ بن مالک بن جعشم بھی وہیں موجود تھا اس نے کہا میں ابھی ادھر سے آ رہا ہوں۔ اس طرف کوئی نہیں ہے۔ سراقہ بن مالک سو اونٹ خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھا رہا پھر گھر آ کر مسلح ہو کر ایک تیز رفتار گھوڑا لیا اس پر سوار ہو کر اسی سمت روانہ ہو گیا جس کی اسے اطلاع ملی تھی۔

اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ایک پہاڑ کے سائے میں بیٹھے آرام فرما تھے یہ ظہر کے بعد کا وقت تھا اچانک دیکھا کہ سراقہ بن مالک گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے۔

(بخاری، ۲۹۷۹...... مسلم شریف، ۶۵۸۸...... معجم الکبیر للطبرانی، ۲۸۴)

باب 25:

انعام کا اعلان اور سراقہ بن مالک

حضور علیہ السلام کی تلاش میں ناکامی کے بعد کفار مکہ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا یا گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ بطورِ انعام دیئے جائیں گے۔ قبیلہ بنی مدلج کے ایک آدمی سراقہ بن مالک نے اتنے بڑے انعام کا اعلان سنا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کی ٹھان لی۔ اسی وقت ایک آدمی نے اطلاع دی کہ میں نے چند آدمیوں کو ساحل کی طرف جاتے دیکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہوں۔ سراقہ بن مالک کو یقین ہو گیا کہ وہی ہمارے مطلوبہ افراد ہیں۔ لیکن اس بات کا اگر باقی لوگوں کو بھی علم ہو جاتا تو سراقہ انعام حاصل نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے فوراً پرزور تردید کی اور کہا نہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی نہیں ہو سکتے۔ فلاں اور فلاں ہوں گے جو ہمارے روبرو اس طرف روانہ ہوئے تھے۔ اس کے بعد سراقہ خفیہ طور پر اپنے گھر گیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس شخص کی بتائی ہوئی سمت کی طرف روانہ ہو گیا۔ سراقہ کی یہ کوشش بارآور ہوئی اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اللہ تعالیٰ سے لو لگائے تلاوت کرتے ہوئے جا رہے تھے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ اچانک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو سراقہ کو اپنے پیچھے آتا ہوا پایا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن پہنچ آیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے فرمایا کَلَّا ہرگز نہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اِکْفِنَا بِمَا شِئْتَ

اے اللہ ہماری حفاظت فرما جس طرح بھی تو چاہے۔ اس دعا کے بعد چشمِ فلک نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ سراقہ بن مالک کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد کے اس انوکھے انداز سے سراقہ بن مالک دہشت زدہ ہو گیا۔ آدمی سمجھ دار تھا فوراً سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان لوگوں کے شاملِ حال ہے۔ ان کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے التماس کی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دعا سے میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا ہے۔ اب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔ میں صدقِ دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہ کسی اور کو مطلع کروں گا اور نہ میں خود کوئی نقصان

Marfat.com

پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی حالت زار پر ترس آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو گھوڑا باہر نکل آیا۔ اس درگزر اور رحم پر سراقہ بن مالک کے دل پر گہرا اثر ہوا اور اس نے پیشکش کی کہ آپ کے راستے میں ایک جگہ میرے اونٹ اور بکریاں چر رہے ہیں۔ آپ میرا یہ تیر بطور نشانی لے جائیں اور میرے غلام کو دکھا کر جتنے اونٹ اور بکریاں چاہیں لے لیں۔

سید عالم سرور کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیں تمہارے اونٹوں اور بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم اتنا کرنا کہ ہمارے بارے میں کسی کو مطلع نہ کرنا۔ سراقہ بن مالک بہت دور رس نگاہ والا شخص تھا۔ اس کو یقین ہو گیا کہ یہ عظیم الشان انسان ایک نہ ایک دن پورے عرب و عجم کے دلوں کا چین اور رسول ہے۔ اس وقت نہ جانے میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ یہ سوچ کر حفظ ماتقدم کے طور پر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک امان نامہ لکھ دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تمنا بھی پوری فرما دی۔ اور عامر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو امان لکھ دو۔ امان نامہ لکھ دیا گیا سراقہ بن مالک نے امان نامہ سنبھالا اور واپس ہونے لگا تو سرورِ کائنات تاجدارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو اس کے مستقبل کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے سراقہ بن مالک وہ کیسا حیران کن دن ہو گا جب شاہِ ایران کے سونے کے کنگن تیرے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔ سراقہ اس بات پر حیران تو بہت ہوا کہ کہاں شاہِ ایران کے کنگن اور کہاں ایک اعرابی بدو کے ہاتھ۔ مگر خاموش رہا اور واپس پلٹ گیا اور چند دن کے بعد جب سراقہ کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ مکہ کی رسائی سے باہر جا چکے ہوں گے تو اس نے اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ خود لوگوں کو سنانا شروع کر دیا۔ ابوجہل کو پتہ چلا تو غصے میں بھرا ہوا سراقہ کے پاس آیا اور حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری میں ناکام ہونے پر اس کو ملامت کرنے لگا۔ سراقہ بن مالک نے اس کے جواب میں چند شعر کہے اور کیا خوب کہے۔ ان کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اے ابوالحکم! قسم ہے لات کی اگر تم اس وقت موجود ہوتے اور میرے گھوڑے کی حالت دیکھتے۔ جب اس کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے۔ تو تم حیران رہ جاتے اور تمہیں اس بات میں کوئی شک نہ رہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور اللہ کی برہان ہیں۔ پھر ان کے ساتھ کون مقابلہ کر سکتا ہے؟ تمہیں چاہئے کہ اپنی قوم کو ان کے تعاقب اور گرفتاری وغیرہ سے منع کرو۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب ان کے بلند نشانات ظاہر ہو کر رہیں گے۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۱۸۵......الوفا باحوال المصطفیٰ: ج ۱، ص ۲۴۱)

ان اشعار کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اسی وقت سراقہ بن مالک کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ مگر باقاعدہ طور پر اسلام لانے کی سعادت ۸ ھ کو حاصل ہوئی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ

Marfat.com

کے بعد غزوۂ حنین سے بھی فارغ ہو چکے تو چونکہ نبی کریم ﷺ ابھی جنگ سے فارغ ہوئے تھے اور مخالفین کی زمین پر مقیم تھے۔ اس لئے صحابہ کرام آپ ﷺ کے تحفظ کی خاطر ہر کس و ناکس کو آپ ﷺ سے ملنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ جب سراقہ نے نبی کریم ﷺ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو صحابہ کرام نے اجازت نہ دی۔ اچانک سراقہ کی بے تاب نظر تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر پڑی جو اونٹنی پر سوار تھے۔ سراقہ نے جیب سے وہی امان نامہ نکالا جو ہجرت کے دوران لکھوایا تھا۔ اس کو ہاتھ میں لہراتے ہوئے باآوازِ بلند عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ میں سراقہ بن مالک ہوں۔ یہ دیکھئے میرے ہاتھ میں آپ ﷺ کا عطا کردہ امان نامہ موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ نے آواز سنی تو ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا ہاں آج اس وعدے کو پورا کرنے کا دن ہے۔ میرے قریب آؤ۔ اب سراقہ بن مالک کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس لئے بے تابانہ انداز سے آگے بڑھے اور توحید و رسالت کا اقرار کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (سیرۃ ابن ہشام، ج ۲)

پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایران فتح ہوا اور بے حساب مالِ غنیمت دربارِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں پہنچا تو اس میں ایران کے بادشاہ کسریٰ کے سونے کے کنگن بھی تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشین گوئی کی صداقت آشکارا کرنے کے لئے اسی وقت حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کو بلایا اور وہ کنگن ان کے ہاتھوں میں پہنا کر فرمایا۔ ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو دکھاؤ اور کہو سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہیں، جس نے یہ کنگن کسری سے چھین کر ایک معمولی اعرابی بدو کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔ (سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۲۸)

اس کے بعد وہ کنگن تڑوا دیئے اور سونا تقسیم فرما دیا یہ حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا۔ (ایضا)

یہ مختصر سا قافلۂ نبوی جن کے پاس اس سفر میں کھانے پینے کا زادِ راہ تو کچھ نہ تھا۔ اس لئے جہاں کہیں بکریوں کا ریوڑ نظر آتا تو وہاں چلے جاتے اور بکریوں کے مالک سے اجازت لے کر دودھ دو کر پی لیتے۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سفر کے دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ زیادہ تھی گرمی کی شدت بڑھ گئی تو میں نے چاہا کہ کہیں سایہ مل جائے تاکہ نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لئے آرام فرمالیں۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک سایہ دار چٹان نظر آ گئی میں نے وہاں جا کر زمین کو صاف کیا اور اپنی چادر بچھا دی اور تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ وہاں استراحت فرمایئے۔ نبی کریم ﷺ آرام فرمانے لگے تو میں کھانے پینے کی تلاش میں نکلا۔ قریب ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا،

Marfat.com

مل گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ ایک بکری کے تھن اچھی طرح صاف کرو پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ نکلوا کر برتن کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا تاکہ گرد و غبار سے محفوظ رہے۔ پھر آقا کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی آقا یہ دودھ حاضر ہے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور پوچھا کیا چلنے کا وقت ہو گیا ہے؟ چونکہ اس وقت سورج ڈھل چکا تھا اور گرمی کم ہو گئی تھی۔ اس لئے ہم وہاں سے آگے چل پڑے۔

چلتے چلتے ہم رابغ پہنچ گئے۔ ایک دن اس کاروانِ نبوی کا گزر امِ معبد کے خیمہ کے قریب ہوا وہ ایک نیک اور مہمان نواز خاتون تھی، مگر اتفاق سے اس وقت اس کے گھر میں کھانے پینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اس لئے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کھانے کو کچھ مل سکے گا؟ تو اس خاتون نے افسوس کرتے ہوئے کہا کہ گھر میں کچھ نہیں ہے اور میرا خاوند بکریاں چرانے کے لئے باہر گیا ہوا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر واپس آئے اور عرض کی آقا آج اس کے گھر میں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ جو یہ خاتون پیش کر سکتی اور مہمان نوازی کا حق ادا کرتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہِ نبوت سے دیکھا تو ایک کونے میں ایک مریل سی بکری بیٹھی ہے، جو لاغری کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ چلنے سے قاصر تھی۔ آقا علیہ السلام نے ام معبد سے پوچھا کیا یہ بکری دودھ نہیں دیتی؟ ام معبد نے جواباً عرض کیا اس بکری میں اتنی صلاحیت ہی کہاں یہ بیمار ہے۔

نبی کائنات مختار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اجازت ہو تو میں اسی بکری سے دودھ نکال لوں؟ ام معبد نے کہا اگر دودھ نکال سکتے ہیں تو ضرور نکال لئے۔ ام معبد حیران بھی ہے اور فراخ دل بھی۔ چنانچہ نبی رحمت نے فرمایا اے ام معبد برتن لے آؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم دودھ دوہنے بیٹھ گئے اور بکری کی پشت پر اور تھنوں پر رحمت والا ید اللہ والا ہاتھ پھیرا نبی کریم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں کی برکت سے خشک تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد سے برتن مانگا اور برتن لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دودھ دوہنے لگے دودھ سے برتن بھر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے بھرا ہوا برتن ام معبد کو دیا کہ دودھ پی لو اور دوسرا خالی برتن دے دو۔ دوبارہ دودھ نکالا اسی طرح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دودھ نکالتے گئے اور سب کو پلاتے گئے۔ جب سب سیر ہو گئے تو آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دودھ پیا اور فرمایا

سَاقِی الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا

یعنی ساقی کی باری آخر میں آیا کرتی ہے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مزید دودھ نکالا حتی کہ ام معبد کے گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر گئے۔ اس کے بعد ام معبد کے یہ عجیب و غریب مہمان جو بطورِ مسافر وارد ہوئے تھے گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر کر اور سب کو سیراب کر کے جا رہے تھے، رخصت ہو گئے۔

Marfat.com

روایت ہے کہ یہ معجزہ دیکھ کر ام معبد اوران کا خاوند دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

(مدارج النبوہ، ج۲، ص۶۱)

دوسری روایت ہے کہ ام معبد کی یہ بکری ۱۸ھ تک زندہ رہی اور برابر دودھ دیتی رہی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عام الرماد کا سخت قحط پڑا کہ تمام جانوروں کے تھنوں کا دودھ خشک ہو گیا مگر اس وقت بھی یہ بکری ہر روز صبح وشام برابر دودھ دیتی رہی۔ (زرقانی علی المواہب، ج۱، ص۳۴۶)

ہجرت کے تیسرے دن اہلِ مکہ نے ایک آواز سنی جو جبل ابوقبیس سے شروع ہوئی اور بالائی مکہ سے گزر کر محلہ مسفلہ سے گزر کر نکل گئی۔ یہ آواز مسلمان جن کی تھی لوگوں نے اس آواز کا پیچھا کیا مگر صاحبِ آواز نظر نہیں آیا مگر وہ کہہ رہا تھا کہ

جزى الله رب الناس خير جزائه ... رفيقين حلا خيمتى أم معبد

هما نزلاها بالهدى واهتدت به ... فقد فاز من أمسى رفيق محمّد

فيا لقصى ما زوى الله عنكم ... به من فعال لا تجازى وسؤدد

ليهن أبا بكر سعادة جده ... بصحبته من يسعد الله يسعد

وليهن بنى كعب مقام فتاتهم ... ومقعدها للمؤمنين بمرصد

سلوا أختكم عن شاتها وإنائها ... فإنكم إن تسألوا الشاة تشهد

(زاد المعاد، ج۲، ص۵۳، ۵۴......المستدرک للحاکم، ج۳، ص۱۰۹......شرح السنۃ للبغوی، ج۱۳، ص۲۴۴......البدایہ والنہایہ، ج۲، ص۱۹۵......قال ابن اسحاق اخرجہ البخاری فی کتاب المغازی رقم الحدیث ۴۰۹۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو لوگوں کا پروردگار ہے۔ ان دو رفیقوں کو بہترین جزا دے جو ام معبد کے خیمے میں نازل ہوئے وہ دونوں خیر کے ساتھ اترے اور خیر سے ہی روانہ ہوئے اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہوا وہ کامیاب ہوا۔ ہائے قصی! اللہ نے اس کے ساتھ کتنے بے نظیر کارنامے اور سرداریاں سمیٹ دیں۔ بنو کعب کو ان کی خاتون کی قیام اور مومنین کی نگہداشت کا پڑاؤ مبارک ہو۔ تم اپنی خاتون بہن سے اس کی بکری اور برتن کے متعلق پوچھو تم اگر خود بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی شہادت یعنی گواہی دے گی۔

Marfat.com

ام معبد کا خاوند بکریاں چرا کر جب شام کو گھر آیا تو دیکھا کے گھر کے تمام برتن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں اور ایک عجیب سی بھینی بھینی مہک خوشبو آرہی تھی۔ بہت حیران ہوا اور ام معبد رضی اللہ عنہا سے پوچھا یہ اتنا سارا دودھ کہاں سے آیا ہے؟ گھر میں تو کوئی دودھ دینے والی بکری موجود نہ تھی۔ ام معبد رضی اللہ عنہا نے پورا واقعہ تفصیل سے بتایا تو ابو معبد رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اتنی برکات اسی ہستی کے دم قدم سے ہوسکتی ہیں جس کی تلاش میں کفار مکہ مارے مارے پھر رہے ہیں۔ کہنے لگا اے ام معبد مجھے تو یہ وہی ہستی معلوم ہوتی ہے جس کو مکے والے تلاش کرر ہے ہیں۔ ذرا اس پیارے کا حلیہ تو بتا۔ ام معبد رضی اللہ عنہا نے حلیہ بیان کیا کہ ایک تاباں درخشاں کامل انسان دیکھا جس کا دلکش چہرہ، عمدہ اخلاق نہایت ہی حسین و جمیل دراز پلکیں اور مترنم آواز سرمگیں آنکھیں بھرپور داڑھی مبارک گھنی اور قبضہ نہ لمبی اور چھوٹی باوقار بہترین گفتگو کلام میں روانی کا یہ عالم کہ جیسے ہار کے موتی ایک تسلسل سے جڑے ہوئے۔ دور سے بھی خوبصورت نظر آنے والا اور قریب سے بھی حسین دکھائی دینے والا، ساتھیوں میں بھی سب سے زیادہ بارونق وشاداب اور اس کے ساتھی اس کو ہر وقت گھیرے رہتے ہیں: گویا اس کے گرد طواف کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کی بات کان لگا کر سنتے ہیں۔ اور اس کے حکم کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابو معبد رضی اللہ عنہ نے جب یہ اوصاف جمیلہ سنے تو بولا واللہ یہ وہی انسان کامل ہیں میں بھی ان کی صحبت اختیار کرنا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

باب 26:

جھنڈا

اب منزل قریب آ چکی تھی۔ دوسرے دن نبی کریم ﷺ نے اس شہر بطحا میں داخل ہونا تھا جس کی عظمت وراء الوراء ہے اور جس کے باسی دیدہ و دل فرشِ راہ کئے بیٹھے تھے کہ اچانک بریدہ اسلمی ۸۰ یا ۱۰۰ آدمیوں کا دستہ و لشکر لے کر حضور علیہ السلام کا راستہ روکنے آ پہنچا۔ وہ بھی سراقہ بن مالک کی طرح سو اونٹوں کے لالچ میں حضور ﷺ کو گرفتار کرنے آیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ اس کو کیا ہوا کہ آقائے دوجہاں نبی مختار ﷺ سے ملاقات کے بعد اس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ حضور ﷺ نے اس کو نہ کوئی وعظ فرمایا نہ کوئی نصیحت کی نہ کوئی معجزہ دکھایا فقط چند سوالات کئے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میرا نام بریدہ ہے۔ حضور ﷺ نے بریدہ سے برد اور ٹھنڈک کا شگون لیا اور فرمایا:

بَرُدَ اَمْرُنَا

ہمارا معاملہ ٹھنڈک و خنک پر ہے۔ حضور ﷺ نے دوسرا سوال پوچھا کہ کس قبیلے سے ہو؟ بریدہ نے جواب دیا اسلم قبیلے سے ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے اسلم سے سلامتی کا مفہوم لیا اور فرمایا سَلِمْنَا یعنی ہمارے لئے سلامتی ہے۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا کون سا اسلم؟ جو بنی سہم کی ایک شاخ ہے۔ بریدہ نے بتایا سہم حصے کو کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

خَرَجَ سَهْمُكَ

یعنی تیرا حصہ تو نکل آیا۔ بس اتنی سی باتیں ہوئی تھیں کہ بریدہ اسلمی نے پوچھا آپ ﷺ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ ﷺ ہوں۔ اللہ کا رسول ہوں۔ بریدہ اسلمی نے عرض کیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

بریدہ نے کلمہ پڑھا اور اسلام لے آئے اور عشاء کی نماز سب نے مل کر جانِ دو عالم مختار کل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اقتداء میں پڑھی۔ بریدہ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ہمارا سردار مسلمان ہو گیا ہے تو ہم کیوں پیچھے رہیں سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ دوسرے دن صبح کے وقت جب وہاں سے روانہ ہونے لگے تو حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آج آپ مدینہ منورہ میں داخل ہونے والے ہیں

Marfat.com

اور میرا دل چاہتا ہے کہ آپ ﷺ اس شان سے شہر میں داخل ہوں کہ آگے آگے آپ کا جھنڈا لہر رہا ہو۔ حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی تو حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آقا علیہ السلام اس پر راضی ہیں۔

چنانچہ انہوں نے اپنا عمامہ کھولا اور آدھا پھاڑ کر اس کو ایک لمبے نیزے پر باندھ دیا اور پھر اس کو ہوا میں لہراتے ہوئے نبی کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔

(سیرۃ الحلبیہ، ج ۲، ص ۵۵......الوفا باحوال المصطفیٰ: ج ۱، ص ۲۴۷)

اہلِ مدینہ منورہ کا انتظار

اہل مدینہ منورہ کئی دنوں سے نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ ہر آنے والی صبح جب لوگ اپنے اپنے کاروبار کے لئے روانہ ہوتے ہیں اس وقت محبت کے مارے ہر کوئی محبوب ﷺ کی طرف جا رہے ہوتے ہیں۔ بستی قباء کے عشاق کا یہی حال تھا۔ سویرے سویرے گھروں سے نکل جاتے اور دوپہر تک مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والے راستے پر سراپا انتظار و اشتیاق بنے رہتے۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا عاشقوں کا دل دھڑکتا کیونکہ ستمبر کا ماہ مقدس تھا اور گرمی کی شدت تھی۔ ایسے موسم میں دن کو سفر کرنا مشکل ہوتا تھا۔ اس لئے عموماً لوگ رات کی ٹھنڈک میں سفر کرتے تھے۔ جب دوپہر ہو جاتی اور نبی کریم ﷺ کا تاحدِ نظر کوئی نشان نظر نہ آتا تو انتظار کرنے والے دل شکستہ و افسردہ گھروں کو لوٹ جاتے۔ اہل قبا ایک دن واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی اپنے بلند و بالا قلعہ پر چڑھا نا گہاں اس کی نظر مکہ مکرمہ کے راستے پر پڑی تو اس کو دور سے ایک قافلہ آتا ہوا نظر آیا۔

یہودی سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا کئی دنوں سے انتظار ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس نے باآواز بلند اہل قباء کو پکارا اور اطلاع دی کہ تمہاری مطلوبہ ہستی آ رہی ہے۔ اس کی آواز سنتے ہی اہلِ قباء کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور چند لمحوں میں تقریباً پانچ سو اہل محبت اپنے جسموں پر ہتھیار سجا کر تیار ہو گئے اور سید عالم دونوں عالم کے رسول ﷺ کے استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔

حضور ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ لوگوں کو آتے دیکھ کر اٹھ گئے اور سرکارِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر چادر تان دی۔ یہ دیکھ کر سب سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ وہی ہیں جن پر چادر تانی گئی ہے۔ چنانچہ بے تابانہ آگے بڑھے۔ اور والہانہ انداز میں سلام محبت پیش کرنے لگے۔ تمام افراد آداب و تسلیمات پیش کر چکے تو آقائے کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ تشریف لے چلے اور قباء میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش ہو گئے۔

(زرقانی، ج ۱، ص ۳۲۲)

Marfat.com

یہ اوراق مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں لکھے ہیں۔ ۱۴۳۵ھ

قباء میں مسجد کی تعمیر

قباء میں قیام کے دوران نبی کریم ﷺ نے اس مسجد اللہ تعالیٰ کے گھر کی جو روئے زمین پر پہلی مبارک مسجد کی بنیاد رکھی، جس کو قرآن نے

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۸)

ایسی مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقوی پر رکھی گئی۔

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ صَلَاةٌ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءَ كَعُمْرَةٍ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

اَسَّسَ النَّبِیُّ ﷺ مَسْجِدَ قُبَاءَ حِیْنَ وَصَلَ مُهَاجِرًا اِلَى الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ وَصَلّٰى فِیْهِ

كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَذْهَبُ اِلَى مَسْجِدِ قُبَاءَ كُلَّ سَبْتٍ رَاكِبًا اَوْ مَاشِيًا وَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ۔

(اَلتِّرْمِذِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ)

قباء میں حضور ﷺ حضرت کلثوم بن ہدم کے مہمان تھے۔ حضرت کلثوم بن ہدم بہت مہمان نواز تھے۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے جو صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے، ان میں سے متعدد حضرات کلثوم بن ہدم کے ہی مہمان تھے۔

قباء میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری آٹھ ربیع الاول ۱۳ھ نبوی ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء اور بروز سوموار یعنی پیر کے دن ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے چار دن قباء کی بستی میں قیام فرمایا اور بارہ ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک اس شہر بطحا کی طرف روانہ ہوئے۔

اہل مدینہ منورہ نے جس والہانہ انداز میں نبی کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا استقبال کیا وہ تاریخ عشق ومحبت کا ایک زریں باب ہے۔

نبی کریم ﷺ جب روانگی کے لئے اپنی ناقہ (اونٹنی) پر سوار ہوئے تو اہل قباء اداس ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ہم سے ناراض ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں بہت خوش ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ ایسی بستی بساؤں، ایسی بستی میں قیام کا حکم دیا گیا ہے جس کے آگے دنیا کی سب بستیوں کی تابانیاں ماند پڑ جائیں گی۔ اس سلسلے میں ناقہ کو حکم دے دیا گیا ہے۔ اس لئے جہاں یہ جائے گا مجھے جانا پڑے گا یہ مامور من اللہ ہے۔ اس پر سب نے سر خم کر دیئے۔ اور آقا علیہ السلام کے جلو میں سوئے مدینہ چل پڑے۔

Marfat.com

باب 27:

پہلا جمعہ

نبی کریم دستگیرِ زماں مالک کون ومکاں سرورِ سروراں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب بنونجار و بنی سالم کی آبادی میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے محلہ بنی سالم میں نماز جمعہ ادا فرمایا۔ بعد میں اسی جگہ پر مسجد بنائی گئی جس کا نام مسجد جمعہ رکھا گیا۔ یہ تاریخ اسلام کی پہلی نماز جمعہ تھی۔ نمازِ جمعہ سے پہلے حضور ﷺ نے تقویٰ کے موضوع پر ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطابت کا یہ شاہکار اتنا اثر انگیز اور ولولہ خیز ہے کہ سننے والوں نے فصاحت و بلاغت کے اس آبشار کا ترنم اپنے کانوں سے سنا ہوگا۔ ان کے جذب دوروں اور سوز کا کیا عالم ہوا ہوگا؟

آج اہلِ مدینہ منورہ کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے اور جوان فرحت و مسرت سے بے خود ہوئے جا رہے ہیں۔ جا بجا کوچہ بکوچہ نعرۂ تکبیر لگ رہا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اور ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ نوید جانفزا سنائی جا رہی ہے۔ جاء محمد رسول اللہ۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔

مدینہ طیبہ میں حضور پرنور ﷺ کی تشریف آوری کی دھوم ہے۔ زمین و آسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ مدینے کے بچوں اور بچیوں کے چہرے خوشی سے جگمگ کر رہے ہیں۔ نوری محفل سجی ہے نور والا آیا ہے نور لے کر آیا ہے۔ شوقِ دیدار محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں معصوم بچیاں یہ نغمہ گاتی ہوئی آتی ہیں۔ بنونجار کی بچیاں کلی کی طرح مسکراتی ہیں اور یہ پڑتی ہوئی آتی ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہیں۔ کہیں ننھی معصوم بچیاں دف بجا کر کہتی تھیں۔ رسول پاک ﷺ کی جانب اشارہ کر کے گاتی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا	چاند نکل آیا
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ	کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم پر اللہ کا شکر لازم ہے
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ	جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

Marfat.com

خاندان بنی نجار کی بچیاں ننھے منھے ہاتھوں سے دف بجا رہی ہیں اور نوری و پاکیزہ ہونٹوں سے یہ نغمہ سنا رہی ہیں۔

نَحْنُ جَوَارٌ مِنْ بَنِی النَّجَارِ　　　یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

یعنی ہم لڑکیاں ہیں بنی نجار کی۔ کس قدر خوشی کی بات ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہمارے ہمسائے بن گئے ہیں۔ (زرقانی، ج ا، ص ۴۳۴...... سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۶۶)

بنی نجار کی بچیوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے محمد حفیظ جالندھری نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی　　　خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی

اہلِ محبت کو خوشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب تشریف لے آئے۔ جن کی خاطر زمین و آسمان کو سجایا گیا۔ کون و مکان کو بنایا گیا۔

آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

نبی کریم ﷺ نے ان بچیوں سے پوچھا؟ کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ وہ معصومانہ اور خلوص و سادگی سے جواب دیتی ہیں۔ جی حضور ہمیں آپ ﷺ سے محبت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے بھی تم سے محبت ہے۔ (زرقانی، ج ا، ص ۲۳۴، سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۶۶)

یہ کتنا بڑا انعام ملا ان لڑکیوں کو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے۔ خاندان بنی نجار کی پاکیزہ ہونٹوں والی بچیو تم کتنی خوش بخت ہو کتنے اچھے اور بلند نصیب والی ہو کہ فرشتوں نے تمہارے دامن کو آنکھوں سے لگایا ہوگا اور ساتھ چوما بھی ہوگا۔ حوروں نے تمہارے پاؤں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا ہوگا اور لگایا بھی ہوگا۔ بے شک جن کو سیدِ عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا دعویٰ ہو اور رسولِ مقبول خاتم النبیین ﷺ کو جن کی محبت کا دعویٰ ہو وہ اپنے بخت پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔

میزبانیِ رسول ﷺ

آقا کریم علیہ السلام کا جس جس محلے یا گلی سے گزر ہوتا وہاں کے رہنے والے ناقہ کی مہار تھام لیتے اور بڑے ادب و احترام سے عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں قیام فرمایئے۔ ہم آپ ﷺ کو نہایت

Marfat.com

عزت وتکریم سے رکھیں گے اور ہر طرح کی خدمت بجالائیں گے۔

آقائے نعمت مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ ان کے والہانہ جذبات سے مسرور وخوش ہوتے اور ان کو دعائے خیر وبرکت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرماتے۔

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ۔

اونٹنی کو جانے دو یہ اللہ کے حکم کے ماتحت چل رہی ہے۔ حضور علیہ السلام خود بھی ناقہ کو کسی مخصوص سمت میں لے جانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مہار ڈھیلی چھوڑ رکھی تھی اور وہ اپنی مرضی سے چلی جارہی تھی۔

نوٹ: ایک حیوان اونٹنی کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا تھا اسے بھی اس جگہ کا پتہ تھا جہاں جا کر رکنا تھا۔ تو اس شاہ سوارِ لامکاں شبِ اسریٰ کے دولہا امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم غیب کا کوئی اندازہ لگاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جہاں ہمارا علم ختم ہوتا بلکہ جہاں جبریل امین علیہ السلام کا علم ختم ہوتا ہے وہاں سے نبی کریم علیہ السلام کے علم کی ابتداء ہوتی ہے۔

نبی کریم علیہ السلام خود بھی اونٹنی کو کسی مخصوص جگہ کی طرف نہیں لے جارہے تھے بلکہ اونٹنی خود بخود اس مکان کی طرف جارہی تھی جہاں پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے۔ ان کے دروازے کے قریب اونٹنی بیٹھ گئی اور اپنی گردن زمین پر ڈال دی۔ پھر دھیمی دھیمی آواز نکالی شاید اپنی زبان سے عرض کی ہوگی کہ آقا مجھ کو جہاں پہنچانے کا حکم دیا گیا تھا وہ یہی جگہ ہے۔

چنانچہ نبی دوجہاں ﷺ ناقہ سے اتر پڑے۔ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے سامان وغیرہ اٹھایا اور مکان کے اندر لے گئے۔ اس طرح حضور علیہ السلام نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنی میزبانی کا شرف بخش دیا۔ (سیرت ابن ہشام حصہ دوم، ص۱۲)

اس مکان میں ٹھہرے رہنے کی حکمت

بظاہر یہ بات تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ مدینہ منورہ تو نبی کریم ﷺ کو اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے قدم قدم پر التجائیں کرتے رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے قیام کے لئے مدینہ بھر میں صرف

Marfat.com

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مکان منتخب کیا اس میں آخر کیا حکمت تھی؟

اصل بات یہ ہے کہ وہ مکان حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تھا ہی نہیں؟ وہ تو حضور علیہ السلام کا ذاتی مکان تھا۔ جس میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے آباء واجداد صدیوں سے رہتے آرہے تھے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں فروکش ہوئے تھے نہ کہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے مکان پر۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کئی سو سال پیچھے جانا پڑے گا۔

جانِ دو عالم فخر آدم و بنی آدم صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے ایک بہت بڑا بادشاہ گزرا ہے جس کا نام تبع بن حسان تھا۔ وہ زبور کا پیروکار تھا اور بہت نیک انسان تھا۔ ایک دفعہ اڑھائی لاکھ افراد کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ میں حاضر ہوا اور کعبہ معظمہ پر ریشمی غلاف چڑھایا اور واپسی پر جب اس کا گزر اس جگہ سے ہوا جہاں اب مدینہ منورہ ہے، تو اس کے ساتھ سفر کرنے والے چار سو علماء نے خواہش ظاہر کی کہ ہم یہاں مستقل طور پر قیام کرنا چاہتے ہیں۔ تبع بادشاہ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہماری مذہبی کتابوں میں روایات کے مطابق یہ جگہ ایک عظیم الشان نبی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ بنے گی۔ ہم یہاں اس لئے رہنا چاہتے ہیں کہ شاید ہمیں اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور خدمت کی سعادت حاصل ہو جائے۔ تبع بادشاہ نیک دل انسان تھا۔ اس نے نہ صرف یہ کہ انہیں اجازت دے دی بلکہ ان سب کے لئے مکانات بھی تعمیر کرا دیئے۔ اور رہائش کی جملہ ضروریات بھی مہیا کر دیں۔ پھر ایک مکان خصوصی طور پر بنوایا اور آنے والے نبی آخر الزماں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھی لکھا۔ جس میں اقرار کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکا ہوں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور میری زندگی میں ہو گیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدمت گزار بن کر رہوں گا۔

اس کے بعد یہ خط اور مکان دونوں چیزیں اس عالم کے حوالے کر دیں جو ان میں سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار تھا اور فرمایا کہ فی الحال تم اس مکان میں رہو اور یہ خط بھی سنبھال کر رکھو۔ اگر تمہاری زندگی میں اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہو گیا تو یہ دونوں چیزیں خط اور مکان میری طرف سے ان کی خدمت میں تحفہ پیش کر دینا، ورنہ اپنی اولاد کو یہ وصیت کر جانا تا آنکہ یہ دونوں چیزیں اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جائیں۔

اس وصیت پر نسلاً بعد نسل عمل ہوتا رہا اور وہ دونوں چیزیں اس متقی و پرہیزگار انسان کی اولاد میں منتقل

Marfat.com

ہوتی رہیں اسی طرح ایک ہزار سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ اب اس نیک انسان کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس مکان کے محافظ ونگران تھے اور وہ خط بھی ان کے پاس محفوظ تھا۔

پھر جب اس مکان کے اصل وارث و مالک تاجدارِ کائنات جان دو عالم دستگیر زماں مالک کون ومکاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز مدینہ منورہ ہوئے اور حضرت ابوایوب انصاری ان پر ایمان لائے۔ (رضی اللہ عنہ)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ وہ خط مجھے دو۔ خط پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کھول کر پڑھا اور اتنے مسرور ہوئے کہ تین مرتبہ فرمایا

مَرْحَبًا بِتُبَّعِ الْاَخِ الصَّالِحِ

میرے نیک بھائی تبع کو خوش آمدید میرے نیک بھائی تبع کو اھلاً وسھلاً۔ مرحبا نیک بھائی تبع کو (رضی اللہ عنہ)۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ادب

نبی کریم علیہ السلام کا یہ مکان دو منزلہ تھا۔ نیچے والے حصہ میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیام فرمایا اور اوپر والے حصہ کو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے لئے چھوڑ دیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان مجھ سے یہ برداشت و گوارہ نہیں ہوسکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہوں اور غلام اوپر اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہربانی فرما کر اوپر والی منزل میں قیام فرمایئے۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوایوب نیچے والی منزل میں مجھے آسانی رہے گی اور مجھ سے ملاقات کے لئے آنے والوں کو بھی سہولت ہوگی۔ اس لئے ہمیں یہیں رہنے دو۔ ابوایوب رضی اللہ عنہ اس وقت خاموش ہوگئے۔ مگر وہ اپنے دل کا کیا کرتے جس کی ایک ایک دھڑکن میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ادب رچا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ رات کو جب اوپر والی منزل پر چڑھتے تو اپنی زوجہ سے فرمایا ہم بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر کس طرح رہ سکتے ہیں۔ وہ اتنی عظیم ہستی ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوتا ہے اور ان کی بارگاہ میں ملائکہ حاضری دیتے ہیں۔ بیوی نے بھی ان کی تائید کی اور کافی دیر تک اس پر گفتگو ہوتی رہی۔ رات بھی کافی گزر گئی تھی۔ چند ساعتوں کے لئے ابوایوب رضی اللہ عنہ کی آنکھ لگ گئی مگر جلد ہی اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے:

نَمْشِیْ فَوْقَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

آہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چل رہے ہیں۔ وہاں سے اٹھے اور زوجہ کو بھی اٹھایا اور ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئے۔ آج کارکنانِ قضا وقدر بھی شاید ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے امتحان پر تلے ہوئے تھے۔ کہ اندھیرے میں ٹھوکر لگنے سے پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا اور پانی چھت پر پھیل گیا۔ مٹی کی کچی چھت بہت پتلی تھی۔ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں پانی نیچے ٹپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی کا سبب نہ بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنا کمبل اور لحاف اتارا اور اسے پانی پر ڈال دیا اور پانی اسی میں جذب ہو گیا۔

غرضیکہ پوری رات اسی پریشانی کے عالم میں گزر گئی اور دونوں میاں بیوی کو سکون کا ایک لمحہ بھی نصیب نہ ہو سکا۔ دوسرے دن سویرے سویرے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اوپر والی منزل پر جلوہ آرائی فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی سابقہ وجہ بتائی اور نیچے رہنے کو فرمایا تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے صبر نہ ہو سکا اور بصد عجز و نیاز عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمایئے اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس مکان کے نیچے قیام فرما ہوں۔ اس کی بالائی اوپر والی منزل پر چڑھنے کی ابوایوب رضی اللہ عنہ کو کبھی جرأت نہ ہو سکے گی۔

بالآخر ان کے اصرار پر نبی کریم علیہ السلام اوپر والی منزل پر منتقل ہو گئے اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نیچے رہنے لگے۔ (زرقانی، ج ۱، ص ۳۳۱ ...... سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی پکا کر اوپر بھیجا کرتے تھے۔ آقا علیہ السلام حسبِ ضرورت کھانا کھا کر جو کچھ بچ جاتا وہ بچا ہوا کھانا واپس بھیج دیتے تھے تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ بڑے شوق سے وہ کھانا تبرکاً کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حسبِ معمول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا بھیجا اور خود تبرک کے انتظار میں بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد برتن اٹھانے آئے تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آج کہیں بھی انگشتہائے مبارک کے نشانات نہیں ہیں اور کھانا جس طرح گیا تھا اسی طرح واپس آ گیا ہے۔

ابوایوب رضی اللہ عنہ بہت خوف زدہ ہوئے کہ نہ جانے کیا بات ہے کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تو نہیں ہو گئے۔ ڈرتے ڈرتے آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا آج کے سالن میں سے تھوم کی بو آ رہی تھی اور میری سرگوشیاں اتنی لطیف مزاج ہستیوں سے ہوتی ہیں کہ وہ ذرا سی بو بھی گوارا نہیں کرتیں۔ اس لئے آج میں نے کھانا نہیں کھایا۔ تمہارے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے، تم سب کھا سکتے ہو۔۔ اس کے بعد ابوایوب رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی آپ کے کھانے میں تھوم وغیرہ نہیں ڈالا۔

(زرقانی، ج ۱، ص ۳۳۱ ...... سیرۃ حلبیہ، ج ۲، ص ۸۷)

Marfat.com

باب 28:

مسجد نبوی کی تعمیر

نبی کریم ﷺ کی اونٹنی جہاں بیٹھی تھی وہ مکان ہے جس میں ابو ایوب رضی اللہ عنہ رہتے تھے اسی کے ساتھ ایک بنجر سا قطعہ زمین تھا۔ چند کھجور کے درخت تھے۔ حضور ﷺ نے اس جگہ کو مسجد کے لئے پسند فرمایا۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی۔ حضور ﷺ نے ان بچوں کو بلوایا اور وہ بچے آئے۔ سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تم سے یہ جگہ خریدنا چاہتا ہوں۔ تم اس کا کیا لوگے؟ دونوں بچوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم یہ زمین ہدیۃً آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں مگر یتیموں کے ملجا و ماوی دستگیر زماں غریبوں کے حقوق کے نگہبان آقا کریم علیہ السلام نے ان کا مال بلا قیمت لینا پسند نہ فرمایا۔ اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دس اشرفیاں لے کر ان دونوں یتیم بچوں کو ان کا معاوضہ ادا فرمایا۔

اسی زمین پر مسجد نبوی شریف کی اولین بنیاد رکھی گئی۔ اور وہی خطہ زمین جس کا مقدر جاگا اور وہ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ قرار پایا۔

چار یارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تعمیر شروع ہوئی تو سب سے پہلا پتھر نبی آخر الزماں دستگیر کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے پیارے اور نرم و نازک ہاتھوں سے رکھا۔

دوسرا پتھر رازدارِ مصطفیٰ غار کا ساتھی مزار کا ساتھی خلیفہ اول بلافصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ تیسرا پتھر مرادِ مصطفیٰ جس کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے، عدل و انصاف کا پیکر حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے رکھا۔ چوتھا پتھر حیاء کا تاجدار جس سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم نے رکھا۔ اور پانچواں پتھر تاجدارِ ولایت بانوئے آن تاجدارِ هَلْ اَتٰی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہ چہارم نے رکھا۔ اس ترتیب کے بارے آقا کونین تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سوال کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

هٰؤُلَاءِ لِخُلَفَاءِ مِّنْ بَعْدِی

یہ چار لوگ میرے بعد میرے قائم مقام ہوں گے۔

(سیرت حلبیہ، ج ا، ص ا۷...... تاریخ الخمیس، ج ا، ص ۳۴۴)

اصحابِ صفہ

مسجد کے ایک کونے میں مسافروں اور غریبوں مسکینوں کے لئے ایک چبوترا بھی تیار کیا گیا جہاں کم و بیش ۷۰ درویش منش صحابی مقیم رہتے تھے جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے یا نبی کریم ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے۔ ایک دفعہ ستر صحابہ کرام بھوک سے نڈھال تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھوک نے ستایا ہوا تھا اتفاق سے ایک پیالہ دودھ کا آیا حضور علیہ السلام نے سب کے چہروں کو دیکھا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا یہ دودھ سب کو باری باری پلاتے جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک سرد آہ بھری اور دل میں خیال کیا کہ میری باری آنے تک دودھ ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ سید عالم ﷺ کا حکم تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر دودھ پلانا شروع کیا ہر صحابی نے خوب سیر ہو کر پیٹ بھر کر دودھ پیا جب سب دودھ پی چکے تو حضور ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم بھی دودھ پی لو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی خوب سیر ہو کر پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اور پیو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پیٹ بھر گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کیوں جناب بو ہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر　　　جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

مواخاتِ مدینہ

حضور نبی کریم ﷺ کی فہم و فراست سابقہ انبیاء کرام سے منفرد اور ممتاز تھی۔ حضور ﷺ نے اسے بڑی دور اندیشی کے ساتھ اس انداز سے مرتب فرمایا کہ اس کی عملی صورت دیکھ کر کوئی بھی صاحبِ عقل و دانش اسے خراجِ تحسین پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

حضور تاجدار کون و مکان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی فراست نے نسلِ انسانی کو ایک ایسی وحدت میں منسلک کر دیا جس کا اہلِ عرب و عجم کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ البتہ ماضی میں یمن کا خطہ ایک مرتبہ وحدت کی

Marfat.com

جھلک دیکھا جا چکا تھا۔ آقا علیہ السلام نے اپنے وزیر اور ساتھی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا۔ میری تمام جدو جہد اس لئے ہے کہ تمام مسلمان بلا تفریق وطن اور قبیلہ اسلام کے رشتہ میں تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے جائیں اور گزشتہ تمام نفرتیں اور عداوتیں دلوں سے نکال دیں۔

آقائے کائنات دستگیر زماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام انصار اور مہاجرین کو ایک جگہ جمع کیا اور ان کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارہ قائم فرمایا۔

یہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضور علیہ السلام کے لئے مکہ کو چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس لئے نہ ان کے پاس مال تھا نہ کوئی جائیداد تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آباد کاری کے لئے یہ انوکھا طریقہ اختیار فرمایا کہ ہر مہاجر کو کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا دیا۔ اور چشم فلک نے اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایثار و قربانی کا یہ حیران کن منظر دیکھا کہ ہر انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو پیشکش کی کہ آج سے تم میرے بھائی ہو۔ اس لئے میری ہر چیز میں نصف کے حق دار ہو۔ یہ میری زمین ہے، یہ مکان ہے، یہ باغ ہے ان سب میں آدھا حصہ تمہارا ہے اور آدھا حصہ میرا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عتبان بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔

حضور سیدِ عالم شافع محشر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام مہاجرین کو انصارِ مدینہ کے ساتھ سلسلہ اخوت میں منسلک فرما چکے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے اور حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سب مہاجرین کو کسی نہ کسی انصاری کا بھائی بنا دیا ہے۔ مگر مجھے ابھی تک کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ تو آقائے نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ عنہ انت اخی فی الدنیا و الآخرۃ۔ تم تو دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ہے کوئی کائنات عالم میں ایسی نظیر اس بے مثال ایثار کی اور قربانی کی۔ اس مواخات میں شفقت و محبت کی جو دنیا آباد ہے ایسی کوئی مثال ہی نہیں ملتی اور نہ ہی ملے گی۔

قبلہ کی تبدیلی

۲ ہجری میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب جانِ کائنات

Marfat.com

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔ اسی لئے امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں تین قسم کے لوگ آباد تھے۔ یہودی، عیسائی اور مشرکین۔ عبادت کے وقت مشرکین کعبہ معظمہ کی طرف منہ کیا کرتے تھے اور یہودی اور عیسائی بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کیا کرتے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ دونوں قبلوں کے نبی ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سترہ ماہ بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھاتے رہے۔

لیکن حضور علیہ السلام کا دل چاہتا تھا کہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑیں۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام وادی عتیق میں جہاں اس وقت مسجد قبلتین ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے منہ تھا بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف۔ جب دو رکعات پڑھ چکے تشہد میں بیٹھے تو بار بار چہرہ مقدس آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا کہ وحی آئی اسی انتظار میں بار بار اپنا روئے انور آسمان کی طرف اٹھاتے کہ شاید جبریل تحویل قبلہ کا حکم لے کر نازل ہوں کیونکہ مستقل طور پر اہل اسلام کا مرکز عقیدت اور مسجود الیہ اللہ تعالیٰ کا وہی گھر بن سکتا ہے جسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ آخر وہ لمحہ سعید آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تمنا پوری ہوئی اور یہ جانفزا وحی نازل ہوئی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔

اے محبوب ہم نے دیکھا کہ آپ بار بار اپنا چہرہ اقدس آسمان کی طرف اٹھاتے ہو اس لئے ہم قبلہ تبدیل کر رہے ہیں اور اسی کو قبلہ بنا رہے ہیں جس پر آپ راضی ہیں۔

یہ وہ مسجد قبلتین ہے جس کے نمازیوں نے سمع و اطاعت کی نادر مثال قائم کی تھی نماز کی حالت میں تشہد میں آواز آئی جبریل امین نے آ کر عرض کی کہ قبلہ بدل لو جب تیسری رکعت میں آقا علیہ السلام صفوں کو چیرتے ہوئے مقتدیوں کی پچھلی طرف کھڑے ہو گئے اور رخ انور کو بیت اللہ شریف کی طرف کر دیا تو

Marfat.com

سعادت مند صحابہ کرام جو نمازی تھے۔ ایک لمحہ تاخیر کئے بغیر اسی وقت نماز کی حالت میں ہی اپنے رخ کو کعبہ معظّمہ کی طرف بدل لیا۔ کیونکہ یہ جانثار صحابہ قبلہ نہیں بلکہ قبلہ کے قبلہ کو دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وہ صحابی تھے وہابی نہیں تھے۔ مسلمانو اسی جذبے کے ساتھ مسجد قبلتین کی زیارت کرنی چاہیے تاکہ تاریخ اسلام کے دریچے میں وہ منظر دیکھا جائے جو ایمان و وفا کی عظمت کا امین ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا   میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

چنانچہ اس کے بعد بیت اللہ شریف قیامت تک آنے والوں کا کعبہ بن گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب میرے لئے تو دونوں سمتیں برابر ہیں۔ کعبہ ہو کہ بیت المقدس مسجد اقصیٰ۔ مگر تمہیں چونکہ کعبہ پسند ہے اس لئے مجھے تمہاری خوشنودی ورضا مطلوب ہے۔

اس لئے فقط تیری رضا کی خاطر میں نے قبلہ تبدیل کر دیا ہے۔ یہ ہے رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 29:

ہجرت کا دوسرا سال ۲ھ

ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ قبیلہ بنی سلمہ میں ام بشر بن براء سے ملنے براء رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد تشریف لے گئے، ام بشر رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کے لئے کھانا تیار کیا۔ وہاں حضور ﷺ کو ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مع صحابہ کرام کے مسجد بنی سلمہ میں نماز شروع فرمائی۔ جب آپ ﷺ دو رکعتیں پڑھ چکے تو جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور اشارہ کیا کہ بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔ حضور ﷺ نے نماز ہی میں کعبہ معظمہ کی طرف منہ پھیر لیا اور صفوں کو چیرتے ہوئے آگے آ گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی سب الٹے پاؤں پھر گئے۔ اس طرح دو رکعت ظہر کی بیت المقدس مسجد اقصیٰ کی طرف پڑھیں اور دو رکعت کعبہ معظّمہ کی طرف پڑھیں۔ یہ قوی سند سے ثابت ہے۔ (تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۲۴۶)

جنگ بدر

مدینہ منورہ سے تقریباً ۸۰ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام ہے بدر جہاں جاہلیت کے دور میں سالانہ میلا لگتا تھا۔ یہاں ایک کنواں بھی تھا جس کے مالک کا نام بدر تھا۔ اسی کے نام پر اس جگہ کو بدر کہتے ہیں۔ اسی مقام پر جنگِ بدر کا وہ عظیم معرکہ ہوا جس میں کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان حق و باطل کا خون ریز معرکہ ہوا اور ایمان والوں کو عظیم الشان فتح مبین نصیب ہوئی جس کے بعد اسلام کی عزت اور اقبال کا جھنڈا اتنا سر بلند ہوا کہ کفار مکہ کی عظمت و شان و شوکت بالکل ہی خاک میں مل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے دن کا نام یوم الفرقان رکھا۔ قرآن پاک کی سورۃ آل عمران میں تفصیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر مدد فرمائی بدر میں جبکہ تم لوگ کمزور اور بے سرو سامان تھے، تو تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ شکر گزار بن جاؤ۔

Marfat.com

چنانچہ ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو مجاہدین اسلام مدینہ منورہ سے چل پڑے۔ اس لشکر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ زیادہ ہتھیار تھے نہ راشن کی کوئی بڑی مقدار تھی۔ بے سروسامانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بھروسے پر یہ مٹھی بھر لوگ حق کی خاطر نکل پڑے۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر صورتِ حال سے آگاہ فرمایا۔ حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی سن کر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین نے بڑے جوش وخروش کا اظہار کیا مگر حضور ﷺ انصار کی طرف دیکھ رہے تھے۔

انصار مدینہ میں سے قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھ کر پکار اٹھے کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ اللہ کی قسم ہم وہ جانثار ہیں کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو ہم سمندر میں کود جائیں۔ اسی طرح انصار کے ایک اور معزز سردار حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے بڑے جوش میں آکر عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپ اور آپ کا اللہ جا کر لڑیں۔

انصار کے ان دونوں سرداروں کی تقریر سن کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ اقدس خوشی سے چمک اٹھا حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا ہے

نبی کا حکم ہو تو ہم پھاند جائیں سمندر میں　　جہاں کو محو کردیں نعرۂ اللہ اکبر میں

مدینہ منورہ سے ایک میل دور چل کر حضور علیہ السلام نے اپنے لشکر کا جائزہ لیا جو لوگ کم عمر تھے ان کو واپس کر دینے کا حکم دیا کیونکہ جنگ کے پرخطر موقع پر بچوں کا کیا کام؟ مگر انہی بچوں میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب ان سے واپس ہونے کو کہا گیا تو وہ مچل گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور کسی طرح واپس ہونے کو تیار نہ ہوئے۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری دیکھ کر رحمتِ عالم دستگیر زماں ﷺ کا قلب نازک متاثر ہو گیا اور آپ نے ان کو ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس ننھے مجاہد کے گلے میں بھی ایک تلوار حمائل کر دی۔ مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے وقت نمازیوں کے لئے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی کا امام مقرر فرما دیا۔ لیکن جب

Marfat.com

حضور ﷺ مقام روحاء میں پہنچے تو منافقین اور یہودیوں کی طرف سے کچھ خطرہ محسوس فرمایا تو حضور ﷺ نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا حاکم بنا کر ان کو مدینہ منورہ واپس جانے کا حکم صادر فرمایا اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کے چڑھائی والے گاؤں پر نگرانی رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ ان انتظامات کے بعد حضور علیہ السلام بدر کی جانب چل پڑے۔ جدھر سے کفار مکہ کے آنے کی خبر تھی اب کل فوج کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ مقام صفراء میں پہنچے تو دو آدمیوں کو جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا تا کہ وہ قافلہ کا پتہ لگائیں کہ وہ کدھر ہے؟ اور کہاں تک پہنچا ہے؟ (زرقانی، ج ۱، ص ۴۱۱)

کفار مکہ مسلمانوں سے پہلے بدر میں پہنچ گئے تھے۔ اس لئے اچھی جگہ پر کفار مکہ نے اپنا قبضہ جمالیا تھا۔ حضور ﷺ جب بدر کے قریب پہنچے تو شام کا وقت ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بدر کی طرف بھیجا تا کہ یہ لوگ کفار مکہ کے بارے میں خبر لائیں۔ یہ حضرات خبر لانے گئے تو قریش کے دو غلاموں کو پکڑ لیا جو کفار مکہ کے لئے پانی بھرنے پر مقرر تھے۔ ان کو حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ حضور ﷺ نے ان دونوں غلاموں سے پوچھا کہ بتاؤ قریشی فوج میں کفار مکہ کے سرداروں سے کون کون ہے؟ تو دونوں غلاموں نے بتایا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، حکیم بن حزام، ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف عباس بن عبدالمطلب وغیرہ سب اس لشکر میں موجود ہیں۔ یہ فہرست سن کر نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے صحابہ کرام ایمان والو سن لو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف بھیج دیا ہے۔ (مسلم شریف ج ۱، ص ۱۰۲/......زرقانی)

حضور ﷺ جب بدر میں پہنچے تو ایسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ جہاں نہ کوئی کنواں تھا نہ کوئی چشمہ تھا اور وہاں کی زمین اتنی ریتلی تھی کہ گھوڑوں کے پاؤں زمین میں دھنستے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری رائے یہ ہے کہ ہم کچھ آگے بڑھ کر پانی کے چشموں پر قبضہ کر لیں تا کہ کفار مکہ جن کنوؤں پر قابض ہیں۔ وہ بیکار ہو جائیں گے۔ حضور علیہ السلام نے ان کی رائے کو پسند فرمایا اور اسی پر عمل کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ بارش بھی ہو گئی۔ جس سے میدان کی گرد اور ریت جم گئی جس پر مسلمانوں کے لئے چلنا پھرنا آسان ہو گیا۔ اور کفار مکہ جس طرف تھے وہ زمین مٹی والی تھی جس کی وجہ سے کیچڑ ہو گئی۔ جس سے ان کو چلنے پھرنے میں دشواری ہو گئی اور مسلمانوں نے بارش کا پانی روک کر جا بجا

Marfat.com

حوض بنا لئے تا کہ یہ پانی غسل و وضو کے کام آئے۔ اسی احسان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا کہ:

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ (سورۃ الانفال،)

اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسادیا تا کہ وہ تم لوگوں کو پاک کرے۔ ۱۷ سترہ رمضان المبارک ۲ھ جمعہ کی رات تھی تمام فوج تو آرام وچین کی نیند سو رہے تھے۔ مگر ایک ایسی ہستی جس کے لئے اس بزم کائنات کو سجایا گیا وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے جو ساری رات اللہ تعالیٰ سے لو لگائے دعا میں مصروف تھے۔ سویرے سویرے نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو جگایا نماز فجر کے لئے نماز فجر کے بعد قرآن مجید کی آیاتِ جہاد سنا کر ایسا ولولہ انگیز خطاب فرمایا کہ مجاہدین اسلام کی رگوں کے خون کا قطرہ قطرہ جوش وخروش کا سمندر بن کر طوفانی موجیں مارنے لگا اور لوگ میدانِ جنگ کے لئے تیار ہونے لگے۔

کون کہاں مرے گا؟

حضور علیہ السلام نے رات کو چند جانثاروں کے ساتھ میدان بدر میں جنگ کا معائنہ فرمایا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی تھی، حضور ﷺ اسی چھڑی سے زمین پر لکیر بناتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہاں فلاں مرے گا فلاں کافر کے قتل ہونے کی جگہ یہ ہے اور کل یہاں فلاں کافر کی لاش پڑی ہوئی ملے گی۔ چنانچہ جس طرح حضور ﷺ نے نشان لگائے تھے اسی اسی جگہ اس کافر کی لاش پائی گئی۔ کسی ایک کافر نے بھی لکیر سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کیا۔ (ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۶۴۔ باب غزوہ بدر)

اس حدیث سے صاف اور صریح طور پر یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ ان دونوں غیب کی باتوں کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا تھا۔

مجاہدین اسلام کی صف آرائی

۱۷ رمضان المبارک ۲ھ جمعہ کا دن ہے۔ سرورِ عالم ﷺ نے مجاہدین اسلام کو صف بندی کا حکم فرمایا۔ حضور ﷺ اپنی چھڑی مبارک سے سیدھی صف بندی فرما رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ حضرت سواد انصاری رضی اللہ عنہ کا پیٹ صف سے کچھ باہر آگے نکلا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی چھڑی مبارک ان کے پیٹ پر

Marfat.com

رکھ کر فرمایا:

اِسْتَوِ یَاسَوَادُ

اے سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ذکر الٰہی کرو اس کے علاوہ کوئی شخص کسی قسم کا شور و غل نہ مچائے۔

حضور ﷺ سے حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آقا آپ ﷺ نے میرے پیٹ پر چھڑی ماری ہے۔ میں آپ ﷺ سے اس کا قصاص یعنی بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر سب صحابہ کرام حیران و پریشان ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ صبر کرو۔ حضور ﷺ نے اپنا پیراہن شریف اپنے شکم مبارک سے اٹھا کر فرمایا اے سواد لو میرا شکم مبارک حاضر ہے۔ تم اس پر چھڑی مار کر مجھ سے اپنا قصاص لے لو۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر حضور ﷺ کے شکم مبارک کو چوم لیا۔ اور پھر نہایت ہی والہانہ انداز میں گرم جوشی کے ساتھ حضور ﷺ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے سواد تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اس وقت میدان جنگ کی صف میں کھڑا ہوں اور اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر کھڑا ہوں۔ شاید موت کا وقت آ گیا ہے۔

اس وقت میرے دل میں اس تمنا نے جوش مارا کہ کاش مرتے وقت میرا بدن آقا ﷺ کے جسم اطہر سے چھو جائے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کے اس جذبۂ محبت کی قدر کرتے ہوئے ان کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور حضرت سواد انصاری رضی اللہ عنہ نے دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں معذرت کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میری کیا مجال ہے کہ میں آپ ﷺ سے قصاص لوں۔ یہ ایک حیلہ تھا آپ ﷺ کے شکم مبارک کے چومنے کا۔ تمام صحابہ کرام حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی اس عاشقانہ ادا کو حیرت سے دیکھتے ہوئے ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ (سیرت ابن ہشام، غزوہ بدر، ج ۲، ص ۶۲۶)

پابندی عہد

اتفاق سے حضرت حذیفہ سیرت ابن ہشام، غزوہ بدر، ج ۲، ص ۶۲۶ اور ان کے بھائی کہیں سے آ رہے تھے۔ راستے میں کفار مکہ نے ان دونوں کو روکا کہ تم بدر کے میدان میں محمد بن عبداللہ ﷺ کی مدد کرنے جا رہے ہو۔ ان دونوں نے انکار کیا اور جنگ میں شریک نہ ہونے کا عہد کیا۔ چنانچہ کفار مکہ نے ان

Marfat.com

دونوں کو چھوڑ دیا۔ جب یہ دونوں حضرات بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور اپنا واقعہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے ان دونوں کو لڑائی کی صفوں سے الگ کر دیا اور فرمایا کہ ہم ہر حال میں عہد کی پابندی کریں گے۔ ہم کو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہے۔ (مسلم، باب الوفا بالعہد: ج ۲، ص ۱۰۶)

اے دنیا والو غور کرو۔ دنیا جانتی ہے کہ جنگ کے موقع پر خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب دشمنوں کے عظیم الشان لشکر کا مقابلہ ہو ایک ایک سپاہی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ مگر تاجدارِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی تھوڑی سی فوج کو دو بہادر اور جانباز مجاہدوں سے محروم رکھنا پسند فرمایا۔ مگر کوئی مسلمان کسی کافر سے بھی بد عہدی اور وعدہ خلافی کرے اس کو گوارا نہیں فرمایا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اللہ اکبر اے دنیا کے بادشاہو اے اقوام عالم کے وزیرو مشیر و اللہ کے لیے مجھے بتاؤ کیا تمہاری تاریخ زندگی کے بڑے بڑے دفتروں میں کوئی ایسا چمکتا ہوا ورق بھی ہے؟ اے چاند پر کمندیں ڈالنے والو اور سورج کو دور بین نگاہوں سے دیکھنے والو خدا کے لئے؟ بتاؤ کیا تمہاری آنکھوں نے کبھی صفحہ ہستی پر پابندی عہد کی کوئی ایسی مثال دیکھی ہے؟

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ تم اس کے جواب میں نہیں کے سوا کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ حقیقت اصل میں حقیقت ہی ہوتی ہے۔ اس رب عالم نے محبوب کریم ﷺ کا کوئی ثانی بنایا ہی نہیں تو ایسے بے مثل رسول ﷺ کی کوئی مثل ہو تو مثال دیجئے۔ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کوئی مثل نہیں ڈھولن دی   چپ کر مہر علی ایتھے جا نہیں بولن دی
کوئی زلفاں چھلے وے چھلے   سارا جگ سوہنا اے پر میرے آقا تو ٹھلے وے ٹھلے
اے ہتھ گورے گورے نے   مازاغ دا سرما اے طہٰ دے ڈورے نے
کوئی مثل نہیں جانی دی   رب قسماں کھاوے اودی اٹھ دی جوانی دی

Marfat.com

باب 30:

حق و باطل کا پہلا معرکہ

اب میدان بدر میں حق و باطل کی دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے کھڑی ہیں۔
حضور علیہ السلام مجاہدین اسلام کی صف بندی کے بعد مجاہدین کی قرارداد کے مطابق اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔جس کو صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام ہی کی خاطر نشست کے لئے بنایا تھا۔اب اس خیمہ کی حفاظت کا سوال بے حد اہم اور لازمی تھا۔کیونکہ کفار مکہ کے حملوں کا اصل نشانہ حضور تاجدار کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی، کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ اس خیمہ کا پہرہ دے۔لیکن اس موقع پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار جو انبیاء کے بعد سب سے افضل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل اول یار غار و باوقار ہی کے حصہ میں یہ سعادت لکھی تھی وہ ننگی تلوار لے کر خیمہ کے باہر استقامت کا پہاڑ بن کر ڈٹے رہے۔
اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھی چند انصاریوں کے ساتھ پہرہ دیتے رہے۔(زرقانی، ج ۱، ص ۴۰۸)

پیغمبر اعظم کی دعا

حضور پر نور سرور دو عالم دستگیر دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس نازک گھڑی میں اللہ تعالیٰ سے لو لگائے گریہ وزاری کے ساتھ کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلائے یہ دعا مانگ رہے تھے۔اے رب دو عالم تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔آج اسے پورا فرمادے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر رقت کے ساتھ دعا فرماتے تھے کبھی سجدہ میں سر مبارک رکھ کر اس طرح دعا مانگتے کہ الٰہی اگر آج یہ چند نفوس ہلاک ہو گئے تو پھر قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والے نہ رہیں گے۔(سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۶۲۷)
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بے قرار دیکھ کر خود بے قرار ہو گئے اور ان پر رقت طاری ہو گئی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوپر کی اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بس کریں اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یارِ غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بات مان لی اور گریہ وزاری ختم کر دی اور فرمایا عنقریب کفار مکہ کی فوج کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ جہاد کے لئے

حضور سید دو عالم کائنات کے تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جہاد پر وعظ فرماتے ہوئے

Marfat.com

ارشاد فرمایا کہ مسلمانو اس جنت کی طرف بڑھتے چلو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔ تو حضرت عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ پکار اٹھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ سن کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا واہ واہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے عمیر تو نے واہ واہ کس لئے کہا؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط اس امید پر کہ میں بھی جنت میں داخل ہو جاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے عمیر تو بے شک جنتی ہے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ بشارت سنی تو خوشی کے مارے کھجوریں رکھ دیں اور کھڑے ہو گئے۔ اور ایک دم تلوار لے کر کفار کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور جانبازی کے ساتھ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(مسلم، کتاب الجہاد، ج ۲، ص ۱۳۹)

کفار مکہ کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ اپنے سینے و بازو پر شتر مرغ کے پر لگائے ہوئے اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید بن عتبہ کو ساتھ لے کر غصہ میں بھرا ہوا اپنی صف سے باہر نکلا اور مقابلہ کے لئے دعوت دینے لگا۔ اسلامی فوج کی صفوں میں سے حضرت عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مقابلے کو نکلے ان لوگوں کا نام و نسب پوچھا انہوں نے بتایا ہم انصاری ہیں۔ تو عتبہ نے کہا ہم کو تم لوگوں سے کوئی غرض نہیں۔ پھر عتبہ نے چلا کر کہا اے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں۔ اشراف قریش کو ہم سے لڑنے کے لئے بھیجو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کو ان تینوں کے مقابلے کے لئے حکم فرمایا۔ چنانچہ مجاہدین اسلام میں سے یہ بہادران اسلام میدان میں نکلے۔ چونکہ ان تینوں نے خود سر پر پہنے ہوئے تھے۔ جس سے ان کے چہرے چھپ گئے تھے۔ اس لئے عتبہ نے ان حضرات کو پہچانا نہیں۔ اس لئے پوچھا کہ تم کون کون لوگ ہو۔ جب ان تینوں نے اپنے اپنے نام و نسب بتائے تو عتبہ نے کہا کہ ہاں اب تم ہمارے جوڑ کے ہو۔ جب ان کو میدان میں اترتے دیکھا تو ان تینوں نے اپنے ایمانی شجاعت کا ایسا مظاہرہ کیا کہ میدان بدر کی زمین دہل گئی اور کفار کے دل تھر تھرا گئے۔ ان کی جنگ کا انجام یہ ہوا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کا مقابلہ کیا۔ انتہائی بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر کار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے وار سے مار مار کر عتبہ کو زمین پر ڈھیر کر دیا۔ ولید نے حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے جنگ کی دونوں نے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر حملے کئے اور خوب لڑے۔ اسد اللہ الغالب کی ذوالفقار حیدری نے ولید کو مار گرایا اور وہ ذلت کی موت مارا گیا۔ مگر عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو اس طرح زخمی کر دیا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ شیر کی طرح جھپٹے اور آگے بڑھ کر شیبہ کو جہنم رسید کر دیا۔ اور حضرت

Marfat.com

عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے۔ ان کی پنڈلی ٹوٹ کر چور ہو چکی تھی اور نلی کا گودا بہہ رہا تھا۔ اس حالت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا میں شہادت سے محروم رہا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

(ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۶۰...... زرقانی علی المواہب، ج ۱، ص ۴۱۸)

اس کے بعد سعید بن العاص کا بیٹا عبید سر سے پاؤں تک لوہے کے لباس اور ہتھیاروں سے چھپا ہوا صف سے باہر نکلا اور یہ کہہ کر اسلامی لشکر کو للکارنے لگا کہ میں ابوکرش ہوں۔ اس کی یہ مغرورانہ للکار سن کر حضور ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بڑے جوش و خروش سے اپنی برچھی لے کر مقابلہ کے لئے نکلے۔ مگر یہ دیکھا کہ اس کی آنکھوں کے سواء اس کے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہے۔ جو لوہے سے چھپا ہوا نہ ہو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا نشانہ بڑے کمال کا تھا آپ تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے برچھی ماری کہ وہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ برچھی اس کی آنکھ کو چھیدتی ہوئی کھوپڑی کی ہڈی میں چبھ گئی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر پوری طاقت سے برچھی کو کھینچا تو بڑی مشکل سے برچھی نکلی اور اس کا سر مڑ کر خم ہو گیا۔

یہ برچھی مدتوں تک ایک تاریخی یادگار بنی رہی۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے یہ برچھی طلب فرمائی تو انہوں نے یہ برچھی حضور ﷺ کو دے دی۔ آقا علیہ السلام نے یہ برچھی (چھوٹا بڑے کی چیز بطور تبرک رکھتا ہے نہ کہ بڑا) اپنے پاس رکھی پھر حضور ﷺ کے چاروں یاروں یعنی خلفائے راشدین کے پاس منتقل ہوتی رہی پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ یہاں تک کہ ۷۳ھ میں جب بنوامیہ کے ظالم گورنر حجاج بن یوسف ثقفی نے ان کو شہید کر دیا تو یہ برچھی بنوامیہ کے قبضہ میں چلی گئی پھر اس کے بعد لاپتہ ہو گئی۔ (بخاری شریف، غزوہ بدر، ج ۲، ص ۵۷۰)

ابوالاثر محمد حفیظ جالندھری نے کیا خوب فرمایا ہے:

فضائے بدر کو اک آپ بیتی یاد ہے اب تک
یہ وادی نعرۂ تکبیر سے آباد ہے اب تک
پلٹ کر اس جگہ شیطان آیا ہی نہیں اب تک
فرشتوں کی زیارت گاہ ہے یہ سرزمین اب تک
جو دیکھا اس کی آنکھوں نے وہ کب افلاک نے دیکھا
حق و باطل کا پہلا معرکہ اس خاک نے دیکھا
قریشی فوج کو لے کر چلا شیطان مکے سے
مدینے کی تباہی کو اٹھا طوفان مکے سے
مبارک جمعہ کا دن سترھویں تھی ماہِ رمضان کی
شہادت گاہ میں فوج آ ہی پہنچی اہلِ ایماں کی
مئے وحدت سے قلب مطمئن سرشار تھا ان کا
کہ سردارِ دو عالم قافلہ سالار تھا ان کا

Marfat.com

نہیں تھا تین سو تیرہ (313) سے آگے تک شمار ان کا
سنا یہ ہے کہ ان کے ساتھ تھا پروردگار ان کا

تمہارے امتحان اوّلین کا وقت آیا ہے
کہ اپنے پوجنے والوں کو شیطان گھر لایا ہے

ارادے ساتھ لے کر سو گیا انسان کا لشکر
اُدھر شیطان کا لشکر اِدھر رحمٰن کا لشکر

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

ابوجہل واصل جہنم ہوا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں صف میں کھڑا تھا اور میرے دائیں اور بائیں دو نوعمر لڑکے کھڑے ہوگئے۔ ایک نے چپکے سے پوچھا کہ اے چچا جان کیا آپ ابوجہل لعین کو پہچانتے ہیں؟ میں نے ان سے کہا کہ کیوں تم کو ابوجہل سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ آقا علیہ السلام کا دشمن ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اسے قتل کردوں گا یا خود لڑتا ہوا مارا جاؤں گا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حیرت سے اس نوجوان کا منہ تکنے لگا کہ اچانک دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ابوجہل تلوار گھماتا ہوا سامنے آگیا اور میں نے اشارہ سے ان کو بتایا کہ ابوجہل یہی ہے۔

قسم کھائی ہے ماریں گے یا مرجائیں گے ابوجہل ناری کو
سنا ہے کہ گالیاں دیتا ہے وہ محبوب باری کو

بس پھر کیا تھا کہ یہ دونوں لڑکے شاہین کی طرح تلواریں لے کر اس لعین پر جھپٹے جس طرح باز اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواروں سے مار مار کر ابوجہل کو زمین پر ڈھیر کردیا۔ یہ دونوں بھائی حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنے باپ کے قاتل معاذ رضی اللہ عنہ پر حملہ کردیا اور پیچھے سے ان کے بائیں شانے پر تلوار ماری جس سے ان کا بازو کٹ گیا لیکن تھوڑا سا اٹکا رہا پورا بازو لٹکنے لگا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کا پیچھا کیا اور دور تک دوڑایا مگر عکرمہ بھاگ کر بچ نکلا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس حالت میں بڑی دلیری سے لڑتے رہے۔ لیکن کٹا ہوا بازو لٹک رہا تھا جس کی وجہ سے زحمت ہورہی تھی۔ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے کٹے ہوئے بازو کو پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے کھینچا کہ وہ الگ ہوگیا۔ اور پھر وہ آزاد ہو کر لڑتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے پاس سے گزرے تو اس وقت ابوجہل

Marfat.com

میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کو اپنے پاؤں سے روندا اور فرمایا کہ تو ہی ابوجہل ہے۔ اب بتا آج اللہ تعالیٰ نے کیسا رسوا کیا ہے؟ ابوجہل نے مرتے مرتے بھی گھمنڈ کے ساتھ یہ کہا کہ تمہارے لئے کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ کاش مجھے کسانوں کے سوا کوئی دوسرا قتل کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ چونکہ یہ بھائی انصاری تھے اور انصار کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ قبیلہ قریش کے لوگ کسانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ اس لئے ابوجہل نے کسانوں کے ہاتھ سے قتل ہونے کو اپنے لئے قابلِ افسوس بتایا۔ جنگ ختم ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود کو ساتھ لے کر جب ابوجہل کی لاش کے پاس سے گزرے تو لاش کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ابوجہل اس زمانے کا فرعون ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹنا چاہا تو اس گھمنڈی نے کہا میری گردن سے نیچے سے کاٹنا تاکہ پتہ چلے کہ یہ ابوجہل کا سر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کا سر کاٹ کر تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھ دیا۔ (بخاری، غزوہ بدر، دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۲۱۳)

امیہ کا انجام

امیہ بن خلف بہت بڑا دشمن رسول تھا۔ جنگِ بدر میں جب کفر و اسلام کے لشکر آمنے سامنے آئے تو امیہ بن خلف بھی کفارِ مکہ کی طرف سے میدان بدر میں چھپ چھپ کر کبھی کسی کا سہارا لیتا کبھی کسی کا سہارا لیتا چھپتا پھر رہا تھا مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف کو دیکھ لیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب امیہ بن خلف کے غلام تھے تو امیہ بن خلف نے ان پر ظلم کے پہاڑ بن کر ستایا تھا اور مار مار کر گرم ریت پر لٹایا اور جسم پر بھاری پتھر رکھ دیتا ایسے ظلم کئے کہ قابل معافی نہ تھے۔ اس لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ جوش نے انتقام میں للکارا اور انصار کو پکارا یہ سب اس پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر تلوار چلائی اور خوب گھونپ گھونپ کر اس کافر کو قتل کر کے جہنم رسید کر دیا۔ (بخاری، ج ۱، ص ۳۰۸)

بدر میں اللہ تعالیٰ کی مدد

جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور آسمان سے فرشتوں کا لشکر اتار دیا۔ پہلے تین ہزار فرشتے آئے پھر پانچ ہزار ہو گئے۔ جب خوب گھمسان کا رن پڑا تو فرشتے کسی کو نظر نہیں آتے تھے۔ مگر ان کی حرب و ضرب کے اثرات صاف نظر آتے تھے۔ بعض کافروں کی ناک اور منہ پر کوڑوں کی مار کا

Marfat.com

نشان پایا جاتا تھا اور کہیں بغیر تلوار مارے سر کٹ کر گرتا نظر آتا تھا۔ یہ آسمان سے آنے والے فرشتوں کے کارنامے تھے۔

کفار مکہ بھاگ گئے

بڑے بڑے سردار عتبہ و شیبہ و ابوجہل و امیہ بن خلف وغیرہ کفار مکہ کے سرداروں کے قتل سے کفار مکہ کے حوصلے پست ہو گئے۔ ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور ان کے پاؤں لڑکھڑا گئے اور وہ ہتھیار ڈال کر بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ اس جنگ میں کفار مکہ کے ستر ۷۰ چوٹی کے کافر مارے گئے اور ستر آدمی گرفتار ہوئے۔ باقی اپنا سامان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس حق و باطل کے معرکہ میں کفار مکہ کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ ان کی عسکری طاقت ہی فنا ہو گئی۔ کفار مکہ کے بڑے بڑے جنگجو نامور سردار اور فن سپہ گری میں یکتائے روزگار تھے۔ ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جنگ بدر میں کل چودہ مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔ (زرقانی، ج ا، ص ۴۴۴)

کفار مکہ کی لاشوں سے خطاب

جب کفار کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر مقتولین کے نام لے لے کر اس طرح پکارا اے عتبہ اے ابوجہل اے امیہ بن خلف اے شیبہ بن ربیعہ کیا تم لوگوں نے اپنے باطل بتوں کے بنے ہوئے خداؤں کے وعدہ کو سچا پایا ہرگز نہیں یہ بت جھوٹے ہیں۔

ہمارے رب نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ الحمد للہ بالکل ٹھیک سچ پایا اللہ تعالیٰ سچا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی لاشوں سے خطاب فرما رہے ہیں تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں اور بے روح جسموں سے کلام فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ تم زندہ لوگوں سے مردے زیادہ سنتے ہیں لیکن اتنی بات ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔ (بخاری، ج ا، ص ۱۸۳، باب ماجاء فی عذاب القبر، ج ۲، ص ۵۰۰)

مردے سنتے ہیں

بخاری شریف کی اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جب کفار کے مردے زندوں کی بات سنتے

Marfat.com

ہیں تو پھر مسلمان مومنین اولیاء اللہ شہدا اور انبیاء کرام وصال کے بعد یقیناً ہم زندوں کا درود و سلام اور کلام اور ہماری فریادیں سنتے ہیں۔ اگر کفار کی مردہ لاشوں کو پکارا جائے تو وہ سنتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں یعنی ولیوں اور شہداء اور نبیوں کو ان کے وصال کے بعد پکارنا بدرجہ اولیٰ سنتے ہیں اور یہ پکارنا جائز ہے۔

اس لئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو قبروں کی طرف اپنا چہرہ مقدس کر کے یوں فرماتے ہیں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَااَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ

(مشکوٰۃ، باب زیارت قبور، ص ۱۵۴)

یعنی اے قبر والوں تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تم لوگ ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں اور حضور علیہ السلام نے اپنی امت کو بھی یہی حکم فرمایا ہے۔ اور صحابہ کرام کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے (کہ جب تم لوگ قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ تو سلام کیا کرو۔)

(مشکوٰۃ، باب زیارت قبور، ص ۱۵۴)

تو ان حدیثوں سے ظاہر ہوا ہے کہ مردے زندوں کا سلام و کلام سنتے ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ جو لوگ سنتے ہی نہیں ان کو سلام کرنے سے کیا فائدہ؟

مجاہدین کے فضائل

جو صحابہ کرام جنگِ بدر میں شریک ہوئے وہ تمام صحابہ میں ایک خصوصی شرف کے ساتھ ممتاز ہیں اور ان خوش نصیبوں کے فضائل میں ایک بہت ہی عظیم الشان فضیلت یہ ہے کہ ان سعادت مندوں کے بارے میں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ بدر سے واقف ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ اب تم جو عمل چاہو کرو۔ بلاشبہ تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ یا یہ فرمایا کہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ (بخاری، باب فضل من شہد بدرا: ج ۲، ص ۵۶۷)

---------✿✿✿---------

Marfat.com

باب 31:

۲ھ میں بعض احکام

۱ اسی سال روزہ اور زکوۃ کی فرضیت کے احکام نازل ہوئے اور نماز کی طرح روزہ اور زکوۃ بھی مسلمانوں پر فرض ہوئے۔

۲ اسی سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کی نماز جماعت کے ساتھ عید گاہ میں ادا فرمائی۔ اس سے قبل عید الفطر کی نماز نہیں ہوتی تھی۔

۳ صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم اسی سال جاری ہوا۔

۴ اسی سال ۱۰ ذوالحج کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کی نماز ادا فرمائی اور نماز عید الضحیٰ کے بعد دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

ہجرت کا تیسرا سال

جنگ احد ۳ھ کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔ احد ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً دو یا تین میل ہے۔ چونکہ حق و باطل کا یہ عظیم معرکہ اس پہاڑ کے دامن میں ہوا۔ اس لئے یہ جنگ غزوۂ احد کے نام سے مشہور ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف آیتوں میں اس لڑائی کے واقعات کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے۔

جنگ احد کا سبب یہ بنا کہ معرکہ بدر میں کفار مکہ ستر چوٹی کے سردار قتل ہوئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اس بنا پر کفار مکہ کا ایک ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اور کفار مکہ کا بچہ بچہ جوش انتقام میں آتشِ غیظ و غضب کا بھڑکتا ہوا تنور بن کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بے قرار تھا۔ قریش مکہ کا یہ طرۂ امتیاز تھا کہ وہ اپنے ایک ایک مقتول کے خون کا بدلہ لینے کو اتنا فرض سمجھتے تھے۔ جس کو ادا کئے بغیر گویا وہ چین سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ جنگِ بدر کے مقتولوں کا جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہئے۔ چنانچہ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اور امیہ بن خلف کا لڑکا صفوان اور دوسرے کفار مکہ جن کے باپ، بھائی، بیٹے جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے یہ سب کے سب لوگ ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مسلمانوں نے ہماری قوم کے تمام

Marfat.com

سرداروں کو قتل کر ڈالا ہے اس کا بدلہ لینا ہمارا قومی فریضہ ہے۔ لہٰذا ہماری خواہش ہے کہ قریش مکہ کی مشترکہ تجارت میں امسال جتنا نفع ہوا ہے۔ وہ سب کا سب قوم کے جنگی فنڈ میں جمع ہو جانا چاہیے اور اس رقم سے بہترین ہتھیار خرید کر اپنے لشکر کو مضبوط تر سے مضبوط کر لینا چاہیے پھر ایک عظیم فوج لے کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے بانیِ اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہیے۔

ابوسفیان نے خوشی خوشی قریش کی اس درخواست کو منظور کر لیا لیکن کفار قریش کو جنگ بدر سے تجربہ ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے لڑنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ سمندر کی موجوں سے ٹکرانا پہاڑوں سے ٹکر لینا بہت آسان ہے۔ مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں سے جنگ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی جنگی طاقت میں بہت زیادہ اضافہ کرنا نہایت ہی ضروری سمجھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ہتھیاروں کی تیاری اور سامان جنگ کی خریداری میں روپیہ پانی کی طرح بہایا اور جنگی سامان خریدا اور ساتھ ساتھ پورے عرب میں جنگ کا جوش اور لڑائی کا ولولہ بڑھانے کے لئے بڑے بڑے شاعروں کو بلایا جو اپنی آتش بیانی میں تمام قبائل عرب میں جوش انتقام کی آگ لگا دیں۔ ان شاعروں نے باقاعدہ دورہ کر کے تمام قبائل عرب میں ایسا جوش اور اشتعال پیدا کر دیا کہ بچہ بچہ خون کا بدلہ خون کا نعرہ لگاتے ہوئے مارنے اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ایک بہت بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی تیار ہو گئیں۔ جو جوش انتقام سے لبریز ہو کر فوج میں شامل ہوئیں۔ جن کے باپ، بیٹے، بھائی، شوہر جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ان عورتوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے قاتلوں کا خون پی کر ہی دم لیں گی۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہندہ کے باپ عتبہ اور جبیر بن مطعم کے چچا کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا۔ اس بنا پر ہندہ نے وحشی کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اگر اس نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو اس کو اس کارگزاری پر آزاد کر دیا جائے گا۔ الغرض بے پناہ جوش و خروش اور انتہائی تیاری کے ساتھ کفار کا لشکر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ ابوسفیان اس لشکر کا سپہ سالار بنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو مسلمان ہو چکے تھے جس کا کسی کو علم نہیں تھا اور وہ مکہ مکرمہ ہی میں رہتے تھے۔ انہوں نے ایک خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھا اور کفار مکہ کی لشکر کشی سے مطلع فرما دیا۔ جب

Marfat.com

حضور ﷺ کو یہ خبر ملی تو حضور ﷺ نے ۵ شوال ۳ھ کو حضرت عدی بن فضالہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کے دونوں لڑکوں حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہما بھیجا کو کہ کفار مکہ کے لشکر کی خبر لاؤ۔ چنانچہ ان دونوں نے جا کر دیکھا اور واپس آ کر یہ پریشان کن خبر سنائی کہ ابوسفیان کا لشکر مدینہ منورہ کے بالکل قریب ہے۔

یہ خبر سن کر ۱۴ شوال ۳ھ جمعہ کی رات میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر و حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہتھیار لے کر چند انصاریوں کے ساتھ رات بھر کا شانہ نبوت کے باہر پہرہ دیتے رہے اور مدینہ منورہ کے اہم ناکوں پر بھی پہرہ بٹھا دیا۔ نماز فجر کے بعد حضور ﷺ نے انصار و مہاجرین کو بلایا اور مشورہ طلب کیا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے یا شہر سے باہر نکل کر میدان میں یہ جنگ لڑی جائے۔ مہاجرین نے عام طور پر اور انصار کے بڑے بزرگوں نے یہ رائے دی کہ بچوں اور عورتوں کو قلعہ میں محفوظ کر دیا جائے۔ اور شہر کے اندر رہ کر دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بھی اس مجلس مشاورت میں موجود تھا۔ اس نے بھی یہی کہا کہ شہر میں ہی رہ کر کفار مکہ سے لڑا جائے۔ مگر چند کمسن نوجوان جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ جوشِ جہاد سے سرشار آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ وہ اس رائے پر اڑ گئے کہ میدان میں نکل کر ان دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے سب کی رائے سن لی۔ پھر اپنے حجرہ پاک میں جا کر ہتھیار زیب تن فرمائے اور باہر تشریف لائے۔ اب تمام لوگ اس بات پر متفق ہو گئے کہ شہر کے اندر رہ کر کفار مکہ کے حملوں کو روکا جائے گا۔ مگر سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہتھیار پہن کر پھر اتار دے۔ اب تم لوگ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر میدان میں نکلو اگر تم لوگ صبر کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے رہے تو ضرور تمہاری فتح ہو گی۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۱۴)

پھر حضور ﷺ نے انصار کے قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو دیا اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ایک ہزار کی فوج لے کر مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ شہر سے نکلتے ہی حضور ﷺ نے دیکھا کہ ایک فوج چلی آ رہی ہے حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے حلیف یہودیوں کا لشکر ہے جو آپ ﷺ کی امداد کے لئے آ رہا ہے۔

Marfat.com

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کو کہہ دو کہ واپس لوٹ جائیں۔ ہم مشرکوں کے مقابلہ میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۱۴)

چنانچہ یہودیوں کا لشکر واپس چلا گیا۔ پھر عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار بھی تین سو آدمیوں کو لے کر حضور ﷺ کے ساتھ آیا تھا یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد ﷺ نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا اور میری رائے کے خلاف میدان میں نکل پڑے ہیں۔ لہٰذا میں ان کا ساتھ نہیں دوں گا۔ (مدارج ج ۲، ۱۱۵)

عبداللہ بن ابی کی بات سن کر قبیلہ خزرج سے بنوسلمہ کے اور قبیلہ اوس میں سے بنوحارثہ کے لوگوں نے بھی واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں محبت اسلام کا ایسا جذبہ پیدا فرما دیا کہ ان لوگوں کے قدم جم گئے۔

اب حضور ﷺ کے لشکر میں کل سات سو صحابہ رہ گئے۔ جن میں کل ایک سو زرہ پوش تھے اور کفار مکہ کی فوج میں تین ہزار اشرار کا لشکر تھا۔ جن میں سات سو زرہ پوش جوان دو سو گھوڑے تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ مدینہ منورہ شہر سے باہر نکل کر حضور ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا اور جنگ کے ہولناک موقع پر بچوں کا کیا کام؟ مگر جب حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ تم بہت کم عمر ہو تم واپس چلے جاؤ۔ تو وہ فوراً انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے تا کہ ان کا قد اونچا نظر آئے۔

چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ فوج میں شامل ہو گئے۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ جو ایک کم عمر نوجوان تھے جب ان کو واپس کیا جانے لگا تو انہوں نے عرض کی۔ آقا میں رافع بن خدیج کو کشتی میں پچھاڑ لیتا ہوں اس لئے اگر وہ فوج میں لے لئے گئے ہیں تو پھر مجھ کو بھی ضرور جنگ میں شریک ہونے کی اجازت ملنی چاہیے۔ چنانچہ دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور واقعی حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو زمین پر دے مارا۔ اس طرح ان دونوں پر جوش نوجوانوں کو جنگ احد میں شرکت کی سعادت نصیب ہو گئی۔

(مدارج، ج ۲، ص ۱۱۴)

مشرکین مکہ تو ۱۲ شوال ۳ھ کو ہی مدینہ منورہ کے قریب آ گئے تھے۔ اور احد پہاڑ پر اپنا پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ مگر حضور ﷺ چودہ شوال ۳ھ بعد نماز جمعہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ رات کو بنی نجار میں رہے اور ۱۵ شوال ۳ھ بروز ہفتہ کے دن فجر کے وقت احد میں پہنچے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضور ﷺ نے

Marfat.com

نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد میدان جنگ میں مورچہ بندی شروع فرمائی۔ حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کو لشکر کے میمنہ دائیں بازو پر اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو میسرہ بائیں بازو پر اور حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ کو ساقہ پچھلے حصہ پر افسر مقرر فرمایا۔ اور صف بندی کے وقت احد پہاڑ کو پشت پر رکھا اور کوہِ عینین کو جو وادی قناۃ میں ہے۔ اپنے بائیں طرف رکھا۔ لشکر کے پیچھے پہاڑ سے حملہ آور ایک دستہ مقرر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا افسر بنایا۔ اور یہ حکم فرمایا کہ دیکھو ہم چاہے مغلوب ہوں یا غالب مگر تم لوگ اپنی اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹنا جب تک میں تمہارے پاس کسی کو نہ بھیجوں۔

(مدارج، ج ۲، ص ۱۱۵، بخاری شریف)

مشرکین مکہ نے بھی باقاعدگی کے ساتھ اپنی صفوں کو درست کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو رکھا۔ سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کا ایک دستہ الگ تھا جن کا سردار عبداللہ بن ربیعہ تھا اور پورے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابوطلحہ تھا جو قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک آدمی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ پورے لشکر کفار کا علمبردار قبیلہ بنی عبدالدار کا ایک شخص ہے تو آقا علیہ السلام نے بھی اسلامی لشکر کا جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا جو قبیلہ بنی عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔

Marfat.com

باب 32:

جنگ کی شروعات

سب سے پہلے کفار مکہ کی عورتیں دف بجا بجا کر ایسے اشعار گاتی ہوئی آگے بڑھیں جن میں جنگِ بدر کے مقتولین کا رونا اور انتقام کا جوش بھرا ہوا تھا۔ لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کی بیوی ہندہ آگے آگے اور کفار قریش کے معزز گھرانوں کی چودہ عورتیں اس کے ساتھ ساتھ تھیں اور یہ سب آواز ملا کر یہ اشعار گا رہی تھیں۔

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِقٍ نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِقِ

یعنی ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گی اور اگر پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی۔

لشکر کفار کا علمبردار طلحہ بن ابوطلحہ صف سے نکل کر میدان میں آیا اور کہنے لگا کہ کیوں مسلمانو تم میں کوئی ایسا ہے کہ یا وہ مجھے جہنم رسید کر دے یا خود میرے ہاتھ سے وہ جنت میں پہنچ جائے۔ اس کا یہ گھمنڈ سے بھرا ہوا کلام سن کر حضرت مولا علی شیرِ خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں ہوں۔ یہ کہہ کر فاتح خیبر نے ذوالفقار حیدری کے ایک ہی وار سے اس کا سر پھاڑ دیا اور وہ تڑپتا ہوا جہنم رسید ہو گیا۔

طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابوطلحہ رجز کا یہ شعر پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا کہ

اِنَّ عَلٰی اَھْلِ اللِّوَاءِ حَقًّا اَنْ یَخْضُبَ اللِّوَاءَ اَوْ یَنْدُقَا

یعنی علمبردار کا فرض ہے کہ وہ نیزہ کو خون میں رنگ دے یا وہ ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے تلوار لے کر نکلے اور اس کے شانے پر ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار ریڑھ کی ہڈی کو کاٹتی ہوئی اس کی کمر تک پہنچ گئی اور آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکلا کہ

اَنَا اِبْنُ سَاقِی الْحَاجِّ

میں حاجیوں کے سیراب کرنے والے عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی اور میدان جنگ میں کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی جس پر

Marfat.com

یہ شعر کندہ تھا۔

فِی الْجُبْنِ عَارٌ وَفِی الْاِقْبَالِ مَکْرُمَۃٌ   وَالْمَرْءُ بِالْجُبْنِ لَا یَنْجُوْ مِنَ الْقَدَرِ

یعنی بزدلی میں شرم ہے اور آگے بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے۔ اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے نہیں بچ سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ یہ سن کر بہت سے لوگ اس سعادت کے لئے لپکے مگر یہ فخر و شرف حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں تھا کہ تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یہ تلوار اپنے ہاتھ مبارک سے ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دی۔

وہ یہ اعزاز پا کر جوش مسرت میں مست و بے خود ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تلوار کا حق کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو اس سے کافروں کو قتل کرے یہاں تک یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں پھر وہ اپنے سر پر ایک سرخ رنگ کا رومال باندھ کر اکڑتے ہوئے اور اتراتے ہوئے میدان جنگ میں نکل پڑے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اور تلوار چلاتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ ایک دم ان کے سامنے ابوسفیان کی بیوی ہندہ آ گئی۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس پر تلوار چلا دیں پھر اس خیال سے تلوار ہٹا لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تلوار کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی عورت کا سر کاٹے۔ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور کفار کا قتل عام شروع کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انتہائی جوش جہاد میں دو۔ دستی تلوار مارتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے اسی حالت میں ایک کافر سامنے آیا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے تڑپ کر فرمایا اے عورتوں کا ختنہ کرنے والی عورت کے بچے ٹھہر تو کہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس پر تلوار چلا دی اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

وحشی جو ایک حبشی غلام تھا اور اس کا آقا جبیر بن مطعم اس سے وعدہ کر چکا تھا کہ تو اگر حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے تو میں تجھ کو آزاد کر دوں گا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور حضرت امیر

Marfat.com

حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں تھا جوں ہی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ وحشی کے قریب آئے تو اس نے دور سے ہی اپنا نیزہ ایسے زور سے مارا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف میں لگا اور پشت کے پار ہو گیا اور اس حال میں بھی حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر اس کی طرف بڑھے۔ مگر زخم کی تاب نہ لا کر گر پڑے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (بخاری شریف، ج ۲، ص ۵۸۲)

کفار کے علمبردار خود کٹ کٹ کر گرتے چلے جا رہے تھے مگر ان کا جھنڈا گرنے نہیں پاتا تھا۔ ایک کے بعد ایک قتل ہو رہا تھا۔ ایک قتل ہوتا تو دوسرا جھنڈا اٹھا لیتا تھا۔ ان کافروں کے جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ جب ایک کافر نے جس کا نام صواب تھا مشرکین کا جھنڈا اٹھایا تو ایک مسلمان نے اس کو اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹ کر زمین پر گر پڑے مگر اس نے اپنے قومی جھنڈے کو زمین پر گرنے نہیں دیا بلکہ جھنڈے کو اپنے سینے سے دبائے ہوئے زمین پر گر پڑا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا۔ مگر وہ قتل ہوتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس کے مرتے ہی ایک عورت جس کا نام عمرہ تھا اس نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر کافروں کو غیرت آئی اور ان کی بکھری ہوئی فوج سمٹ آئی اور ان کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے۔

ابو عامر راہب کفار مکہ کی طرف سے لڑ رہا تھا مگر اس کا بیٹا حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے جہاد کر رہے تھے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں۔ مگر رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹے کی تلوار سے باپ کا سر کاٹا جائے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس قدر جوش میں تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جان بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کر دیا اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے کہ اچانک پیچھے سے شداد بن اسود نے جھپٹ کر وار روکا اور ایسا وار کیا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضور سید عالم غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ جب ان کی بیوی سے ان کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ جنگ احد کی رات میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے۔ غسل کی حاجت تھی مگر دعوت جنگ احد کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ اسی حالت میں شریک جہاد ہو گئے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے جو

Marfat.com

فرشتوں نے اس کو غسل دیا۔ اسی واقعہ کی بنا پر حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسیل الملائکہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۲۳)

اس جنگ میں مجاہدین انصار و مہاجرین بڑی دلیری اور جان بازی سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ کے مجاہدانہ حملوں نے مشرکین مکہ کی کمر توڑ دی۔ کفار کے تمام علمبردار عثمان وابو سعید وغیرہ ایک ایک کر کے کٹ کٹ کر زمین پر ڈھیر ہو چکے تھے۔ کفار مکہ کو شکست ہوگئی اور وہ کافی سامان میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے لگے اور ان کی عورتیں جو اشعار پڑھ پڑھ کر لشکر کفار کو جوش دلا رہی تھیں وہ بھی بدحواسی کے عالم میں اپنے ازار اٹھائے ہوئے بھاگتی ہوئی پہاڑوں پر دوڑتی ہوئی چلی جا رہی تھیں اور مسلمان قتل و غارت میں مشغول تھے۔

کفار مکہ کی بھگدڑ اور مسلمانوں کے فاتحانہ قتل و غارت کا یہ منظر دیکھ کر وہ پچاس تیر انداز مسلمان جو درہ کی حفاظت پر مقرر تھے۔ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کو یہ کہنے لگے کہ چلو مال غنیمت حاصل کرو تمہاری فتح ہوگئی۔ ان لوگوں کے کمانڈر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ہر چند انہیں روکا اور حضور علیہ السلام کا فرمان یاد دلایا اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرایا مگر ان تیر اندازوں نے ایک نہ سنی اور اپنی جگہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ لشکر کفار کا کمانڈر خالد بن ولید پہاڑ کی بلندی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ درہ پہرہ داروں سے خالی ہو گیا ہے۔ فوراً ہی اس نے درہ کے راستہ سے فوج لا کر مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے چند جانبازوں کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کیا مگر یہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب کیا تھا کافروں کی فوج کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ خالد بن ولید نے زبردست حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر بھاگتی ہوئی فوج کفار مکہ واپس پلٹ آئی۔

مسلمان بے خبری سے مال غنیمت لوٹنے میں مصروف تھے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں اور کفار مکہ آگے اور پیچھے دونوں طرف سے حملہ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کا لشکر چکی کے دو پاٹوں میں دانے کی طرح پسنے لگا۔ پھر ایسا بڑا غضب یہ ہوا کہ لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر ابن

Marfat.com

قمیہ کافر جھپٹا اور ان کے دائیں ہاتھ پر اس زور سے تلوار ماری کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس جانباز مہاجر نے جھپٹ کر اسلامی جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا مگر ابن قمیہ کافر نے دوبارہ تلوار ماری اور ان کا دوسرا ہاتھ بھی کٹ کر گر پڑا۔ اب دونوں ہاتھ کٹ چکے ہیں۔ مگر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں کٹے ہوئے ہاتھوں کے باوجود اسلام کا جھنڈا اپنے سینے سے لگائے ہوئے میدان میں کھڑے رہے اور بلند آواز سے یہ آیت مبارکہ پڑھتے رہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

پھر ابن قمیہ کافر نے ان کو تیر مارا اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مشابہ تھے۔ ان کو زمین پر گرتے ہوئے دیکھ کر کفار مکہ نے شور و غل مچا دیا کہ معاذ اللہ حضور تاجدار کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اللہ اکبر اس آواز نے تو غضب ہی ڈھا دیا۔ مسلمان یہ سن کر بالکل ہی پریشان ہو گئے اور میدان جنگ چھوڑنے لگے۔ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ گئے اور کچھ مسلمان سہم کر پریشان ہو گئے جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اس پریشانی کے عالم میں اپنی جان بچاتے رہے اور جنگ کرتے رہے۔ جن کی تعداد تقریباً بارہ تھی۔ جو آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اور اس ہل چل اور بھگدڑ میں بہت سے مسلمانوں نے ہمت ہار دی اور جو جانبازی سے لڑ رہے تھے وہ بھی کفار مکہ کے دو طرفہ حملے کے نرغہ میں پھنس گئے اور اس پریشانی کے عالم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں یہ کسی کو علم نہیں تھا۔ حضرت علی مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ تلوار چلاتے اور کفار مکہ کی صفوں کو درہم برہم کرتے چلے جاتے تھے اور ہر طرف مڑ مڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرا نظر نہ آنے کی وجہ سے انتہائی اضطراب و بے قراری کے عالم میں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے میدان جنگ سے بھی آگے نکل گئے۔ وہاں دیکھا کہ کچھ مسلمان مایوسی کے عالم میں ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اب ہم لڑ کر کیا کریں گے؟ جن کے لئے لڑتے تھے وہ تو شہید ہو گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو پھر ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے؟ چلو ہم بھی اسی میدان میں شہید

Marfat.com

ہو کر حضور ﷺ کے پاس پہنچ جائیں۔ یہ کہہ کر آپ دشمنوں کے لشکر میں لڑتے ہوئے گھس گئے اور آخری دم تک لڑتے لڑتے شہید ہو گئے لڑائی کے بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی تو اسی سے زیادہ تیر و تلوار اور نیزوں کے زخم تھے کافروں نے ان کے جسم کو چھلنی کر دیا تھا۔ اور ناک کان وغیرہ کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی کوئی شخص ان کی لاش کو پہچان نہ سکا صرف ان کی بہن نے ان کی انگلیوں کو دیکھ کر ان کو پہچانا۔

(بخاری، غزوہ احد، ج ۲، ص ۵۷۹، مسلم، ج ۲، ص ۳۸)

اسی طرح حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو جانے والے انصاریوں سے کہا کہ اے جماعت انصار اگر بالفرض رسول اللہ ﷺ شہید ہو بھی گئے ہی تو ہم ہمت کیوں ہار گئے ہمارا تمہارا اللہ تو زندہ ہے۔ لہٰذا تم لوگ اٹھو اور اللہ کے دین کے لئے جہاد کرو۔ یہ کہہ کر آپ نے ان انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر لشکر کفار پر بھوکے شیروں کی طرح حملہ آور ہو گئے اور آخر خالد بن ولید کی تلوار سے جامِ شہادت نوش کیا۔ جنگ زوروں پر تھی۔ جانثارانِ اسلام جہاں بھی تھے وہیں لڑائی میں سب سے پہلے جس نے تاجدار کائنات سرکار دو عالم ﷺ کا جمال جہاں آراء دیکھا وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی خوش نصیب آنکھیں ہیں انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھ کر مسلمانوں کو پکارا اے مسلمانو! ادھر آؤ رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ اس آواز کو سن کر تمام جانثاروں میں جان پڑ گئی۔ اور ہر طرف سے دوڑ دوڑ کر مسلمان آنے لگے۔ کفار مکہ نے بھی ہر طرف سے حملہ روک کر رحمت عالم ﷺ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لئے سارا زور لگا دیا۔ لشکر کفار کا دل بادل ہجوم کے ساتھ امنڈ پڑا اور بار بار مدنی تاجدار ﷺ پر یلغار کرنے لگا۔ مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کفار کا ہجوم حملہ آور ہوا تو سرور عالم ﷺ نے فرمایا کون ہے؟ جو میرے اوپر اپنی جان قربان کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ پانچ انصاریوں کو ساتھ لے کر آگے بڑھے اور ایک ایک نے لڑتے ہوئے اپنی جانیں فدا کر دیں۔ حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ زخموں سے لاچار ہو کر زمین پر گر پڑے تھے۔ مگر کچھ کچھ جان باقی تھی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس اٹھا لاؤ۔ جب لوگوں نے ان کو اٹھا کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کیا تو حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کھسک کر محبوب رب العالمین ﷺ کے قدموں پر اپنا منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا حضرت زیاد بن سکن رضی اللہ عنہ کی اس شہادت پر لاکھوں زندگیاں قربان یہ ہے عشق اور محبت رسول ﷺ جس پر دنیا کی ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے۔ اس گھمسان کی لڑائی اور مار دھاڑ کے ہنگاموں میں ایک بہادر مسلمان کھڑا ہو کر نہایت ہی بے پروائی کے ساتھ کھجوریں کھا رہا تھا۔ ایک دم آگے بڑھا اور

Marfat.com

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اس وقت شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو جنت میں جائے گا۔ وہ بہادر مسلمان اس بشارت کو سن کر مست و بے خود ہو کر ایک دم کفار مکہ کے لشکر میں کود پڑا اور ایسی شجاعت کے ساتھ لڑنے لگا کہ کافروں کے دل دہل گئے اور وہ اسی جذبے کے ساتھ جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے۔ (بخاری، ج ص ۵۷۵)

حضرت عمرو بن جموح انصاری رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے۔ یہ گھر سے دعا مانگ کر چلے تھے کہ یا اللہ مجھ کو میدان جنگ میں شہادت نصیب ہو۔ ان کے چار فرزند بھی جہاد میں مصروف تھے۔ لوگوں نے ان کے لنگڑا ہونے کی بنا پر جنگ کرنے سے روک دیا تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو جنگ میں لڑنے کی اجازت عطا فرمائیے۔ میری تمنا ہے کہ میں بھی لنگڑاتا ہوا جنت میں خراماں خراماں چلا جاؤں۔ ان کی بے قراری اور گریہ زاری سے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک متاثر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت فرما دی۔ یہ خوشی سے اچھل پڑے اور اپنے ایک فرزند کو ساتھ لے کر کافروں کے لشکر میں گھس گئے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ میدان جنگ میں یہ کہتے ہوئے چل رہے تھے کہ اللہ کی قسم جنت کا مشتاق ہوں، ان کے ساتھ ساتھ ان کا لڑکا سہارا دیتے ہوئے انتہائی شجاعت کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ یہاں تک کہ یہ دونوں شہادت سے سرفراز ہو کر جنت میں داخل ہو گئے۔ لڑائی ختم ہو جانے کے بعد ان کی بیوی ہندہ زوجہ عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ میدان احد میں آئی اور اس نے ایک اونٹ پر ان کی اور اپنے بھائی اور بیٹے کی لاش کو لاد کر دفن کرنے کے لئے مدینہ لانا چاہا تو ہزاروں کوششوں کے باوجود کسی طرح بھی وہ اونٹ ایک قدم بھی مدینہ منورہ کی طرف نہ چلا بلکہ وہ میدان احد ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا۔ ہندہ نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بتا کیا عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے گھر سے نکلتے وقت کچھ کہا تھا؟ ہندہ نے عرض کیا جی ہاں وہ یہ دعا کر کے گھر سے نکلے تھے کہ یا اللہ مجھ کو میدان جنگ سے اہل و عیال میں آنا نصیب نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہی وجہ ہے کہ اونٹ مدینہ منورہ کی طرف نہیں چل رہا۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۲۴)

نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا

اس پریشانی کے عالم میں جب بکھرے ہوئے مسلمان ابھی نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع بھی نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ بن قمیہ جو کفار مکہ کے بہادروں میں بہت ہی نامور تھا۔ اس نے ناگہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر

Marfat.com

قاتلانہ حملہ کر دیا۔ ظالم نے پوری طاقت سے حضور ﷺ پر تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں اور ایک دوسرے کافر نے حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر ایسا زور سے پتھر مارا کہ حضور ﷺ کے دو دندان مبارک زخمی ہو گئے اور نیچے کا مقدس ہونٹ بھی زخمی ہو گیا۔ اسی حالت میں ابی بن خلف ملعون اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر حضور ﷺ کو شہید کر دینے کی نیت سے آگے بڑھا۔

حضور ﷺ نے اپنے ایک جانباز صحابی حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے نیزہ لے کر ابی بن خلف ملعون کی گردن پر مارا جس سے وہ تلملا اٹھا گردن پر معمولی زخم ہوا اور وہ بھاگ گیا مگر اپنے لشکر میں جا کر اپنی گردن کے زخم کے بارے میں لوگوں سے اپنی تکلیف اور درد کی پریشانی ظاہر کرنے لگا اور بہت زیادہ ناقابل برداشت درد کی شکایت کرنے لگا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا یہ تو معمولی سی خراش ہے۔ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ اس بدبخت نے کہا کہ تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک مرتبہ مجھ سے محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تم کو قتل کروں گا۔ اس لئے یہ تو بہر حال زخم ہے۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اگر وہ میرے اوپر تھوک مبارک بھی ڈال دیتے تو میں سمجھ لیتا کہ میری موت یقینی ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ابی بن خلف نے مکہ مکرمہ میں ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام اس نے عود رکھا تھا۔ وہ روزانہ اس کو چرایا کرتا تھا۔ اور لوگوں سے کہتا تھا کہ میں اسی گھوڑے پر سوار ہو کر محمد ﷺ کو قتل کروں گا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں ابی بن خلف کو قتل کروں گا۔ چنانچہ ابی بن خلف اپنے ہی گھوڑے پر چڑھ کر جنگ احد میں آیا تھا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا ابی بن خلف زخم سے بے قرار ہو کر راستہ بھر تڑپتا رہا اور بلبلاتا رہا۔ یہاں تک کہ جنگ احد سے واپس آتے ہوئے مقام سرف میں مر گیا۔ (زرقانی علی المواہب، ج ۲، ص ۴۵)

اسی طرح ابن قمیہ ملعون جس نے حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر تلوار ماری تھی۔ اللہ تعالیٰ جبار و قہار نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط فرما دیا اور اس نے ابن قمیہ کو سینگ مار مار کر چھلنی کر دیا۔ اور پہاڑی سے نیچے گرا دیا جس سے اس بدبخت کی لاش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر بکھر گئی۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۳۹)

Marfat.com

باب 33:

صحابہ کی جانثاری

جب حضور علیہ السلام زخمی ہوئے تو چاروں طرف سے کفار مکہ نے تیر وتلوار کے وار شروع کردیئے اور کفار کا لشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے حملہ کرنے لگا۔ جس سے کفار مکہ کے نرغہ میں محصور ہونے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام کا جوشِ جانثاری سے خون کھولنے لگا اور وہ اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوگئے۔ اور اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایک حلقہ بنالیا۔ حضرت ابودجانہ علیہ السلام اس جنگ کی آگ میں کود پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایک حلقہ بنالیا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جھک کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈھال بن گئے اور چاروں طرف سے آنے والے تیروں اور تلواروں اور نیزوں کو روکا اور ہر وار کو اپنی پشت پر لیتے رہے اور آقا علیہ السلام تک کسی تلوار و نیزے کو پہنچنے ہی نہ دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانثاری کا یہ عالم تھا کہ وہ کفار مکہ کی تلواروں کے وار کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کا ہاتھ کٹ کر شل ہوگیا اور ان کے بدن پر ۳۹ انتالیس زخم لگے۔ غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے اپنی جانوں کی پروانہ کی اور ایسی بہادری اور جان بازی سے جنگ کرتے رہے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہیں مل سکتی اور نہ مل سکے گی۔ حضرت ابوطلحہ علیہ السلام نشانہ بازی میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس موقع پر اس قدر تیر برسائے کہ کئی کمانیں ٹوٹ گئیں۔ انہوں نے بھی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے کیا ہوا تھا تاکہ دشمنوں کے تیر یا تلوار کا کوئی وار آقا علیہ السلام نہ آسکے۔

کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی فوج کو دیکھنے کے لئے سر مبارک اٹھاتے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اوپر نہ اٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی تیر یا تلوار آقا آپ کو نہ لگ جائے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری پیٹھ کے پیچھے ہی رہیں۔ میرا سینہ آقا آپ کے لئے ڈھال بنا ہوا ہے۔ (بخاری، غزوہ احد، ص ۵۸۱)

حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے۔ اچانک ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لگا اور آنکھ بہہ کر ان

Marfat.com

کے رخسار پر آ گئی۔ لڑائی زوروں پر تھی۔ آج کا ڈاکٹر بھی جنگ کی حالت میں آنکھ کا آپریشن کرنے سے قاصر ہے۔ پر قربان جاؤں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے آنکھ کا ڈھیلا اٹھا کر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کے حلقہ میں رکھ دیا اور اپنا لعاب دہن مبارک آنکھ پر لگایا اور دعا فرمائی یا اللہ قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا نور بچا لے جس نے تیرے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو بچایا ہے۔ مشہور روایت ہے کہ ان کی وہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہوگئی اور جس آنکھ میں آقا علیہ السلام کا لعاب دہن لگا تھا اس کی روشنی آخری دم تک روشن و منور رہی۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۴۲)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تیر چلانے میں انتہائی باکمال تھے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جلدی جلدی تیر چلا رہے تھے اور آقا علیہ السلام خود اپنے دستِ مبارک سے تیر اٹھا اٹھا کر ان کو دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے سعد رضی اللہ عنہ تیر برساتے جاؤ۔ تم پر میرے ماں باپ قربان۔ (بخاری، غزوہ احد، ص ۵۸۰)

ظالم کفار مکہ انتہائی بے دردی کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر برسا رہے تھے۔ مگر اس وقت بھی رحمت عالم دستگیر زماں حامی بے کساں سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی۔

رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ

یعنی اے اللہ تعالیٰ میری قوم کو بخش دے وہ مجھے پہچانتی و جانتی نہیں ہے۔ (مسلم، غزوہ احد، ج ۲، ص ۹۰)

اسی سراسیمگی اور پریشانی کے عالم میں جب کہ بکھرے ہوئے مسلمان ابھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک ظالم شقی القلب ازلی جہنمی قمیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ پوری طاقت سے تلوار ماری جس سے خود کی دو کڑیاں رخ انور میں چبھ گئیں اور ایک دوسرے بدبخت نے پتھر مارا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دو دانت مبارک زخمی ہوئے۔ حضور علیہ السلام دندان مبارک کی تکلیف کے صدمے سے نڈھال تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح امین ھذہ الامۃ رضی اللہ عنہ نے لوہے کی ٹوپی کی کڑی کا ایک حلقہ جو چہرہ اقدس میں چبھ گیا تھا اپنے دانتوں سے پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ ان کا دانت ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا پھر دوسرا حلقہ بھی اسی زور سے کھینچا کہ دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ چہرہ انور سے جو خون بہا اس کو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جوشِ عقیدت سے چوس لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہ دیا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا اے مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کیا تو نے میرا خون پی ڈالا عرض کی یا رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم جی ہاں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرا خون پی لیا جہنم کی آگ کی کیا مجال جو اس کو چھو سکے۔ (زرقانی، ج ۲، ص ایضاً)

اس حالت میں آقا علیہ السلام اپنے جانثاروں کے ساتھ احد پہاڑ کی طرف گئے اور اس طرف کفار کا پہنچنا دشوار تھا۔ ابوسفیان نے دیکھ لیا اور فوج لے کر احد پر چڑھنے لگا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کفار مکہ پر اس زور سے پتھر برسائے کہ ابوسفیان اس کی تاب نہ لا سکا اور واپس پلٹ آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ احد پہاڑ کی ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے۔ اور چہرہ انور سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں پانی بھر بھر لاتے تھے۔ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مرہم پٹی کر رہی تھیں۔ (بخاری شریف، غزوہ احد، ج ۲، ص ۵۸۴)

ابوسفیان جنگ احد سے واپس پلٹا تو ایک پہاڑی درہ پر چڑھ کر زور زور سے پکارا کہ کہاں محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کا جواب نہ دو۔ پھر اس نے پکارا کہ تم میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جب اس کا بھی جواب نہ آیا تو ابوسفیان گھمنڈ سے کہنے لگا کہ یہ سب نعوذ باللہ مارے گئے ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور میرا جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا اے دشمن خدا اور رسول تو جھوٹا ہے ہم سب زندہ ہیں۔ ابوسفیان گھمنڈ میں آ کر لات و عزی وھبل کو پکارنے لگا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا تم بھی اس کے مقابلے میں نعرہ بلند کرو۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیا کہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ نعرہ تکبیر بلند کرو۔

اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ کفار مکہ کی عورتوں نے جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے جوش میں شہدا کرام کی لاشوں پر جا کر ان کے کان، ناک وغیرہ کاٹ کر ہندہ ابوسفیان کی بیوی نے اس بے دردی کا مظاہرہ کیا کہ ان کے اعضاء کاٹ کر گلے کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا ہندہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو تلاش کرتی پھر رہی تھی کیونکہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں ہندہ کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ جب اس بے درد نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی تو خنجر سے ان کا پیٹ پھاڑ کر کلیجہ نکالا اور اس کو چبا گئی لیکن اس کے حلق سے نہ اتر سکا۔ اس لئے اگل دیا تاریخ میں ہندہ کا لقب جگر خوار ہے وہ اسی واقعہ کی بنا پر ہے۔

Marfat.com

ہندہ اور اس کے خاوند ابوسفیان نے رمضان المبارک ۸ھ میں فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام قبول کیا۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۴۷)

خواتین اسلام کے کارنامے

جنگ احد میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں نے بھی بہت بہادری اور مجاہدانہ جذبات کے ساتھ لڑائی میں حصہ لیا۔ حضرت بی بی عائشہ اور حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ عنہما کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ دونوں پانی بھر بھر کر لاتی تھیں اور مجاہدین اسلام اور خصوصاً زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کی والدہ حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا بھی پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا جن کا نام نسیبہ ہے۔ جنگ احد میں اپنے خاوند حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور دو فرزندوں حضرت عمارہ رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر آئی تھیں۔ پہلے تو یہ مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار مکہ کی یلغار کا ہوش ربا منظر دیکھا تو مشک پھینک دی اور خنجر لے کر کفار مکہ کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑی ہو گئیں اور کفار مکہ کے تیر و تلوار کو روکتی ہیں۔ چنانچہ ان کے سر اور گردن پر تیرہ زخم لگے ابن قمیہ ملعون نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار چلائی تو بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنے بدن پر وار کو روکا۔ چنانچہ ان کے کندھے پر گہرا زخم آیا۔ چنانچہ پھر خود آگے بڑھ کر ابن قمیہ کے شانے پر زور سے تلوار ماری لیکن وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک کافر نے زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔ میری والدہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنا دوپٹہ پھاڑ کر میرے زخم کو باندھ دیا اور کہا بیٹا اٹھو کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔ اتفاق سے وہی کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا اے ام عمارہ دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔ یہ سنتے ہی بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار ماری کہ وہ کافر گر پڑا۔ اور پھر چل نہ سکا اور اپنے آپ گھسیٹتے ہوئے بھاگا۔

یہ منظر دیکھ کر حضور رضی اللہ عنہا مسکرا پڑے اور فرمایا کہ اے ام عمارہ رضی اللہ عنہا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی

Marfat.com

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہو جائے۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اوران کے خاونداوران کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ۔

یعنی یا اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر اعلانیہ یہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت بھی مجھ پر آجائے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔(مدارج، ج۲،ص۱۲۶)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا حوصلہ

حضور سید عالم جان کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میری پھوپھی اپنے بھائی سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے بھائی کی لاش کے پاس گئیں اور یہ منظر دیکھا کہ پیارے بھائی کے کان، ناک، آنکھ سب کٹے پھٹے شکم چاک جگر چبایا ہوا پڑا ہے یہ دیکھ کر اس شیر دل خاتون نے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔کے سوا کچھ بھی نہ کہا۔صبر کے دعا کرتی ہوئی واپس چلی آئیں۔

(طبری،ص۱۴۲۱)

ایک پنجابی شاعر نے بڑا اچھا شعر کہا ہے۔

شالا مرن نہ ویر کسے دے نہ ہون نمانیاں بھناں\
جس بھنوں دا ویر نہ کوئی اس کی دنیا توں لیناں

ایک انصاری عورت کا صبر

ایک انصاری عورت جس کا خاونداور باپ اور بھائی سبھی اس جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے، تینوں کی شہادت کی خبر باری باری سے لوگوں نے دی۔مگر وہ ہر بار یہی پوچھتی رہی کہ یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب لوگوں نے بتایا کہ الحمدللہ وہ زندہ سلامت ہیں تو وہ بے اختیار بول اٹھی جسے کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

Marfat.com

تسلی ہے پناہِ بے کساں زندہ سلامت ہے — کوئی پرواہ نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

اور اگر پاؤں ڈھانپا جاتا تو سر کھل جاتا بالآخر سر چھپا دیا گیا اور پاؤں پر گھاس ڈال دی گئی۔ شہدائے کرام خون سے لتھڑے ہوئے دو دو شہید ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ اس شیر دل خاتون کے صبر و ایثار کا کیا کہنا کہ خاوند بھی شہید ہو گیا باپ بھی شہید ہو گیا اور بھائی بھی جام شہادت نوش کر گیا تینوں کی شہادت کا دل پر صدمات کے پہاڑ گر پڑے ہیں پھر بھی وہ خاتون زبان حال سے اس کا یہی نعرہ تھا کہ۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا — اے شاہِ لولاک تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

اس جنگ احد میں ستر صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے تیس کفار مکہ بھی نہایت ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ مگر مسلمانوں کی مفلسی کا یہ عالم تھا کہ ان شہداء کرام کے کفن کے لیے کپڑا تک نہیں تھا۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ دفن کے وقت ان کے بدن پر ایک کپڑا تھا ان کی لاش قبر میں لٹانے کے بعد اگر ان کا سر ڈھاپا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا۔ بالآخر سر ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں پر گھاس ڈال دی گئی۔ شہداءِ کرام کو خون سے لتھڑے ہوئے دو دو شہید ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

---------✿✿✿---------

Marfat.com

باب 34:

زیارتِ قبورِ شہداءِ احد

حضور سرورِ عالم ﷺ شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے بعد حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل رہا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے گئے تو ارشاد فرمایا کہ یا اللہ تیرا رسول ﷺ گواہ ہے کہ اس جماعت صحابہ نے تیری رضا کی طلب میں جامِ شہادت نوش کیا ہے اور پھر یہ فرمایا کہ قیامت کے دن تک جو مسلمان بھی ان شہداء کرام کی قبروں پر زیارت کے لئے آئے گا اور ان کو سلام کرے گا تو یہ شہدائے کرام اس کے سلام کا جواب دیں گے۔

چنانچہ حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن احد کے میدان سے گزارہ رہی تھی اور حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پاس پہنچ کر میں نے عرض کیا کہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اے رسول اللہ ﷺ کے چچا محترم آپ پر سلام ہو تو میرے کانوں میں آواز آئی کہ وعلیک السلام و رحمۃ اللہ وبرکاتہ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۱۳۵)

چالیس سال کے بعد شہدائے احد کی بعض قبریں کھل گئیں تو ان کے کفن سلامت اور بدن تر و تازہ تھے اور تمام اہل مدینہ منورہ اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا کہ شہدائے کرام اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں اور زخم سے ہاتھ اٹھایا جاتا تو تازہ خون نکل کر بہنے لگتا۔ (ایضاً ص ۱۳۵)

سن ۳ھ کے واقعات

ہجرت کے تیسرے سال میں یہ واقعات بھی ظہور پذیر ہوئے۔ (۱) ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ (۲) اسی سال حضور ﷺ نے حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں جو غزوۂ بدر کے زمانے میں بیوہ

Marfat.com

ہو گئی تھیں۔ ❀ اسی سال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ ❀ میراث کے احکام وقوانین بھی اسی سال نازل ہوئے۔ اب تک میراث میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا۔ ان کے حقوق کا مفصل بیان نازل ہو گیا۔ ❀ اب تک مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے جائز تھا۔ مگر ۳ھ میں اس کی حرمت نازل ہو گئی۔ اور ہمیشہ کے لئے مشرک عورتوں کا نکاح مسلمانوں سے حرام کر دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

ہجرت کے چوتھے سال کے متفرق واقعات

❶ اس سال غزوۂ بدر بنونضیر کے بعد جب انصار نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے جو اموال غنیمت میں ملے ہیں وہ سب کے سب مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ ہم اس میں سے کسی چیز کے طلب گار نہیں ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ تعالیٰ انصار پر اور انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۴۸)

❷ اسی سال حضور علیہ السلام کے نواسے حضرت عبداللہ بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ اچانک وفات پا گئے۔ ❸ اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ ❹ اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ ❺ اسی سال حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس پیراہن ان کے کفن کے لئے عطا فرمایا اور ان کی قبر میں اتر کر ان کی میت کو اپنے دست مبارک سے قبر میں اتارا اور فرمایا کہ فاطمہ بنت اسد کے سوا کوئی شخص بھی قبر کے دبوچنے سے نہیں بچا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صرف پانچ ہی میت ایسی خوش نصیب ہوئی ہیں۔ جن کی قبر میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود اترے۔ ❶ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ❷ حضرت بی بی خدیجہ کا لڑکا ❸ حضرت عبداللہ مزنی جن کا لقب ذوالبجادین ہے۔ ❹ حضرت سیدہ بی بی عائشہ کی والدہ ماجدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا ❺ حضرت علی رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا۔

(مدارج، ج ۲، ص ۱۸۰)

Marfat.com

۶ اسی سال ۴ شعبان ۴ھ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ ۷ اسی سال ایک یہودی نے ایک یہودی عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہودیوں نے یہ مقدمہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا تو حضور علیہ السلام نے تورات اور قرآن دونوں کتابوں کے فرمان سے اس کو سنگسار کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

(ایضاص ۱۵۸)

۸ اسی سال طعمہ بن ابرق نے جو مسلمان تھا چوری کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے حکم سے اس کا ہاتھ کٹوادیا اس کے بعد وہ مکہ بھاگ گیا۔ وہاں بھی اس نے چوری کی تو اہل نے مکہ نے اسے قتل کر ڈالا۔

۹ بعض مورخین کے نزدیک شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔ شراب حرام کی گئی۔

(ایضاج ۲، ص ۱۵۳)

ہجرت کا پانچواں سال ۵ھ

حضرت جویریہ سے نکاح: غزوۂ مریسیع کی جنگ میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ان میں قوم کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جب تمام قیدیوں کو لونڈیاں اور غلام بنا کر مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیا گیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دیا کہ تم مجھے اتنی رقم دے دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس اتنی رقم نہیں تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اتنی رقم لے کر مجھے آزاد کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری مدد فرمائیں۔ تاکہ میں یہ رقم دے کر آزاد ہو جاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم منظور کر لو گی؟ اس نے پوچھا کہ وہ کیا سلوک ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خود تمہاری طرف سے ساری رقم ادا کر دوں۔ اور تم کو آزاد کر کے میں تم سے نکاح کر لوں۔ تاکہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے خوشی خوشی اس کو منظور کر لیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رقم اپنے پاس سے ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا۔ جب یہ خبر لشکر میں پھیل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا ہے تو مجاہدین اسلام نے لشکر میں اس خاندان کے جتنے غلام اور لونڈیاں تھیں سب کو آزاد کر دیا اور لشکر اسلام کا ہر سپاہی یہ کہنے لگا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

شادی کی ہے۔ اس خاندان کا کوئی آدمی لونڈی غلام نہیں رہ سکتا۔ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں ہم نے کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر خیر و برکت والا نہیں دیکھا کہ ان کی وجہ سے تمام خاندان بنی المصطلق کو غلامی سے آزادی نصیب ہوگئی۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو بدل کر جویریہ نام رکھا۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۵۵)

جنگ خندق

۵ ھ کی ء تمام لڑائیوں میں یہ جنگ سب سے زیادہ مشہور اور فیصلہ کن جنگ ہے چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لیے شہر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودی گئی تھی اس لیے یہ لڑائی جنگ خندق کہلاتی ہے۔ اور چونکہ تمام کفار عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی۔ اس لئے اس لڑائی کو جنگ احزاب میں بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام کافروں کی متحدہ جنگ تھی۔ قرآن پاک میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ ہے۔ مدینے سے جب یہودی نکال دیئے گئے تو ان میں سے یہودیوں کے چند روسا خیبر میں جا کر آباد ہوگئے اور خیبر کے یہودیوں نے ان لوگوں کا اتنا اعزاز و اکرام کیا کہ سلام بن الحقیق وحی بن الخطیب و کنانہ بن الربیع وغیرہ کو اپنا سردار مان لیا۔ یہ لوگ چونکہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دہک رہی تھی اس لئے ان یہودیوں نے مدینہ منورہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کی اسکیم بنائی۔ چنانچہ یہ تینوں یہودی مکہ مکرمہ گئے اور کفار قریش مکہ سے مل کر یہ کہا کہ اگر تم لوگ ہمارا ساتھ دو تو ہم یہودی مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔ کفار مکہ تو اس کے بھوکے ہی تھے فوراً یہودیوں کی ہاں میں ہاں ملادی۔ کفار مکہ سے ساز باز کر لینے کے بعد ان تینوں یہودیوں نے قبیلہ بنو غطفان کا رخ کیا اور خیبر کی آدھی آمدنی دینے کا لالچ دے کر ان لوگوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے آمادہ کرلیا۔ پھر بنو غطفان نے اپنے حلیف بنو اسد کو بھی جنگ کے لئے تیار کرلیا۔ اور کفار مکہ نے اپنے رشتہ داروں کو یعنی بنو سلیم کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ غرض کہ اس طرح تمام قبائل عرب کے کفار نے مل جل کر ایک لشکر جرار تیار کرلیا جس کی تعداد دس ہزار تھی اور ابو سفیان اس پورے لشکر کا سپہ سالار بن گیا۔ جب قبائل عرب کے تمام کافروں کے اس گٹھ جوڑ اور خوفناک حملہ کی خبریں مدینہ منورہ پہنچیں تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو جمع فرما کر مشورہ فرمایا کہ اس حملہ کا مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ

Marfat.com

جنگ احد کی طرح شہر سے باہر نکل کر اتنی بڑی فوج کے حملہ کو میدانی لڑائی میں روکنا مشکل ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ شہر کے اندر رہ کر اس حملہ کا دفاع کیا جائے۔ اور شہر کے گرد جس طرف سے کفار کی چڑھائی کا خطرہ ہے اس طرف خندق کھود لی جائے تاکہ کفار کی پوری فوج بہ یک وقت حملہ آور نہ ہو سکے۔ مدینہ منورہ کے تین اطراف چونکہ مکانات کی تنگ گلیاں اور کھجوروں کے جھنڈ ہیں اس لئے ان تینوں جانب سے حملہ کا امکان نہیں تھا۔ مدینہ منورہ کا صرف ایک طرف کھلا ہوا ہے اس لئے یہ طے کیا گیا کہ اسی طرف ۵ گز گہری خندق کھودی جائے۔ چنانچہ ۸ ذیقعدہ ۵ ھ کو حضور ﷺ تین ہزار صحابہ کرام کو لے کر خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۱۰۵)

نبی کریم ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے خندق کی حد بندی فرمائی۔ اور دس دس آدمیون پر دس دس گز زمین تقسیم فرما دی اور تقریباً بیس دن میں یہ خندق تیار ہو گئی۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۶۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ خندق کے پاس تشریف لائے اور جب دیکھا کہ انصار و مہاجرین کڑاکے کی سردی میں جاڑے کے موسم میں سویرے کئی کئی دنوں کے فاقے کے باوجود جوش و خروش کے ساتھ خندق کھودنے میں مشغول ہیں تو حضور ﷺ انتہائی متاثر ہو کر حضور ﷺ نے یہ شعر پڑھا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَتِ ۔۔۔ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَ الْمُھَاجِرَتِ

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا ۔۔۔ عَلَی الْجِھَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

اے اللہ تعالیٰ بلاشبہ زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، لہٰذا تو انصار و مہاجرین کو بخش دے۔ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر لی ہے۔ جب تک ہم زندہ ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ (بخاری، غزوہ خندق، ج ۲، ص ۵۸۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ خندق کھودتے وقت اچانک ایک ایسی چٹان آ گئی جو کسی سے بھی نہیں ٹوٹی۔ جب ہم نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یہ ماجرا عرض کیا تو نبی کریم ﷺ اٹھے تین دن سے فاقے کی وجہ سے پیٹ پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو وہ چٹان ٹوٹتی ہوئی بکھر گئی۔ (بخاری، ج ۲، ص ۵۸۸، باب خندق)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس چٹان پر تین مرتبہ پھاوڑا مارا اور ہر ضرب پر اس میں سے روشنی نکلتی تھی اور اس روشنی میں حضور ﷺ نے شام، ایران، اور یمن کے شہروں کو دیکھ لیا اور ان تینوں ملکوں کے فتح ہونے کی بشارت صحابہ کرام کو دی۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۱۰۹)

Marfat.com

باب35:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاقے کی وجہ سے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر آیا اور بیوی سے کہا کہ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر شدید بھوک کی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ میں صبر کی تاب نہیں رہی ہے۔ میں نے کہا تم جلدی سے اس جو کو پیس کر آٹا گوندھ لو اور میں اپنے گھر کی پلی ہوئی بکری کا بچہ ذبح کر کے اس کی بوٹیاں بناتا ہوں اور بیوی سے کہا تم جلدی سے گوشت روٹی تیار کرو۔ میں آقا علیہ السلام کو بلا کر لاتا ہوں۔ جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھر سے چلے تو بیوی نے کہا کہ دیکھنا صرف آقا علیہ السلام اور چند ہی اصحاب کو ساتھ میں لانا کھانا بہت کم ہے۔ کہیں سارے لشکر کو نہ لے آنا کہیں مجھے رسوا مت کرنا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے خندق پر آکر چپکے سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کر کے گوشت میں نے گھر میں تیار کرایا ہے۔ لہٰذا حضور آپ صرف چند اشخاص کے ساتھ چل کر تناول فرمالیں۔ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے خندق والو چلو جابر نے دعوت طعام دی ہے۔ لہٰذا سب کے سب لوگ ان کے گھر پر چل کر کھانا کھالیں۔ پھر آقا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ جب تک میں نہ آجاؤں۔ روٹی مت پکوانا۔ چنانچہ جب سید عالم دستگیر بے کساں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو گوندھے ہوئے آٹے میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اور گوشت کی ہانڈی میں بھی اپنا لعاب دہن مبارک ڈال دیا۔ پھر روٹی پکانے کا حکم فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ہانڈی چولہے سے نہ اتاری جائے۔ پھر روٹی پکنی شروع ہوئی اور ہانڈی میں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے گوشت نکال نکال کر دینا شروع کیا چودہ سو آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا مگر گوندھا ہوا آٹا جتنا پہلے تھا اتنا ہی رہا اور ہانڈی چولہے پر بدستور جوش مارتی رہی۔ (بخاری، ج ۲۔ ص ۵۸۹، غزوہ خندق)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں بیٹوں نے ایسا کیا کہ ایک نے دوسرے کو لٹا کر چھری چلا دی جب بھائی تڑپتا ہوا دیکھا تو اس نے چھلانگ لگا دی اور وہ بھی فوت ہو گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے آنسو تک نہیں بہائے۔ ایسا صبر کیا کہ کسی کو خبر تک نہ

Marfat.com

ہوئی جب سارے کھانا کھا چکے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا اے جابر تم بھی اور بچوں کو بھی بلاؤ۔ حضور ﷺ کا حکم تھا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دونوں کی لاشوں کو لا کر حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ حضور سرور کون و مکاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور فرمایا اے جابر کے بچو اٹھو اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر کھانا کھاؤ۔ وہ دونوں بچے فوراً اٹھ بیٹھے اور آقا علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھایا۔

اور آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ بکری کے بچے کی ہڈیاں بھی جمع کرو۔ اس بکری کے بچے کی ہڈیاں جمع کیں تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو وہ بکری کا بچہ بھی زندہ ہو گیا۔

اسی طرح ایک لڑکی اپنے ہاتھ میں کچھ کھجوریں لے کر آئی تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا ہے؟ تو لڑکی نے جواب دیا کہ کچھ کھجوریں میری والدہ نے دی ہیں اور والد صاحب کے ناشتہ کے لئے بھیجی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ان کھجوروں کو اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر دعا فرمائی اور کپڑے پر بکھیر دیں اور تمام اہل خندق کو بلا کر فرمایا کہ خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ چنانچہ تمام خندق والوں نے خوب شکم سیر ہو کر ان کھجوروں کو کھایا اور سب کے پیٹ بھر گئے۔ (مدارج، ج ۲، ص ۱۶۹)

یہ دونوں واقعات حضور سرور کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزات میں سے ہیں۔ حضور ﷺ نے خندق تیار ہو جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کو مدینہ منورہ کے قلعوں میں محفوظ جگہ پر جمع کر دیا۔ اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر تین ہزار انصار و مہاجرین کا قافلہ لے کر مدینہ منورہ سے چلے اور جبل سلع کے دامن میں ٹھہرے پشت میں جبل سلع اور سامنے خندق تھی۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۱۱۱)

کفار مکہ اور ان کے اتحادیوں نے دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ بول دیا اور تین طرف سے کافروں کا لشکر اس زور و شور کے ساتھ مدینہ منورہ پر امنڈ پڑا کہ شہر کی فضاؤں میں گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھ گیا۔ اس خوفناک چڑھائی اور لشکر کفار کی معرکہ آرائی کا نقشہ قرآن مجید کی زبان سے سنیئے۔ سورۃ احزاب۔ جب کافروں کا حملہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے ہوا اور جب ٹھٹھک کر نگاہیں اور دل گلوں کے

Marfat.com

پاس خوف سے آ گئے اور تم اللہ پر امید و یاس سے طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس جگہ مسلمان آزمائش اور امتحان میں ڈال دیئے گئے اور وہ بڑے زور کے زلزلے میں جھنجوڑ کر رکھ دیئے گئے۔

منافقین جو مسلمانوں کے دوش بدوش کھڑے تھے وہ کفار کے اس لشکر کو دیکھتے ہی بزدل ہو کر پھسل گئے اور اس وقت ان کے نفاق کا پردہ چاک ہو گیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے گھروں میں جانے کی اجازت مانگنی شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سورۃ احزاب۔ اور ایک گروہ منافقین ان میں سے نبی ﷺ کی اجازت طلب کرتا تھا منافقین کہتے تھے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وہ کھلے ہوئے نہیں تھے۔ ان کا مقصد بھاگنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

لیکن اسلام کے سچے جانثار مہاجرین وانصار نے جب لشکر کفار کی طوفانی یلغار کو دیکھا تو اس طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ گئے کہ جبل سلع اور جبل احد کی پہاڑیاں سر اٹھا اٹھا کر ان مجاہدین اسلام کی اولعزمی کو حیرت سے دیکھنے لگی ان جانثاروں کی ایمانی شجاعت کی تصویر قرآن مجید نے یوں بیان فرمائی ہے:

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا۔ (سورۃ الاحزاب)

یعنی جب مسلمانوں نے قبائل کفار کے لشکروں کو دیکھا تو بول اٹھے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کا رسول دونوں سچے ہیں اور اس نے ان کے ایمان و اطاعت کو اور زیادہ بڑھا دیا۔

خندق کی وجہ سے دست بدست لڑائی نہیں ہو سکتی تھی اور کفار حیران تھے کہ اس خندق کو کیونکر پار کریں۔ دونوں طرف سے روزانہ برابر تیر اور پتھر چلا کرتے تھے۔ آخر ایک روز عمرو بن عبدود اور عکرمہ بن ابوجہل وہبیرہ بن وہب وضرار بن الخطاب وغیرہ کفار کے چند بہادروں نے بنو کنانہ سے کہا کہ اٹھو آج مسلمانوں سے جنگ کر کے بتا دو کہ شہسوار کون ہے؟ چنانچہ یہ سب خندق کے پاس آ گئے اور ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق کی چوڑائی کچھ کم تھی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گھوڑا کودا اور خندق سے پار ہو گیا۔ یہ عمرو بن عبدود تھا۔

یہ اگرچہ ۸۰ سال کا بوڑھا خرانٹ تھا مگر ایک ہزار سواروں پر بھاری تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر بھاگ نکلا تھا اور اس نے یہ قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لوں گا بالوں میں تیل کنگا نہ

Marfat.com

کروں گا۔ یہ آگے بڑھا اور چلا چلا کر مقابلہ کی دعوت دینے لگا تین مرتبہ اس نے کہا کون ہے جو میرے مقابلہ میں آتا ہے؟ تینوں مرتبہ حضرت علی شیرِ خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر جواب دیا کہ میں علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرو بن عبدود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو بن عبدود ہے لیکن میں اس سے لڑنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر تاجدار کون ومکان دستگیر زماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص تلوار ذوالفقار اپنے ہاتھ مبارک سے حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے مقدس ہاتھ میں دے دی اور اپنے دست مبارک سے ان کے سر انور پر عمامہ شریف باندھا۔ اور یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ تو علی رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔ حضرت اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مجاہدانہ شان سے اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دونوں میں اس طرح گفتگو شروع ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمرو بن عبدود تو مسلمان ہو جا۔

عمرو بن عبدود نے کہا: یہ مجھ سے کبھی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لڑائی سے واپس چلا جا۔

عمرو بن عبدود نے کہا۔ یہ مجھے منظور نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو پھر مجھ سے جنگ کر

عمرو بن عبدود نے کہا کہ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دنیا میں کوئی مجھ کو جنگ کی دعوت دے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھ سے لڑنا چاہتا ہوں۔

عمرو بن عبدود نے کہا تمہارا نام کیا ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

عمرو بن عبدود نے کہا: تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں تمہارا خون بہانا بے حد پسند کرتا ہوں۔

عمرو بن عبدود خون کھولا دینے والے یہ گرم گرم جملے سن کر مارے غصے کے آپے سے باہر ہو گیا۔

حضرت علی شیرِ خدا پیدل تھے اور یہ گھوڑے پر سوار تھا۔ عمرو بن عبدود پر جب غیرت سوار ہوئی تو وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنی تلوار سے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے اور ننگی تلوار لے کر آگے بڑھا اور شیر

Marfat.com

[illegible] حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ [illegible] حضرت [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔

اب میری بات سنو [illegible] اللہ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] درمیان کوئی انسان حائل ہے [illegible]

لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار [illegible]

[illegible]

اس کے بعد [illegible] حضور ﷺ کی نماز عصر قضا ہو گئی۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد [illegible] آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نماز عصر نہیں پڑھ سکا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی ہے۔

پھر حضور ﷺ نے وادی بطحان میں سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر قضا پڑھی پھر اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی۔

حضور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ! اے کتاب نازل فرمانے والے جلد حساب لینے والے تو ان کفار کے گروہوں کو شکست دے دے۔ اے اللہ تعالیٰ ان کو شکست دے اور ان کو جھنجھوڑ دے۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۰)

حضور نبی کریم ﷺ نے جنگ خندق کے موقع پر جب کفار مدینہ منورہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور ہر ایک کے لئے خبر لے کر آنا دشوار تھا۔ تین مرتبہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو کفار کی خبر لائے؟ تینوں مرتبہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے جو حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں یہ کہا کہ میں یا رسول اللہ ﷺ خبر لاؤں گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس جانثاری پر خوش ہو کر [illegible]

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَاِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔ (بخاری شریف ج ۲، ص ۵۹۰)

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے حواری مددگار خاص ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے۔ رضی اللہ عنہ

اس طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حواری کا خطاب ملا جو کسی دوسرے صحابی کو نہیں ملا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت کم ہوا کل چھ مسلمان شہید ہوئے۔ مگر انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو قبیلہ اوس کے سردار اعظم تھے۔ اسی جنگ میں تیر لگنے سے زخمی ہو گئے اور پھر شفایاب نہ ہو سکے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے جوش میں بھرے ہوئے نیزہ لے کر لڑنے کے لئے جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام اکحل ہے وہ کٹ گئی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگایا اور ان کا علاج کرنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ان کے زخم کو دو مرتبہ داغا اور اب ان کا زخم بھرنے لگا لیکن انہوں نے شوقِ شہادت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے جنگ کرنے کا مجھے شوق نہیں ہے۔ جتنی کفار سے لڑنے کی تمنا ہے۔ جنہوں نے تیرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ تعالیٰ میرا تو یہ خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار مکہ کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ لیکن اگر ابھی کفار مکہ سے کوئی جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں کافروں سے جہاد کروں۔ اگر اب ان کافروں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو میرے اس زخم کو تو پھاڑ دے اور اسی زخم میں مجھے شہادت عطا فرما دے۔ آپ کی دعا ختم ہوئی تو اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا اور خون بہہ کر مسجد نبوی کے اندر بنی غفار کے خیمہ تک پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا اے خیمہ والو یہ خون کیسا ہے جو تمہارے خیمہ سے بہہ کر ہماری طرف آ رہا ہے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ اسی زخم میں ان کی شہادت ہو گئی۔

(بخاری شریف، ج ۲، ص ۵۹۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے عرش الٰہی ہل گیا اور ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہو گئے اور جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں کستوری و مشک کی خوشبو آنے لگی۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۱۴۳)

Marfat.com

عین شہادت کے وقت حضور علیہ السلام ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ انہوں نے آنکھ کھول کر آخری بار جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ کیا اور بآوازِ بلند کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ پھر بہ آواز بلند یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور آقا علیہ السلام نے تبلیغ رسالت کا حق ادا فرما دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم
(مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۱۸۱)

حضور علیہ السلام کی پھوپھی صاحبہ رضی اللہ عنہا کی بہادری

جنگِ خندق میں ایک موقع ایسا بھی آیا کہ جب یہودیوں نے دیکھا کہ ساری مسلمانوں کی فوج خندق کی طرف جنگ میں مصروف ہے۔ تو جس قلعہ میں مسلمان عورتیں اور بچے پناہ گزیں تھے۔ یہودیوں نے اچانک اس پر حملہ کر دیا اور ایک یہودی دروازہ تک پہنچ گیا۔ حضور علیہ السلام کی پھوپھی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے اسے دیکھ لیا اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اس یہودی کو قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو یہاں کا حال بتا دے گا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس وقت ہمت نہ ہوئی کہ اس یہودی پر حملہ کریں۔ یہ دیکھ کر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ سے ایک چوب اکھاڑ کر اس یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ یہودی کا سر پھٹ گیا پھر خود ہی اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر حملہ آور یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ کے اندر بھی کچھ فوج ہے۔ اس ڈر سے انہوں نے پھر اس طرف حملہ کرنے کی جرأت بھی نہ کی۔
(زرقانی، ج ۲، ص ۱۱۱)

Marfat.com

باب 36:

کفار بھاگ گئے

ابوسفیان شدید سردی کے موسم میں طویل محاصرہ فوج کا راشن ختم ہو جانے سے حیران و پریشان تھا۔ جب اس کو پتہ چلا کہ یہودیوں نے ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا حوصلہ پست ہو گیا اور وہ بالکل ہی بددل ہو گیا۔ پھر ناگہاں کفار کے لشکر پر قہر قہار اور غضب جبار کی ایسی مار پڑی کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایسا طوفان اٹھا آندھی آئی کہ کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور کافروں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ انہیں راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں رہا یہ وہی آندھی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم پر فوجیں آ چڑھیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیجیں کہ تمہیں نظر نہیں آتی تھیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے۔

(سورۃ الاحزاب)

ابوسفیان نے اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ راشن ختم ہو چکا ہے۔ موسم انتہائی خراب ہے۔ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ لہٰذا اب محاصرہ بے کار ہے۔ یہ کہہ کر کوچ کا نقارہ بجا دیا اور بھاگ نکلا۔ ان لوگوں کے بھاگ جانے سے مدینہ منورہ کا مطلع کفار کے گرد و غبار سے صاف ہو گیا۔

(زرقانی ج ۲ ص ۱۱۶ ...... مدارج ج ۲ ص ۱۷۲)

سن 5ھ ہجری کے واقعات

١. اس سال حضور ﷺ نے حضرت بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔
٢. اسی سال مسلمان عورتوں پر پردہ فرض کر دیا گیا۔
٣. اسی سال حد قذف (یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگانے) کی سزا اور لعان و ظہار کے احکام نازل ہوئے۔
٤. اسی سال تیمم کی آیت نازل ہوئی۔
٥. اسی سال نمازِ خوف کا حکم نازل ہوا۔

Marfat.com

باب 37:

ہجرت کا چھٹا سال بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ

اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ اہم اور تاریخ اسلام کا ایک حیرت انگیز باب ہے۔ کیونکہ اسلام کی تمام آئندہ آنے والی ترقیوں کا راز اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔ صلح کا یہ معاہدہ نبی کریم ﷺ اور مشرکین مکہ کے درمیان ہوا تھا۔ بظاہر یہ ایک مغلوبانہ صلح تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس معاہدے کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا اور اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا سب حیران تھے مگر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کو فتح مبین کا لقب عطا فرمایا۔

ذوالقعدہ ۶ ھ میں نبی کریم ﷺ چودہ سو صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے حضور علیہ السلام کو کعبہ معظمہ سے جس قدر محبت تھی۔ اس کو سمجھنے کے لئے ان لمحات کو سامنے لایئے جب نبی کریم ﷺ ہجرت کی رات مکہ مکرمہ سے باہر نکلتے ہیں تو ایک جگہ ٹھہر جاتے ہیں اور مڑ کر کعبہ معظمہ کو دیکھتے ہیں تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور حسرت بھرے انداز میں فرماتے ہیں۔ اے اللہ کے گھر تو مجھے سارے جہاں سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر حالات خراب نہ ہوتے تو میں کبھی بھی تجھے چھوڑ کر نہ جاتا، ۵۳ سالہ مکہ زندگی میں ہزار ہا مشکلات اور پریشانیوں کے باوجود حضور ﷺ کو یہ سہولت حاصل تھی کہ جب جی چاہتا تھا بیت اللہ شریف میں چلے آتے تھے اور بیت اللہ شریف کے گرد طواف کر کے اور اس کے سائے میں نماز پڑھ کر دل ٹھنڈا کر لیتے تھے۔ ہجرت کے بعد حضور ﷺ مکہ مکرمہ سے دور ہو گئے۔

مدینہ منورہ جا کر حضور ﷺ اتنے مصروف ہو گے کہ طویل عرصہ تک دوبارہ مکہ مکرمہ آنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کا زیادہ وقت دشمنانِ اسلام کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں گزرا اور جو چند آرام واطمینان کے لمحات ملتے تھے ان میں مدینہ منورہ سے نکلنا اس لئے ناممکن ہوتا تھا کہ مدینہ منورہ میں رہنے والے فتنہ پرور یہودیوں اور گردونواح میں آباد سرکش قبائل کی طرف سے ہر وقت فتنہ وفساد کا کھٹکا لگا رہتا تھا۔ آخر پانچ سال کی مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز محنت وکاوش سے مدینہ منورہ کافی حد تک محفوظ ہو گیا۔ یہودیوں کو نکال دیا گیا اور متعدد حربی قبائل کا زور بھی ٹوٹ گیا۔ اب چونکہ سلطنت اسلامیہ کے دارالخلافہ کے لئے کوئی خاص خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے غسل گھر پر کیا اور احرام مسجد ذوالحلیفہ سے

Marfat.com

باندھا اور دو رکعت نماز نفل پڑھی۔ پھر مسجد سے باہر تشریف لائے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ چودہ سو صحابہ کرام نے بھی پیروی کی اور پھر سب نے مل کر لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ کا وجد آفرین ترانہ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کی طرف چل پڑے۔

یہ سفر چونکہ امن کا سفر تھا اس لئے آقا علیہ السلام نے روانگی سے پہلے ہی صحابہ کرام کو بتا دیا تھا کہ کسی قسم کا اسلحہ ساتھ نہ رکھا جائے۔ صحابہ کرام نے اس فرمان ذیشان پر پورا پورا عمل کیا۔ سفر طویل تھا اونٹ اور گھوڑے اور چودہ سو آدمی تھے۔ ظاہر ہے کہ اتنے بڑے کاروان کے لئے بہت پانی چاہیے تھا۔ جبکہ اہل قافلہ کے پاس پانی کا محدود ذخیرہ تھا۔ جو جلد ہی ختم ہو گیا اور لق و دق صحرا میں انسانوں اور جانوروں کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھلے منہ والے برتن میں پانی ڈال کر وضو کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے کہ اچانک صحابہ کرام گھبرائے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی مکمل طور پر ختم ہو گیا ہے اور سوائے اس پانی کے جو آقا علیہ السلام کے پاس وضو کے لئے پڑا ہے۔ اس کے سوا کہیں بھی پانی موجود نہیں نہ پینے کے لئے اور نہ وضو کرنے کے لئے۔ یہ سن کر رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ دستگیر زماں اور والیِ بے کساں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھ دیا جس میں پانی پڑا تھا اور صحابہ کرام کی نگاہوں نے یہ حیرت انگیز معجزہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتہائے مبارکہ سے پانی کے پانچ فوارے پھوٹ پڑے۔

فَرَأَيْنَا الْمَاءَ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ۔

ہم نے دیکھا کہ پانی حضور علیہ السلام کی انگلیوں مبارک سے ابل رہا ہے اور یہ پانی اس وقت تک ابلتا رہا جب تک پورے قافلے کی تمام ضرورتیں پوری نہ ہو گئیں۔

بعد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ اس وقت آپ کی تعداد کتنی تھی؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جانوروں کو چھوڑ کر تقریباً چودہ سو صحابہ کرام تھے کہا اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پانی ہمارے لئے کافی ہو جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے کو جس خوبصورتی سے امام اہل سنت، عاشق رسول حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے حضور علیہ السلام کی پانچ انگلیوں سے نکلنے والے پانی کو رحمت کے پانچ دریا قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

(حدائق بخشش)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت ایک شخص کو کاروان چلنے سے پہلے مکہ مکرمہ بھیج دیا تھا تا کہ وہ معلوم کر کے کفار مکہ کے ارادوں کی خبر لائے۔ جب حضور علیہ السلام کا قافلہ مقام عسفان میں پہنچا تو وہ

Marfat.com

آدمی یہ خبر لے کر آیا کہ کفار مکہ نے ارد گرد قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے کہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ خالد بن ولید کی قیادت میں دوسو افراد پر مشتمل ایک دستہ حضور علیہ السلام کا راستہ روکنے کے لئے مقام غمیم تک پہنچ گیا۔ جب حضور ﷺ کو خالد بن ولید کے سواروں کی گرد اٹھتی ہوئی نظر آئی تو حضور ﷺ نے مشورہ کر کے دوسرے غیر معروف راستہ پر چلنا شروع کر دیا۔

جب خالد بن ولید کو علم ہوا کہ مسلمانوں نے راستہ بدل لیا ہے تو اس نے جلدی سے جا کر اہل مکہ کو اس خطرناک صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ ادھر حضور ﷺ مقام حدیبیہ میں پہنچ گئے حضور ﷺ نے دیکھا کہ کفار مکہ ایک عظیم لشکر لے کر لڑائی کے لئے آمادہ ہیں۔ حضور ﷺ کی رائے یہ تھی کہ ہم از خود کسی سے نہیں لڑیں گے اس لئے کہ ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔ احرام کی حالت میں جوں تک مارنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضور ﷺ کی اونٹنی قصوا اچانک بیٹھ گئی۔ اس کو اٹھانے کی بہت کوشش کی مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ نبی کریم ﷺ اس غیبی اشارے سے سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ قصوا اونٹنی تھک کر بیٹھ گئی ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ قصوا تھکی نہیں ہے اور نہ ہی تھک کر بیٹھ جانا اس کی عادت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ یہ معمور من اللہ ہے۔ جس طرح اصحاب فیل کے ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔ اب اگر اہلِ مکہ نے میرے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنا چاہا تو میں صلح کی خاطر ان کی ہر وہ شرط مان لوں گا۔ جو صلہ رحمی اور شعائر اللہ کی تعظیم پر مبنی ہو گی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے وہیں پڑاؤ کر لیا۔

حدیبیہ میں ایک کنواں تھا جس کی تہہ میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ جب نبی کریم ﷺ حدیبیہ پہنچے تو سخت گرمی تھی اور سب قافلہ والوں کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ صحابہ کرام کنویں پر ٹوٹ پڑے اور ابھی چند ہی آدمی پیاس بجھا پائے تھے کہ کنویں کا پانی ختم ہو گیا۔ صحابہ کرام نے آقا علیہ السلام سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو نبی رحمت ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر انہیں دیا اور فرمایا کہ اس تیر کو کنویں میں گاڑ دو۔ ایک صحابی کنویں میں اترے اور حسب فرمان رسول ﷺ اس کنویں میں اترے اور کنویں کے درمیان عین وسط میں تیر گاڑ دیا۔ وہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ تیر گاڑنے کے ساتھ ہی کنویں کا پانی ابلنے لگا اور اتنی تیزی سے بڑھنے لگا کہ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر اوپر چڑھ کر باہر نکلا۔ چند ہی لمحوں میں کنواں لبالب بھر گیا اور صرف انسان ہی نہیں بلکہ جانور بھی جی بھر کر سیراب ہونے لگے۔ یہ بھی حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

Marfat.com

باب 38:

صلح حدیبیہ کی گفت وشنید

حدیبیہ میں سب سے پہلا شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ خزاعی قبیلہ کا سردار بدیل ابن ورقا تھا۔ اگر چہ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے پوچھا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ ہم فقط عمرہ کرنے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی زیارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔

بدیل نے واپس جا کر اہل مکہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی لڑائی کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ و زیارت بیت اللہ شریف کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں انہیں عمرہ و زیارت کرنے دی جائے۔ اہل مکہ نے بدیل کو کہا کہ ان کا ارادہ جنگ کرنے کا نہ ہو تب بھی ہم ان کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے کیونکہ جو بھی سنے گا وہ یہی سمجھے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بزورِ بازو مکہ میں داخل ہوئے اور ہم اسے روک نہ سکے۔

یہ سارے معاملات دیکھ کر طائف کے ایک سردار عروہ بن مسعود ثقفی نے اہل مکہ سے کہا کہ میں کافی دیر سے دیکھ رہا ہوں کہ جو بھی وہاں جاتا ہے، وہ واپس آ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمان بن جاتا ہے۔ مجھے اجازت دو میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا میں تمہارے ساتھ اتنا ہی مخلص نہیں جتنا بیٹا باپ کے ساتھ مخلص ہوتا ہے۔ سب نے کہا کیوں نہیں؟ بلاشبہ تم بہت پر خلوص انسان ہو۔ مجھ پر تمہیں کسی قسم کا شک تو نہیں؟ نہیں نہیں سب نے کہا ہرگز نہیں۔ تو پھر میں خود جاتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا ہوں۔ اچھا جایئے۔ عروہ بن مسعود وہاں سے چل کر حدیبیہ کے میدان میں پہنچا۔ چنانچہ عروہ بن مسعود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت ہی فنکارانہ انداز میں بات چیت کا آغاز کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑ کر قریش کو برباد کر کے نیست و نابود کر دیا تو مجھے بتایئے کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کبھی کسی عرب نے اپنی ہی قوم کو برباد کیا ہے؟ اور اگر لڑائی میں قریش کا پلہ بھاری پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو لشکر ہے میں ان میں سے ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

عروہ بن مسعود کی اس لمبی چوڑی تقریر کا مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرعوب کرنا تھا۔ اس لئے اب ضروری ہو گیا تھا کہ عروہ بن مسعود کو اسی زبان میں جواب دیا جائے جسے وہ بخوبی سمجھتا ہو۔ تاکہ اس کے ہوش ٹھکانے آجائیں۔

چنانچہ عروہ بن مسعود کا یہ جملہ سن کر پیکرِ صدق و وفا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گرج کر کہا بند کرو یہ بکواس کیا

Marfat.com

تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم مشکل وقت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے؟ نہیں ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

عروہ بن مسعود کو یہ توقع نہیں تھی کہ اس کی بات کا اتنا سخت ردعمل ہوگا اس لئے حیران و پریشان ہو کر نبی کریم ﷺ سے پوچھنے لگا کہ یہ آدمی کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ ابوقحافہ کا بیٹا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

عروہ بن مسعود بولا اگر اس کا مجھ پر احسان نہ ہوتا تو میں اس کو ایسا ہی تلخ جواب دیتا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے غیر معمولی تلخی کا اظہار اتنا فی البدیہہ اور برموقع تھا کہ عروہ بن مسعود کی ساری اکڑ و مغروری ختم ہوگئی اور وہ مرعوب کرنے اور دھونس جمانے کے بجائے نرمی پر اتر آیا اور پیار سے بے تکلفی کے انداز میں باتیں کرنے لگا۔

عربوں کا رواج تھا کہ آپس میں بے تکلفانہ گفتگو کے دوران وقفے وقفے میں ایک دوسرے کی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے۔ اسی عادت کے مطابق عروہ بن مسعود نے بھی نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کے دستے سے عروہ بن مسعود کے ہاتھ پر ضرب لگائی اور کہا پیچھے ہٹا اپنا ہاتھ ورنہ میں اسے قلم کردوں گا۔ ہم یہ نہیں برداشت کرسکتے کہ کوئی مشرک رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ داڑھی مبارک پر اپنا ناپاک ہاتھ پھیرے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ عرب کے ذہین ترین افراد میں سے ایک تھے۔ انہوں نے بہت بھرپور زندگی گزاری ہے جنگوں میں شریک ہوئے توصفِ اول کے شاہ سواروں میں شمار ہوئے۔ غزوہ یرموک میں تیر لگنے سے ان کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہوگئی تھی۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایران کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں پیش پیش رہے۔ ایرانی سپہ سالار رستم سے بات چیت کرنے کے لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے انہی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تھا اور انہوں نے رستم کے دربار میں مسلمانوں اور اہلِ اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کردیا تھا۔ ایران کے علاوہ شام اور عراق کی فتوحات میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ تفصیلات بہت طویل ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ آپ کا وصال ۵۰ ھ میں کوفہ میں ہوا۔

بہر حال اس کے بعد عروہ بن مسعود نے نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ اور عام طریقے سے گفتگو کرنے لگا اور اس نے پوچھا اے محمد ﷺ کیا آپ لڑائی کے لئے آئے ہیں؟ حضور سیدِ عالم سرور کائنات دستگیر زماں نبی دوجہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہم عمرہ کی نیت سے اور بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ عروہ بن مسعود جتنی دیر حضور ﷺ کے پاس رہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے انداز و اطوار کا بغور معائنہ کرتا رہا۔ واپس جا کر مکہ میں اس نے جو رپورٹ پیش کی اسے پڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے والہانہ عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا اندازہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اور آدمی کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے عروہ بن مسعود نے کہا اے اہلِ مکہ میں نے روم وایران اور حبشہ کے بادشاہوں کو دیکھا ہے ان کے درباروں میں جاتا رہا ہوں۔ مگر جس طرح اصحاب محمد ﷺ محمد ﷺ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس طرح کا نظارہ میں نے کسی دربار میں نہیں دیکھا۔ اصحابِ محمد ﷺ کی عقیدت کا تو یہ عالم ہے کہ وہ محمد ﷺ کا لعاب دہن مبارک یعنی تھوک مبارک زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ بطور تبرک اپنے چہروں پر مل لیتے ہیں۔ اور جب محمد ﷺ وضو کرتے ہیں تو ان کے بدن سے مس ہو کر گرنے والے پانی کو حاصل کرنے کے لئے یوں بے تابانہ لپکتے ہیں کہ لگتا ہے لڑ پڑیں گے۔ جب محمد ﷺ کوئی حکم دیتے ہیں تو اس کی تعمیل میں سب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جب وہ بولتے ہیں تو سب خاموش ہو جاتے ہیں۔

فرطِ ادب سے اپنی نگاہیں جھکائے رکھتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی محمد ﷺ کے چہرۂ اقدس کو نظر بھر کر نہیں دیکھتا ایسی بے پناہ عقیدت رکھنے والے لوگ کٹ مریں گے لیکن محمد ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں ان کی بات مان لو اور انہیں عمرہ کرنے سے نہ روکو تم جو کچھ کر رہے ہو مجھے ڈر ہے کہ اس کی پاداش میں کہیں تم پر عذاب الٰہی نہ نازل ہو جائے۔

افسوس کہ اہلِ مکہ نے عروہ بن مسعود کا معقول مشورہ نہ مانا اور نبی کریم ﷺ کو عمرہ کرنے کی اجازت دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ عروہ بن مسعود ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر ناراض ہو گیا اور ان کا ساتھ چھوڑ کر طائف چلا گیا۔ جب اہل مکہ کی طرف سے آنے والے قاصدوں سے بات چیت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو نبی کریم ﷺ نے سوچا کہ اب ہمیں اپنے آدمی اہل مکہ کے پاس بھیجنے چاہیں کہ اس طرح کوئی بات بن جائے۔

حضور ﷺ نے مشورہ فرمایا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو موزوں پایا کیونکہ ان کا خاندان مکہ میں بہت بااثر تھا۔ نبی کریم ﷺ کو یہ بات پسند آئی اور حضور ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیج دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو رخصت کرتے وقت آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ مکہ کے قیام کے دوران صلح کی بات چیت کرنے کے علاوہ ان مسلمانوں سے بھی ملنا جو ایمان لا چکے ہیں اور ان کو تسلی دینا کہ ان کی آزمائشوں کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اسلام کو اتنا غلبہ عطا فرمائے گا کہ سارا مکہ وعرب اس کا حلقہ بگوش ہو جائے گا۔ پھر کسی کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہ رہے گی۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 39:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روانگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی معاونت کے لئے دس آدمی اور ساتھ کر دیئے۔ چنانچہ گیارہ افراد پر مشتمل یہ وفد مکہ مکرمہ پہنچا اور اہل مکہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف سے آگاہ کیا مگر اہلِ مکہ اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہم زندگی بھر یہاں نہیں آنے دیں گے۔ اس بات کو چھوڑو ہاں اگر تم طوافِ کعبہ کرنا چاہتے ہو تو کر سکتے ہو۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ تعالیٰ کا گھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سامنے ہے۔ جسے دیکھ کر ہی ہر مسلمان کا دل طواف کعبہ کے لئے مچلنے لگتا ہے۔

آقا کریم علیہ السلام کی طرف سے طواف کی کوئی پابندی بھی نہیں تھی اور اہل مکہ خود اجازت دے رہے ہیں۔ غرض یہ کہ طواف کعبہ جیسی عظیم سعادت سے بہرہ ور ہونے کے جملہ اسباب موجود ہیں مگر ایسے میں عقل کا فیصلہ تو یہی ہے کہ ایسے مواقع بار بار نہیں آتے۔ اس لئے فوراً طواف کعبہ شروع کر دینا چاہئے۔ مگر عشق و ادب نے اس تجویز کو یکسر مسترد کر دیا۔ اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بولے تو ان کی زبان پر عشق و ادب بول رہا تھا۔ انہوں نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے آقا و مولا دستگیر زمان والی دو جہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف کعبہ کر لوں۔

واللہ جب تک آقا کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کعبہ نہیں کریں گے میں بھی طواف کعبہ نہیں کروں گا۔ ادھر حدیبیہ میں صحابہ کرام حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قسمت پر رشک کر رہے تھے کہ انہیں مکہ مکرمہ کے اندر جانے کا موقع مل گیا ہے۔ اب وہ جی بھر کے طواف کعبہ کریں گے۔ اور بیت اللہ شریف کا دیدار کریں گے۔ اس موقعہ پر نبی غیب دان حضور پر نور شافع یوم النشور خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان غنی رضی اللہ عنہ میرے بغیر طواف کعبہ نہیں کرے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے طواف کعبہ نہیں کریں گے؟ جب کہ وہ بیت اللہ شریف کے پاس جا چکے ہیں؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا میرا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہی گمان ہے کہ وہ ہمارے بغیر طواف کعبہ نہیں

Marfat.com

کرے گا۔ خواہ اسے پورا سال مکہ مکرمہ میں گزارنا پڑ جائے۔ سبحان اللہ اللہ اکبر اگر ایک طرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عشق وادب مثالی تھا تو دوسری طرف ان کے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر اعتماد بھی اپنی مثال آپ تھا۔

بہر حال مشرکین مکہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ ناگوار گزرا اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی گرفتاری سے حدیبیہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے وہ مشہور بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔

یہ بیعت موت پر تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جوق در جوق بیعت ہونے لگے۔ ایک جماعت فارغ ہوتی تو دوسرے بیعت کے لئے تیار ہوتے۔ رفتہ رفتہ اس سعادت سے بہرہ ور ہو گئے۔ مگر اس عشق وادب والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اس محرومی ہی ان کے لئے انوکھی خوش نصیبی بن گئی۔

بیعت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

یہ بیعت چونکہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گوارا نہ کیا کہ جان ہتھیلی پر رکھ کر مکہ مکرمہ جانے والا عاشق اس سعادت سے محروم رہ جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ یا اللہ چونکہ عثمان رضی اللہ عنہ اللہ ورسول کی خدمت گزاری کے سلسلے میں مکہ مکرمہ گیا ہوا ہے۔ اور آج کی بیعت میں شامل نہیں ہو سکا اس لئے میں خود ہی اس کی طرف سے بیعت لے رہا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ اور اس کو اپنے ہی دائیں ہاتھ میں لے کر خود ہی عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے بیعت لے لی۔

اس لئے اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں۔ اس کے جملہ شرکا کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی ورضا کا مژدہ جانفزا سنایا اور یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گیا۔ جب وہ درخت کے نیچے تمہارے ہاتھ پر

Marfat.com

بیعت کررہے تھے۔ نبی کریم رحمت دو جہاں ﷺ نے ان کی شان یوں بیان فرمائی:

لَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

جس نے بھی درخت کے نیچے بیعت کی اس پر آتش دوزخ حرام ہے۔

جب مشرکین مکہ کی تمام کوشش ناکام ہوئی تو انہوں نے صلح پر آمادگی ظاہر کردی اب اس مقصد کیلئے سہیل بن عمرو کو بھیجا گیا۔ اس نے اچھے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا اور کہا کہ ہماری طرف سے جو غلطی ہوئی ہے۔ وہ چند جلد باز سر پھرے نوجوانوں کی کارستانی ہے۔ جس پر سب لوگ اس حرکت پر ناخوش ہیں۔ اب آپ کے ساتھیوں نے ہمارے جو آدمی پکڑے ہیں ان کو رہا کردیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے بھی ہمارے ساتھی گرفتار کررکھے ہیں۔ اگر تم ان کو چھوڑ دو تو ہم بھی ان کو رہا کردیں گے۔ سہیل نے تبادلے کی یہ تجویز منظور کرلی۔ اس طرح دونوں طرف کے گرفتار شدگان کو رہائی مل گئی۔

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رہا ہوکر حدیبیہ پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے پوچھا آپ نے مکہ مکرمہ میں رہ کر خوب مزے لوٹے ہوں گے اور جی بھر کر طواف کعبہ کئے ہوں گے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہو بہو ویسا ہی جواب دیا جیسا نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہاں چھوڑ کے طواف کعبہ کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ واللہ اگر میں ایک سال تک بھی وہاں رہتا تو رسول اللہ ﷺ کے بغیر طواف کعبہ نہ کرتا۔ سہیل بن عمرو دوبارہ آیا حضور ﷺ نے دیکھ کر نیک فال کے طور پر یہ فرمایا کہ سہیل آگیا لو اب تمہارا معاملہ سہل ہوگیا۔ چنانچہ سہیل نے آتے ہی کہا کہ آیئے ہم اور آپ اپنے اور آپ کے درمیان معاہدہ کی ایک دستاویز لکھ لیں۔ حضور ﷺ نے اس کو منظور فرمالیا اور حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دستاویز لکھنے کے لئے طلب فرمایا۔ سہیل بن عمرو چونکہ دونوں طرف کے گرفتار شدگان کو رہائی دلوانے میں کامیاب رہا تھا۔ اس لئے فریقین کے دلوں میں اس کے لئے نرم گوشہ موجود تھا۔ اس لئے اہل مکہ نے صلح کے بارے میں مذاکرات کرنے کے لئے بھی اسی کو بھیجا۔ اور صلح کے لئے جانے والے وفد کی قیادت اس کو سونپ دی۔

حضور ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان صلح کی بات چیت شروع ہوئی۔ بالآخر چند شرطوں پر دونوں کا اتفاق ہوگیا۔

Marfat.com

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکھو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آپ نے لکھا تو سہیل بن عمرو نے کہا تو ٹھیک ہے لیکن رحمٰن کے بارے میں ہمیں کچھ پتہ نہیں یہ کون ہے؟ اس لئے پرانے عرب کے دستور کے مطابق بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ لکھو۔ مسلمانوں نے کہا نہیں اسی طرح لکھیں گے جس طرح پہلے لکھا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مقصود تو اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کرنا ہے اور یہ مقصد بِاسْمِكَ اَللّٰهُمَّ سے بھی حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا اسی طرح لکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معاہدے کا عنوان لکھنا شروع کیا کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ یعنی وہ شرائط ہیں جن پر قریش کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ نے صلح کا فیصلہ کیا۔ ابھی اتنا ہی لکھا تھا کہ سہیل بن عمرو نے پھر اعتراض کیا اور سید عالم ﷺ سے کہا اگر ہم آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ اس صورت میں ہم نہ صرف یہ کہ تمہیں عمرے کی اجازت دے دیتے بلکہ آپ ﷺ پر ایمان لاتے اور آپ ﷺ کی پیروی کرتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی بجائے محمد بن عبداللہ ﷺ لکھو۔

حضور رحمت کائنات ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا سچا رسول بھی ہوں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میں محمد بن عبداللہ ﷺ بھی ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بجائے محمد بن عبداللہ ﷺ لکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں کسی صورت میں ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بجائے محمد بن عبداللہ ﷺ لکھ دیا۔ اس کے بعد معاہدۂ صلح کی چھ شرائط لکھی گئیں۔

1. اس سال مسلمان بغیر عمرہ کئے واپس چلے جائیں۔
2. آئندہ سال آئیں اور صرف تین دن رہ کر واپس چلے جائیں۔
3. ہتھیار لگا کر نہ آئیں البتہ ہر آدمی ایک عدد تلوار ساتھ لا سکتا ہے وہ بھی اس طرح کہ تلوار نیام میں بند ہو اور نیام تھیلے میں پڑی ہو۔
4. مسلمانوں میں سے کوئی شخص مکہ میں رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے لیکن جو مسلمان مکہ میں موجود ہیں اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ مدینہ جانا چاہیں تو نہیں جا سکتے۔
5. اگر کوئی مسلمان مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اس کو واپس کرنا ہوگا لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ چلا آئے تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

Marfat.com

٦. عرب کے دیگر قبائل کو اختیار ہوگا کہ اس معاہدہ کے بعد جس فریق کے ساتھ چاہیں شامل ہو جائیں۔

ان میں سے بیشتر شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں۔ خصوصاً یہ شرط کہ جو مسلمان مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اس کو واپس کرنا پڑے گا۔ کیونکہ مکہ سے جو بھی بھاگتا تھا وہ مشرکین کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بھاگتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر بڑی زبردست ناگواری ہو رہی تھی مگر وہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دم نہیں مار سکتے تھے۔ (ابن ہشام، ج۳، ص۳۱۷)

ابوجندل رضی اللہ عنہ کی آمد

ابھی معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے تھے کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے مسلمان تڑپ اٹھے۔ ہوا یوں کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ جو اسلام لا چکے تھے اور مشرکین مکہ نے انہیں قید کر رکھا تھا اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دیتے رہے۔ وہ کسی طرح قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور بیڑیوں سمیت گھسیٹتے گھسیٹتے آ کر مسلمانوں کے سامنے بے دم ہو کر گر پڑے۔ سہیل بن عمرو نے کہا اے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدہ صلح پر عمل کرنے کا یہ پہلا موقعہ ہے۔ شرائط صلح کے مطابق ابوجندل رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے کر دو۔

آخر حضور علیہ السلام نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے کا فیصلہ فرما لیا۔ جب ان کو پتہ چلا کہ مجھے واپس کیا جا رہا ہے تو وہ چیخ اٹھے اور اپنے جسم سے کپڑا ہٹا کر مسلمانوں کو دکھاتے ہوئے فریاد کرنے لگے کہ دیکھو کافروں نے مار مار کر میرا کیا حال کر دیا ہے۔ کیا تم مجھے اسی حال میں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟ کیا تم لوگ مجھے پھر ایک بار ان ظالموں کے حوالے کر دو گے۔ یہ ایسا دلدوز منظر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نہیں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں صلی اللہ علیہ وسلم۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حق پر ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور اس کے حکم کے خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی حال میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بھی ایسی ہی گفتگو کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی وہی جواب دیا کہ اے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کوئی کام بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں کرتے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ تم ہر وقت ان کی رکاب تھامے رکھو۔ یعنی بلاچون وچرا مکمل اطاعت کرو۔

Marfat.com

باب 40:

نجات کی خوشخبری

نبی کریم ﷺ اگرچہ ابوجندل رضی اللہ عنہ کو واپس کرنے پر رضامند نہ تھے مگر معاہدہ صلح کی حرمت کا تحفظ کرتے ہوئے بادل نخواستہ ان کو سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا۔ تاہم ان کو رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا اے ابوجندل رضی اللہ عنہ صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ اب ہم معاہدہ کر چکے ہیں اور اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانیاں فراہم فرمائے گا اور تمہارے نکلنے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ بنا دے گا۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ابوجندل رضی اللہ عنہ کو جلد ہی رہائی مل گئی اور اہل مکہ کی وحشت و بربریت سے نجات مل گئی۔

معاہدہ صلح کرنے کے بعد نبی کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ واپس ہو گئے۔ واپسی میں جب حضور ﷺ وادی عمیم نامی جگہ پر پہنچے تو وحی الٰہی کا نزول ہو گیا اور سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا

ہم نے آپ ﷺ کو فتح عطا کی ہے۔ نزول وحی کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس فتح کی مبارک باد دی۔

پھر جب نبی کریم ﷺ نے یہ آیات صحابہ کرام کے سامنے تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی مبارک باد دی۔ البتہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اَفَتۡحٌ هُوَ؟ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ فتح ہے؟ نبی غیب دان سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِیۡ وَالَّذِیۡ نَفۡسِیۡ بِیَدِهٖ اِنَّهٗ لَفَتۡحٌ۔

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ہاں یہ بلاشبہ فتح ہے۔

اور بعد کے نتائج نے ثابت کر دیا کہ درحقیقت یہ فتح مبین تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے مسلمان اور کافر آپس میں ملتے جلتے نہیں تھے۔ اب صلح ہو گئی تو دونوں سے آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اس طرح مکہ مکرمہ والوں

Marfat.com

کو مسلمانوں کے اخلاق اور کردار کو جانچنے پرکھنے کا موقع مل گیا۔ اور وہ مدینہ منورہ آئے تو نبی رحمت ﷺ کی پرنور محفلوں کو دیکھتے اور حضور ﷺ کے ولولہ خیز خطاب سنتے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاک بازی اور آپس میں ان کی محبت والفت کو دیکھتے تو مسحور ہو جاتے۔ اسی طرح مسلمان مکہ مکرمہ جاتے تو اپنے عمدہ اطوار اور پاکیزہ عادات سے لوگوں کے دل موہ لیتے۔ اس طرح سے بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔

تاریخ دان لکھتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد صرف دو سال میں اسلام لانے والوں کی تعداد اب تک مسلمان ہونے والوں کی مجموعی تعداد سے دوگنا ہو گئی۔

نبی کریم ﷺ کی تریپن سالہ مکی زندگی جس کو عام طور پر تیرہ سالہ مکی زندگی کہتے ہیں۔ صلح حدیبیہ تک تقریباً چھ سال مدنی زندگی کو ملا کر کل عرصہ ۱۹ سال بنتا ہے۔ گویا انیس سالوں میں اتنے مسلمان نہیں ہوئے۔ جتنے صلح حدیبیہ کے دو سالوں میں ہو گئے۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے لڑائی کی گرم بازاری کم ہو گئی تو رسول کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فراغت کے ان لمحات کا یہ خوبصورت مصرف نکالا کہ تمام بادشاہوں اور روسا کو خطوط کے ذریعے دعوت دین اسلام دی جائے۔

اس سلسلے میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ اس کے لئے پہلے مہر کا انتظام کرنا ہوگا۔ کیونکہ بادشاہ اور امراء اس تحریر کو خاطر میں نہیں لاتے اور دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کرتے جس پر مہر نہ لگی ہو۔ اس زمانے میں مہر انگشتری کے نگینے میں کھدوائی جاتی تھی۔ اس لئے آقا کریم علیہ السلام نے چاندی کی ایسی انگشتری مہر بنوانے کا حکم فرمایا جس کے نگینے میں محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا ہو۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق نگینہ تیار کرایا گیا اور اللہ تعالیٰ کا نام سب سے اوپر رکھنے کے لئے نیچے سے اوپر کتابت کرائی گئی۔ اس طرح تین سطروں پر مشتمل مہر تیار ہوئی جس کی ترتیب یوں تھی۔

اللہ
رسول
محمد

سب سے پہلا خط مبارک قیصر روم کی طرف لکھا جس کا نام ہرقل تھا۔

روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے۔ یہ ان کا شاہی لقب تھا۔ یہ خط دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا دائرہ کار صرف عرب ہی کے لئے محدود نہ تھا بلکہ حضور ﷺ دونوں جہان یعنی تمام عالم کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے حضور ﷺ نے اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حضور ﷺ

Marfat.com

نے پہلا خط روم کے بادشاہ قیصر کے نام لکھا اور فارس کے بادشاہ کسریٰ اور حبشہ کے نجاشی اور مصر کے بادشاہ عزیز مصر اور دوسرے سلاطین عرب وعجم کے نام دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے۔

صحابہ کرام جمیں سے کون کون حضرات ان خطوط کو لے کر کن کن بادشاہوں کے دربار میں گئے؟ ان کی فہرست کافی طویل ہے مگر ایک ہی دن میں چھ خطوط لکھوا کر اور اپنی مہر لگا کر جن چھ قاصدوں کو جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں:

(1) حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ: ہرقل قیصر کے دربار میں گئے۔ (2) حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ خسرو پرویز بادشاہ ایران کے دربار میں لے گئے۔ (3) حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مقوقس عزیز مصر کے دربار میں گئے۔ (4) حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے دربار میں گئے۔ (5) حضرت سلیط بن عمر رضی اللہ عنہ ہوزہ بادشاہ یمامہ کے دربار میں گئے۔ (6) حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ حارث غسانی والیِ غسان کے دربار میں گئے۔

ہرقل بادشاہ نے کہا کہ مجھے یہ تو پتہ تھا کہ ایک رسول آنے والا ہے۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ عرب میں مبعوث ہوگا۔ اگر میں وہاں جا سکتا تو خود ان کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک دربار میں پڑھا جائے۔ نامہ مبارک مندرجہ ذیل مگر مختصر عبارت پر مشتمل تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا

مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ ہرقل کی طرف جو روم کا سردار ہے۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامتی پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔

کسریٰ کے نام خط

ایران کا بادشاہ کسریٰ کہلاتا تھا۔ ان دنوں خسرو پرویز حکمران تھا اس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکتوب مبارک بھیجا وہ اس طرح تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسریٰ کی طرف جو فارس کا سردار ہے۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی

Marfat.com

پیروی کرے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔

کیونکہ میں تمام لوگوں کے لیے اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ تاکہ ان میں سے جو زندہ ہیں انہیں برے اعمال کے نتائج سے ڈراؤں اور کافروں پر حجت ہو جائے۔ اسلام لے آؤ سلامتی پا جاؤ گے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو نہ صرف یہ کہ تم خود گنہگار ہو گے بلکہ تمام مجوسیوں کا گناہ بھی تمہارے سر ہوگا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے جب یہ خط کسریٰ کو دیا اور ترجمان نے پڑھ کر سنایا تو سرنامہ سنتے ہی خسرو پرویز غصے سے پاگل ہو گیا۔ کیونکہ کسری کو جو خط لکھے جاتے تھے۔ ان میں احترام کے طور پر سب سے اوپر کسری کا نام لکھا جاتا تھا۔ جب کہ نامہ مبارک نبوی میں سب سے اوپر اللہ تعالیٰ کا نام تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ کا اپنا نام مبارک تھا اور تیسرے نمبر پر کسری کا نام تھا۔ کسری نے اس اندازِ تخاطب کو اپنی توہین سمجھا اور سخت طیش کے عالم میں ترجمان سے خط چھین کر پھاڑ دیا اور قاصد نبوی کو دربار سے باہر نکلوا دیا۔

قاصد نے واپس آ کر جب سارے حالات بیان کئے اور بتایا کہ کسریٰ نے حضور ﷺ کے نامہ مبارک کو چاک کر دیا تو نبی کائنات دستگیر زماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درحقیقت اس نے اپنی حکومت کے ٹکڑے کیے ہیں۔ نامہ مبارک کو پھاڑے اور قاصد کو دربار بدر کرنے کے باوجود کسری کا غیض و غضب ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے یمن میں اپنے عامل باذان کو لکھا کہ مکہ مکرمہ میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے۔ اس نے مجھے خط لکھا ہے جس میں اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے۔ میرا غلام ہو کر نعوذ باللہ اس کی یہ جرأت تم فوراً دو آدمی بھیجو جو اسے گرفتار کر کے میرے روبرو پیش کرو۔ اگر تم نے میرے اس حکم کی تعمیل میں کسی قسم کی کوتاہی کی تو عبرتناک سزا تمہارا مقدر ہو گی۔

باذان نے یہ خط ملتے ہی دو آدمیوں کو حضور ﷺ کو گرفتار کرنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیج دیئے۔ وہاں جا کر انہیں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں ہیں۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ شہنشاہِ ایران نے اپنے عامل باذان کو حکم دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو گرفتار کر کے میرے دربار میں پیش کرے۔ چنانچہ باذان نے ہمیں حکم دیا کہ تمہاری گرفتاری کر کے ایران کسری کے پاس بھیجا جائے۔ اب بہتری اسی میں ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلو ورنہ شہنشاہِ ایران کا غضب اور عتاب نازل ہوگا۔ پھر نہ آپ بچ سکو گے اور نہ ہی تمہاری قوم۔ نبی کائنات تاجدار کون و مکان دستگیر زماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسی دھمکیوں سے کیا مرعوب ہونا تھا۔ البتہ ان کی صورتیں حضور علیہ السلام کو عجیب سی لگیں۔ کیونکہ انہوں نے داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے چہروں کو دیکھتے ہوئے تعجب سے

Marfat.com

پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا یہ ہمارے رب کا حکم ہے یعنی خسرو پرویز کا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا لیکن میرے رب نے داڑھیاں بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کا حکم دیا ہے۔

نوٹ: افسوس کہ آج کل کے بہت سے مسلمان علماء اور پروفیسر حضرات نے بھی آقا کریم ﷺ کے رب کا حکم ماننا چھوڑ دیا ہے۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے اور خسرو پرویز جیسے بد بخت اور گستاخ کا پسندیدہ حلیہ اپنا لیا ہے۔ اپنے آپ کو دیکھیں خدانخواستہ آپ میں سے تو کوئی اس جرم عظیم میں مبتلا تو نہیں ہے؟

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم میری گرفتاری کا خیال چھوڑ دو اور جا کر باذان کو بتاؤ کہ آج رات میرے اللہ نے تمہارے رب خسرو پرویز کا کام تمام کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ دونوں واپس چلے گئے۔

اور باذان کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی شان سے آگاہ کر دیا۔ اور ایسا ہی ہوا چنانچہ جلد ہی اطلاع آ گئی کہ واقعی اس رات خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا تھا۔

اور یوں نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کی بھی تصدیق ہو گئی کہ درحقیقت اس نے اپنی سلطنت کو چاک کر لیا۔

شاہ حبشہ کے نام نامہ مبارک

حبشہ کا بادشاہ بہت اچھا انسان تھا۔ اس نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ جانے والے مسلمانوں کی ہر طرح دیکھ بھال کی تھی اور ان کو ہر آسائش اور سہولت مہیا کی تھی۔ اس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے نام بھی ایک نامہ مبارک عمر ابن امیہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ارسال کیا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف، میں تعریف کرتا ہوں اس اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے۔ پاک ہے سلامتی دینے والا امن دینے والا اور نگہبان ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اور روح اللہ وکلمۃ اللہ ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ مریم پر القا کیا۔ وہ مریم جو خلق سے منقطع ہو کر ہمہ تن خالق کائنات کی طرف متوجہ رہیں۔ اور وہ نہایت ہی پاک طینت اور پاک دامن خاتون تھیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اور جبریل امین علیہ السلام کی پھونک سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

Marfat.com

میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ جو وحدہ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت وتابعداری میں تمہیں اپنا ہمنوا بنانا چاہتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ میری پیروی کرو اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو مجھ پر اتری ہے۔ کیونکہ میں تمام انسانوں کے لئے رسول بن کر آیا ہوں۔ سلامتی ہو اس کے لئے جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ یہ بادشاہ شروع دن سے ہی اسلام کے ساتھ محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب مکتوب مبارک اس کے سامنے پڑھا گیا تو وہ احتراماً تخت سے نیچے اتر آیا اور مکتوب گرامی کو چوم کر آنکھوں سے لگایا پھر توحید ورسالت کا اقرار کر کے مسلمان ہو گیا اور نامہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل جواب لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اصحمہ نجاشی کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا سلام و رحمت ہو اور برکتیں ہوں۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور جس نے مجھے آپ کے صدقے میں اسلام کی طرف راغب کیا اور اسلام کی دعوت و ہدایت عطا فرمائی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ علیہ السلام کا نامہ گرامی موصول ہوا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے۔ وہی حق ہے۔ اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔ آقا علیہ السلام جو آپ نے مجھے کار خیر کی تلقین فرمائی ہے۔ میں نے اسے اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ اس لئے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کے چچازاد بھائی محترم حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی ہے اور اللہ رب العالمین کی اطاعت خود اختیار کر لی ہے۔ فی الحال میں اپنا بیٹا آپ کی خدمت اقدس میں بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ بھی فرماتے ہیں سب حق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا سلام اور رحمت اور برکتیں ہوں۔ والسلام اصحمہ نجاشی (رضی اللہ عنہ) یہ نجاشی بادشاہ کے حسن عقیدت کا دل آویز مرقع ہے۔ بادشاہ حبشہ کا بیٹا ساٹھ آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوا تھا مگر افسوس کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ تک رسائی نہ ہو سکی اور ان کی کشتی طوفان میں پھنس کر غرق ہو گئی۔

اعلان نبوت کے پانچویں سال مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ اور ۶ ھ میں جس کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نامہ مبارک ارسال فرمایا تھا اور ۹ ھ میں اس کا انتقال ہوا اور مدینہ منورہ میں حضور سید عالم نبی غیب دان دستگیر زماں سرور کون ومکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی تھی۔ (مدارج، ج۲، ص۲۲۹)

Marfat.com

باب 41:

شاہِ مصر کی طرف مکتوب گرامی

مصر کے بادشاہ کا نام جریج تھا۔ مذہباً عیسائی تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف جو مکتوب گرامی بھیجا تھا یہ مکتوب گرامی لے جانے کا اعزاز حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ یہ نہایت ہی اخلاق کے ساتھ قاصد سے ملا اور فرمان مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ پڑھا۔ مگر مسلمان نہیں ہوا۔ لیکن حضور سید عالم رحمت کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند چیزوں کے تحفے بھیجے۔ دو لونڈیاں ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل ہوئیں اور انہیں کے شکمِ مبارک سے حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت سیرین تھیں جن کو حضور علیہ السلام نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا دوسری کے بطن سے حضرت حسان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ ان دونوں لونڈیوں کے علاوہ ایک ایک سفید گدھا جس کا نام یعفور تھا اور ایک سفید خچر جو دلدل کہلاتا تھا۔ ایک ہزار مثقال سونا ایک غلام اور کچھ شہد کچھ کپڑے بھی تھے۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲۔ ص ۲۲۹)

نامہ مبارک بادشاہ یمامہ

حضرت سلیط رضی اللہ عنہ جب یمامہ کے بادشاہ کے پاس خط لے کر پہنچے تو اس نے بھی قاصد کا بے حد احترام کیا۔ لیکن اسلام قبول نہیں کیا اور جواب میں یہ لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں لکھی ہیں وہ نہایت اچھی ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حکومت میں سے کچھ مجھے بھی حصہ دیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کروں گا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا کہ اسلام ملک گیری کی ہوس کے لئے نہیں آیا ہے۔ اگر زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں تمہیں نہ دوں گا۔

مکتوب گرامی والی غسان کے نام

حضرت شجاع رضی اللہ عنہ نے جب حارث والیِ غسان کے سامنے نامہ مبارک کو پیش کیا تو وہ مغرور انسان نامہ اقدس کو پڑھ کر برہم ہو گیا۔ اور اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ مدینہ منورہ کے مسلمان ہر وقت

Marfat.com

اس کے حملے کے منتظر رہنے لگے۔

حضور سید عالم ﷺ نے ان بادشاہوں کے علاوہ اور بھی بہت سے سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط تحریر فرمائے۔ جن میں کچھ نے اسلام قبول کر لیا اور کچھ نے انکار کر دیا۔ اور کچھ خوش نصیبوں نے اسلام قبول کر کے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں نیاز مندیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھی بھیجے مثلاً یمن کے شاہان میں سے جن جن بادشاہوں نے مسلمان ہو کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرضیاں بھیجیں جو غزوہ تبوک سے واپسی پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان بادشاہوں کے نام یہ ہیں۔ (1) حارث بن عبد کلال (2) نعیم بن عبد کلال (3) نعمان حاکم ذورعین و معافر ہمدان (4) زرعہ یہ سب یمن کے بادشاہ تھے۔

مگر جب اسلام کا سیل رواں پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تو جنہوں نے پہلے انکار کیا تھا۔ انہوں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا۔ اور

وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

کا منظر عیاں ہو گیا۔ ان لڑائیوں کا مفصل تذکرہ زرقانی علی المواہب اور مدارج النبوت وغیرہ میں ہے۔

ہجرت کا ساتواں سال غزوۂ خیبر

یہ غزوہ خیبر ۷ھ کے آغاز میں ہوا اور اس کے نتیجے میں یہودیوں کی کمر ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گئی۔ اس کے بعد یہ بدبخت لوگ مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑا فتنہ نہ کھڑا کر سکے۔ آخری غزوہ خیبر جس میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مدینہ منورہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے پر کمر بستہ ہوئے۔ انہوں نے خیبر کے علاقے کو اپنا مرکز بنا لیا تھا۔ خیبر کی سونا اگلتی زمینوں اور سرسبز و شاداب نخلستانوں کی وجہ سے ان کو معاشی حالت کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ آمدن وافر تھی اور اس آمدن کا اکثر حصہ اہل اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کی سازشوں میں خرچ ہوتا تھا۔ فتنہ و فساد کے اس مرکز کو ختم کئے بغیر امن و امان ناممکن تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے ضروری سمجھا کہ ان کی اس مرکزیت کو توڑا جائے اور انہیں اس قابل ہی نہ چھوڑا جائے کہ آئندہ کوئی سازشیں کر سکیں۔ ۷ھ کے ابتداء میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ جن میں دو سو سوار تھے باقی پیادہ تھے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ میں حضرت سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کو افسر مقرر فرمایا اور تین جھنڈے تیار کرائے۔ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور دوسرا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور تیسرا جھنڈا حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے دست مبارک میں عنایت فرمایا اور ازواجِ مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حدود خیبر میں اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ پہنچ گئے۔

اور نماز فجر پڑھنے کے بعد شہر میں داخل ہوئے۔ تو خیبر کے یہودی اپنے اپنے سامان ٹوکریاں وغیرہ لے کر کھیتوں اور باغوں میں کام کاج کے لئے قلعہ سے نکلے جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو شور مچانے لگے۔ اور چلا چلا کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم لشکر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خیبر برباد ہو گیا۔ بلا شبہ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اتر پڑتے ہیں تو کفار کی صبح بری ہوتی ہے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۰۳)

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں پہنچا دیا اور راشن کا ذخیرہ قلعہ ناعم میں جمع کر دیا اور فوجوں کو نطاۃ اور قموص کے قلعوں میں اکٹھا کر دیا۔ ان میں سب سے زیادہ اور مضبوط اور محفوظ قلعہ قموص تھا۔ مرحب یہودی جو عرب کا چوٹی کا پہلوان تھا اور ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ اسی قلعہ کا رئیس تھا۔ یہودیوں کے پاس تقریباً ۲۰ ہزار فوج تھی جو مختلف قلعوں کی حفاظت کے لئے مورچہ بندی کئے ہوئے تھی۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم پر معرکہ آرائی ہوئی اور جم کر لڑائی ہوئی۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری اور جانثاری کے ساتھ جنگ کی مگر سخت گرمی اور لو کی تپش کی وجہ سے ان پر پیاس کا غلبہ ہو گیا اور وہ قلعہ کی دیوار کے نیچے ہو گئے۔ کنانہ بن ابی الحقیق یہودی نے ان کو دیکھ لیا اور چھت سے ایک بہت بڑا پتھر ان کے سر پر گرا دیا جس سے ان کا سر کچل گیا۔ اور یہ شہید ہو گئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں پچاس مسلمان زخمی بھی ہوئے اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اسی قلعہ کی جنگ میں حضرت اسود راعی رضی اللہ عنہ بھی شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک حبشی تھے جو خیبر کے کسی یہودی کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جب یہودی جنگ کی تیاریاں کرنے لگے تو انہوں نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کس سے جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے ہو؟ یہودیوں نے کہا کہ آج ہم اس سے جنگ کریں گے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ سن کر اسود راعی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

محبت دل میں پیدا ہوئی اور یہ بکریاں لئے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ اور حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ ﷺ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ انہوں نے عرض کی اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا اجر وثواب ملے گا؟ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو جنت اور اس کی نعمتیں ملیں گی۔ اسود راعی نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ پھر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ اب میں ان کا کیا کروں؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان بکریوں کو قلعہ کی طرف ہانک دو۔ ان کو کنکریاں مارو یہ سب خود بخود اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ تھا کہ انہوں نے بکریوں کو کنکریاں مار کر ہانک دیا اور وہ سب بکریاں اپنے مالک کے گھر پہنچ گئیں اس کے بعد یہ خوش نصیب حبشی اسود راعی رضی اللہ عنہ ہتھیار پہن کر مجاہدین اسلام کی صف میں کھڑا ہو کر انتہائی جوش وخروش کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ جب حضور سید عالم ﷺ کو اس کی شہادت کی خبر ہوئی تو غیب دان نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسود راعی رضی اللہ عنہ نے عَمِلَ قَلِيْلًا وَ اَجَرَ كَثِيْرًا یعنی اس شخص نے بہت ہی کم عمل کیا ہے اور بہت زیادہ اجر پالیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی لاش کو خیمہ میں لانے کا حکم دیا اور ان کی لاش کے سرہانے کھڑے ہو کر حضور ﷺ نے یہ بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کالے چہرے کو حسین بنا دیا اور اس کے بدن کو خوشبودار بنا دیا۔ اور دو حوریں اس کو جنت میں ملیں۔ اس شخص نے ایمان اور جہاد کے سوا کوئی دوسرا عمل نہیں کیا نہ ایک نماز پڑھی اور نہ ہی ایک روزہ رکھا اور نہ ہی حج و زکوٰۃ کا اسے موقع ملا مگر ایمان و جہاد کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۲۴۰)

باقی قلعے آسانی سے فتح ہو گئے مگر قلعہ قموص بہت مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا اور یہاں یہودیوں کی فوجیں بھی زیادہ تھیں اور یہودیوں کا سب سے بڑا بہادر مرحب خود اس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا۔ اس لئے اس قلعہ کو فتح کرنے میں بڑی دشواری ہوئی۔

کئی روز تک یہ مہم سر نہ ہو سکی۔ حضور ﷺ نے اس قلعہ پر پہلے دن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کمان میں اسلامی فوجوں کو چڑھائی کے لئے بھیجا اور انہوں نے بہت ہی شجاعت و بہادری سے حملہ کیا مگر یہودیوں نے قلعہ کی دیوار پر سے اس زور کی تیراندازی کی اور سنگساری کی کہ مسلمانوں کو قلعہ کی پھاٹک تک نہ پہنچنے دیا اور رات

Marfat.com

ہوگئی۔ دوسرے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زبردست حملہ کیا اور مسلمان بڑی گرم جوشی کے ساتھ بڑھ بڑھ کر حملے کرتے رہے۔ دن بھر لڑائی جاری رہی۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ لگتا تھا کہ شاید یہ قلعہ فتح نہ ہوسکے گا۔

فاتح خیبر ہونا مولا علی رضی اللہ عنہ کے مقدر میں لکھا تھا

چنانچہ حضور سید عالم رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل میں اس آدمی کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا وہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بھی ہے اور محب بھی ہے۔ راوی نے کہا کہ وہ رات لوگوں نے اضطراب و بے قراری میں گزاری کہ دیکھئے کل کس کو جھنڈا دیا جاتا ہے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۰۵، غزوہ خیبر)

دوسرے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بڑے اشتیاق کے ساتھ یہ تمنا لے کر حاضر ہوئے کہ یہ اعزاز و شرف ہمیں مل جائے۔

اس لئے کہ جس کو جھنڈا ملے گا اس کے لئے تین بشارتیں ہیں۔ (۱) وہ اللہ و رسول کا محب ہے (۲) وہ اللہ و رسول کا محبوب ہے (۳) خیبر اس کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس روز مجھے بڑی تمنا تھی کہ اے کاش آج مجھے جھنڈا عنایت ہوتا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس موقع کے سوا مجھے کبھی بھی فوج کی سرداری اور افسری کی تمنا نہ تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس نعمتِ عظمیٰ کے لئے ترس رہے تھے۔ (مسلم، ج ۲، ص ۲۷۸)

لیکن صبح کو اچانک یہ صدا لوگوں کے کان میں آئی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ حضور علیہ السلام نے قاصد بھیج کر ان کو بلایا اور ان کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو فوراً ہی انہیں شفا مل گئی کہ گویا ان کی آنکھیں دکھتی ہی نہ تھی۔ پھر تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ جھنڈا اپنے دست مبارک سے جو حضرت ام المومنین حضرت بی بی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق رضی اللہ عنہ کی سیاہ چادر سے تیار کیا گیا تھا وہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں عطا فرمایا۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۲۲۲)

اور ارشاد فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ تم بڑے سکون کے ساتھ جاؤ اور ان یہودیوں کو اسلام کی دعوت دو۔ اور بتاؤ کہ مسلمان ہوجانے کے بعد تم پر فلاں فلاں اللہ تعالیٰ کے حقوق واجب ہیں۔ اللہ کی قسم اگر ایک آدمی بھی تمہاری بدولت اسلام قبول کرلیا تو یہ دولت تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۰۵)

Marfat.com

باب 42:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور مرحب کا مقابلہ

حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے قلعہ قموص کے پاس پہنچ کر یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس دعوت اسلام کے جواب میں اینٹ اور پتھر اور تیر و تلوار سے دیا۔ یہودیوں کا مشہور جنگجو اور شمشیر زن حرث قلعے سے نکلا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا تھوڑی دیر لڑائی ہوئی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جلد ہی اس کو واصل جہنم کر دیا۔ یہ حرث قلعے کے سردار مرحب کا بھائی تھا۔ اپنے بھائی کو خاک و خون میں تڑپتا ہوا دیکھ کر مرحب کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے اوپر نیچے دو زرہیں پہنی اور سر پر انتہائی مضبوط خود رکھا اور تلوار لہراتا ہوا غصہ میں رجز پڑھتا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہنے لگا سارا خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں مکمل طور پر مسلح اور آزمودہ کار پہلوان جب کہ لڑائیاں شعلے مار رہی ہیں۔

بلاشبہ مرحب مانا ہوا جنگجو اور بڑے بڑے بہادر اور شاہ سوار اس کا لوہا مانتے تھے۔

اس نے یہ رجز پڑھی۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اِنِّیْ مَرْحَبُ   شَاكِیْ السَّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ

اور آگے بڑھا حضرت مولا علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں یہ رجز کا شعر پڑھا۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ أُمِّیْ حَيْدَرَةَ   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهُ الْمَنْظَرَةَ

یعنی میری ماں نے میرا نام حیدر کرار رکھا ہے۔ میں جنگلوں کے شیر ہی کی طرح ہیبت ناک ہوں اس کے ساتھ ہی شیرِ خدا نے اس کے سر پر ایسا وار کیا اور یہ وار ہی کافی و شافی ثابت ہوا۔ ذوالفقار حیدری لوہے کے خود کو کاٹتی ہوئی اتری اور مرحب کے سر کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہوئی گزر گئی۔ تلوار کے وار کا تڑاکہ پوری فوج تک سنا گیا مرحب زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ مرحب کی لاش کو زمین پر تڑپتے ہوئے دیکھ کر سب یہودیوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔

چونکہ مرحب قلعہ قموص کا سردار تھا۔ اس لئے اس کے مارے جانے کے بعد کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا البتہ قلعہ قموص کا دروازہ ابھی بند تھا۔ اہل اسلام اس میں داخل ہونے سے ابھی تک محروم تھے۔ یہاں بھی

Marfat.com

قوت حیدری کام آئی اور آپ نے بلند و بالا اور مضبوط دروازے کو پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ اکھاڑ کر دور پھینک دیا۔ یہ دروازہ اتنا بھاری تھا کہ تاریخ کے بقول بعد میں چالیس آدمیوں نے مل کر اٹھانے کی کوشش کی مگر اٹھا نہ سکے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اتنے وزنی دروازے کو کیسے اکھاڑ لیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

قَلَعْتُهٗ بِقُوَّةٍ رَحْمَانِيَّةٍ لَا بِقُوَّةٍ جِسْمَانِيَّةٍ

یعنی میں نے اسے رحمانی قوت سے اکھاڑا تھا نہ کہ جسمانی قوت سے۔

اور یوں یہ ناقابلِ تسخیر قلعہ بھی فتح ہو گیا اور فاتح خیبر کا لقب حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے لئے امر ہو گیا۔ اور حضور غیب دان نبی کریم صادق الوعد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان صداقت کا نشان بن کر فضاؤں میں لہرانے لگا۔

یہ وہ فتح عظیم ہے کہ جس نے پورے جزیرہ عرب میں یہودیوں کی جنگی طاقت کا جنازہ نکال دیا۔ فتح خیبر سے قبل اسلام یہودیوں اور مشرکین کے گٹھ جوڑ سے نزع کی حالت میں تھا۔ لیکن خیبر فتح ہو جانے کے بعد اسلام اس خوفناک نزع سے نکل گیا اور آگے اسلامی فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی مکہ مکرمہ بھی فتح ہو گیا۔ اس لئے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ فاتح خیبر کی ذات سے تمام اسلامی فتوحات کا سلسلہ وابستہ ہے۔

بہر کیف خیبر کا قلعہ قموص بیس دن کے محاصرے اور زبردست معرکہ آرائی کے بعد فتح ہو گیا۔ ان معرکوں میں ترانوے یہودی جہنم رسید ہوئے اور پندرہ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

(زرقانی، ج۲، ص۲۲۸)

فتح خیبر کا انتقام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ

فتح خیبر کے بعد چند دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر ہی میں مقیم رہے اور حضور علیہ السلام نے یہودیوں کو مکمل امن و امان عطا فرمایا۔ مگر اس بد باطن قوم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ مرحب کی بہن زینب نے اس مقصد کے لئے ایک بکری بھونی روسٹ کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ اللہ کے حکم سے گوشت کی بوٹی نے حضور علیہ السلام کو زہر کی خبر دی اور حضور علیہ السلام نے ایک ہی لقمہ کھایا تو اچانک تھوک دیا اور فرمایا اسے مت کھاؤ

Marfat.com

اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فوراً کھانے سے ہاتھ ہٹا لئے مگر ایک صحابی بشیر بن براء رضی اللہ عنہ نے کھالیا اور زہر کے اثر سے ان کی شہادت ہوگئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحب کی بہن زینب کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے اس بکری کے گوشت میں زہر ملایا تھا۔ اس نے بے خوفی سے کہا کہ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے بتایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گوشت کی بوٹی نے زینب نے کہا کہ اس گوشت کی بوٹی نے سچ بتایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو نے ایسی حرکت کیوں کی ہے؟ زینب نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہوئے تو زہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اثر نہیں کرے گا اور اگر جھوٹے نبی ہوئے تو خلق خدا کی جان چھوٹ جائے گی۔

یوں اعلانیہ اور برملا اعتراف جرم کے بعد وہ بڑی سے بڑی سزا کی مستحق تھی مگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معاف فرما دیا اور کوئی سزا نہ دی۔ حضور علیہ السلام کا یہ معجزہ اور حسن سلوک دیکھ کر وہ مسلمان ہوگئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ کی اسی زہر سے وفات ہوگئی تو ان کے قصاص میں زینب کو قتل کیا گیا۔ واللہ اعلم و رسولہ اعلم۔ (بخاری، ج ۲، ص ۲۴۲......مدارج، ج ۲، ص ۲۵۱)

فتح خیبر کے بعد خیبر کی زمینوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ بنو نضیر کی طرح اہلِ خیبر کو بھی جلاوطن کر دیں۔ لیکن یہودیوں نے یہ درخواست کی کہ ہم کو خیبر سے نہ نکالا جائے اور زمین و باغات ہمارے قبضہ میں رہنے دیں۔ ہم یہاں کی پیداوار کا آدھا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے رہیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمالی۔ چنانچہ جب کھجوریں پک جاتی اور غلہ تیار ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیجتے اور وہ کھجوریں اور اناج کو دو برابر حصوں میں تقسیم فرماتے اور یہودیوں سے کہتے کہ اس میں سے جو حصہ تم کو پسند ہے لے لو۔ یہودی اس عدل پر حیران ہو کر کہتے تھے کہ زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے اس بات پر صلح کی تھی کہ ہتھیار سب کے سب مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور جو سامان جانوروں پر لدا ہوا ہے وہ رہنے دیں مگر شرط یہ

Marfat.com

ہے کہ کوئی چیز یہودی مسلمانوں سے نہ چھپائیں۔ مگر اس شرط کے باوجود یہودیوں نے جلاوطنی کے وقت جو سونا اور چاندی بھر کر لائے تھے وہ غائب کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کو بتا دیا کہ وہ تھیلا کہاں ہے۔ چنانچہ وہ تھیلا مسلمانوں نے برآمد کر لیا۔ اس کے بعد چونکہ کنانہ بن ابی الحقیق نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو چھت سے پتھر گرا کر شہید کر دیا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس کو قصاص میں قتل کرا دیا۔ اور ان کی عورتوں کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں میں حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ یہودیوں کے رئیس اعظم حی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ اور ان کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی یہودیوں کا سردار اور رئیس اعظم تھا۔ جب سب قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ ان میں سے ایک لونڈی مجھے عطا فرمایئے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی نظر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر تھی مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گزارش کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ بنوقریظہ اور بنونضیر کی رئیسہ ہے۔ اس لئے سوائے آپ ﷺ کے اور کوئی اس کے لائق نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور فرمایا کہ تم دوسری کوئی لونڈی لے لو اور حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر اس کو اپنے حرم میں نکاح فرمالیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دعوت ولیمہ میں کھجور، گھی اور پنیر کا مالیدہ کھلایا۔ (بخاری، ج ۱، ص ۲۹۸)

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی حبشہ سے واپسی

حضور ﷺ فتح خیبر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حبشہ سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے وہ مدینہ منورہ آ گئے۔

حضور علیہ السلام نے فرط محبت سے ان کی پیشانی چوم لی اور ارشاد فرمایا کہ میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح کی خوشی ہوئی ہے۔ یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی۔ ان لوگوں کو حضور ﷺ نے صاحب الہجرتین یعنی دو ہجرتوں والے کا لقب عطا فرمایا کیونکہ یہ لوگ مکہ مکرمہ سے حبشہ اور حبشہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئے۔ باوجودیکہ یہ لوگ جنگ خیبر میں شامل نہ تھے مگر ان لوگوں کو حضور علیہ السلام نے مالِ غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ عطا فرمایا۔

Marfat.com

باب 43:

خیبر میں چند مسائل کا اعلان

جنگِ خیبر میں حضور علیہ السلام نے چند مسائل کا اعلان فرمایا۔ (۱) پنجہ دار پرندے حرام ہیں۔ (۲) تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ (۳) گدھا اور خچر کو حرام کر دیا گیا۔ (۴) چاندی اور سونے کی خرید و فروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے میں برابر بیچنا ضرور ہے اگر کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا جو حرام ہے۔ (۵) اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں کو ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب استبراء رحم ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ امید سے ہو تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک ماہ ان سے صحبت جائز نہیں۔ اور عورتوں سے متعہ کرنا بھی اسی غزوہ میں حرام کر دیا گیا۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۲۳۴ تا ۲۳۸)

باغ فدک کی صلح

جب خیبر کی ملحقہ آبادیوں اور وادی القری کے معاملہ کی اطلاع ان لوگوں کو ہوئی تو ان لوگوں نے کوئی جنگ نہیں کی۔ بلکہ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں قاصد بھیج کر درخواست کی کہ خیبر اور وادی القری والوں سے جن شرطوں پر صلح کی ہے ان ہی کی طرح معاملہ ہم سے بھی کر لیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی یہ درخواست منظور کر لی۔ اور ان سے صلح ہو گئی۔ لیکن یہاں چونکہ فوج نہیں بھیجی گئی اس لئے اس بستی میں سے مجاہدین کو کوئی حصہ نہیں ملا۔ بلکہ یہ خاص حضور علیہ السلام کی ملکیت قرار پایا۔ انہی زمینوں میں وہ باغ تھا جو باغ فدک کے نام سے مشہور تھا۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس باغ کی آمدنی کا بڑا حصہ غریبوں ناداروں یتیموں و بیواؤں کی امداد و تعاون پر خرچ کیا۔

نبی کریم ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسی باغ فدک کا ازروئے قانون وراثت اپنا حصہ مانگا تھا مگر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انبیاء کرام کی وراثت عام لوگوں کی طرح وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتی۔ یہ حدیث پیش کی کہ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیا کرام کسی کو

Marfat.com

اپنا وارث نہیں بناتے،ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاموش ہو کر چلی گئیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو بیت المال کی ملکیت کر دیا۔

اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اخراجات نکال کر باقی سب کچھ غرباء وفقراء میں تقسیم فرما دیتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ازواجِ مطہرات کا حصہ انہیں دے دیتے تھے اور جو بچ جاتا تھا۔اسے ضرور تمندوں میں بانٹ دیتے تھے۔اس تقسیم پر کسی کو اعتراض نہ ہوا اور نہ ازواج مطہرات کو اور نہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو اعتراض ہوا۔چونکہ یہ تقسیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرماتے رہے اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تقسیم فرماتے رہے۔کیونکہ صدیق کی صداقت کا پاس تھا۔(رضی اللہ عنہ)

عمرۃ القضاء

صلح حدیبیہ میں اہل مکہ کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان آئندہ سال عمرۃ القضاء کے لئے آئیں گے اور سوائے انتہائی ضروری اسلحہ کے کسی قسم کا ہتھیار لے کر مکہ میں داخل نہیں ہوں گے اور عمرے کے لئے صرف تین دن مکہ میں قیام کریں گے اور واپس چلے جائیں گے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے سال پورا ہونے پر ذیقعدہ ۷ھ میں عمرے کا ارادہ ظاہر فرمایا اور کہا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ میں شامل ہوئے تھے وہ ضرور جائیں یہ بھی حکم دیا کہ ہر فرد کو پوری طرح مسلح ہونا چاہیے۔اس حکم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی اور ساتھ ہی عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدے میں تو یہ طے ہو چکا تھا کہ کوئی شخص بھی مکہ میں ہتھیار کے ساتھ داخل نہیں ہوگا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حسب معاہدہ اپنے ہتھیار مکہ سے باہر ہی چھوڑ دیں گے۔لیکن اسلحہ ہماری دسترس میں تو ہونا چاہیے تاکہ اگر دشمن بدعہدی کرے اور ہمیں غیر مسلح دیکھ کر حملہ کر دے تو ہم اپنا دفاع تو کر سکیں۔

سبحان اللہ کیا بصیرت اور کیا فراست ہے اور معاملے کے ہر پہلو پر نگاہ رکھنے کی کیسی حیرت انگیز استعداد اور صلاحیت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روانگی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام مسجد نبوی سے ہی باندھا اور قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ ساتھ لئے۔اور ان کے گلے میں پٹے وغیرہ ڈال دیئے تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چلے کہ یہ ھدی قربانی

Marfat.com

کے جانور ہیں۔

ذوالحلیفہ بیر علی پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں گھڑ سواروں کا ایک دستہ آگے روانہ فرمایا اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بعد میں عازم سفر ہوئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب مرالظہر ان نامی جگہ پر پہنچے تو وہاں کفار مکہ کے چند افراد پہلے سے موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اتنی کثیر تعداد میں اسلحہ کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ان کا ارادہ کیا ہے؟ لڑائی کا یا عمرے کا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اطمینان دلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح نامہ کی شرط کے مطابق بغیر ہتھیاروں کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے۔ یہ سن کر کفار مکہ کی جان میں جان آئی اور وہ واپس جا کر باقی لوگوں کو اطمینان دلایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ ۸ آٹھ میل رہ گیا تو مقام یاجج میں تمام ہتھیاروں کو اس جگہ رکھ دیا اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کو اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے متعین فرمادیا اور اپنے ساتھ ایک ایک تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں رکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کے ساتھ لبیک پڑھتے ہوئے حرم مکہ کی طرف بڑھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاص حرم کعبہ میں داخل ہوئے تو کچھ کفار حسد کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان وشوکت سے حرم میں داخل ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لئے بہت سے کفار مکہ شہر چھوڑ کر چلے گئے تاکہ یہ پریشان کن منظر دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور کچھ کفار مکہ اپنے دارالندوہ کے پاس کھڑے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بادۂ توحید و رسالت سے مست ہونے والے عاشقوں کے طواف کعبہ کا نظارہ کرنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ بیچارے مسلمان بھلا کیا طواف کعبہ کریں گے۔ ان کو مدینہ منورہ کے بخار اور بھوک نے انہیں کیسا لاغر و کمزور کر دیا ہے۔ نبی غیب دان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا اضطباع کرلو یعنی دایاں کندھا ننگا کرلو اور پہلے تین پھیروں میں پہلوانوں کی طرح اکڑ اکڑ کر چلو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو ان کفار مکہ کے سامنے شانوں کو ہلا کر قوت و چستی کا مظاہرہ کرے گا۔

عربی زبان میں اس کو رمل کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک عمرہ کرنے والوں کے لئے یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج تک بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔

Marfat.com

ہر عمرہ کرنے والا طواف کعبہ کے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے گا۔ یہ سنت رسول کریم ﷺ ہے۔ یہ یادگارِ رسول ﷺ ہے۔ (بخاری، ج۱، ص ۲۱۸)

عمرۃ القضاء کے سفر میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ام المؤمنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی فرمایا۔ یہ حضور علیہ السلام کی چچی ام فضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی بہن تھیں۔ عمرۃ القضاء سے واپسی پر جب حضور علیہ السلام مقام سرف میں پہنچے جو موجودہ نواریہ سے تھوڑا آگے مدینہ منورہ روڈ پر ان کو اپنے خیمہ میں رکھ کر اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا۔ اور عجیب اتفاق کہ اس واقعہ کے چوالیس سال کے بعد اسی مقام پر حضرت ام المومنین بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور ان کی قبر مبارک بھی اسی مقام پر برلب سڑک موجود ہے۔

۵۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ مدینے جاتے ہوئے الٹے ہاتھ پر اور مدینہ منورہ سے آتے ہوئے سیدھے ہاتھ پر سڑک کے کنارے یہ مزار مبارک چار دیواری کی صورت میں نظر آرہا ہے۔ جاتے ہوئے بھی سلام محبت پیش کریں اور واپسی پر بھی سلام پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرقد پر کروڑ ہا رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

معاہدے کے مطابق طے شدہ وقت تین دن تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ مکہ والوں کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے تین دن پورے ہوتے ہی مکہ سے روانہ ہو گئے۔ اللہ اکبر ایفائے عہد کا ایسا جانفزا مظاہرہ ہے۔ جبھی تو کفار مکہ یعنی دشمن رسول بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ نیکی اور وعدے کے پاسداری آپ ﷺ کی پہچان ہے۔

Marfat.com

باب 44:

ھجرت کا آٹھواں سال

جنگ موتہ ملک شام میں ایک جگہ کا نام موتہ ہے۔ یہاں آٹھ ہجری میں کفر و اسلام کا وہ عظیم الشان معرکہ ہوا جس میں ایک لاکھ لشکر کفار سے تین ہزار جانثار مسلمانوں نے اپنی جان پر کھیل کر ایسی معرکہ آرائی کی کہ یہ لڑائی تاریخ اسلام میں ایک تاریخی یادگار بن کر قیامت تک باقی رہے گی۔ اور اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی بڑی اور اولوالعزم ہستیاں شرفِ شہادت سے سرفراز ہوئیں۔ اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بصری کے بادشاہ قیصر روم کے نام ایک خط لکھا اور حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ذریعے روانہ فرمایا۔ راستہ میں موتہ کا حکمران شرجیل ایک کمینہ خصلت انسان تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا تھا۔ اسے پتہ چلا کہ اس شہر میں کوئی مسلمان آیا ہے تو اس نے حکم دیا کہ اس مسلمان کو گرفتار کر لیا جائے۔ جب حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر شرجیل کے سامنے پیش کیا گیا تو اس بدبخت نے پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بصری جا رہا ہوں۔

شرجیل نے کہا کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی ہو؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جی ہاں۔ مجھے تاجدارِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بھیجا ہے۔ یہ سن کر شرجیل نے اپنی عداوت و خباثت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حکم دیا کہ قیدی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ظالموں نے بغیر کسی جرم و خطا کے حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو باندھ کر شہید کر دیا۔

یہ خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو آقائے دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد رنج ہوا اور حضور علیہ السلام نے اسی وقت تین ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر ترتیب دیا اور اس کی قیادت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپی مگر ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہو جائے تو کمان جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر لشکر ہوگا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائے تو پھر مسلمانوں کی مرضی پر ہے جسے چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ کسی لشکر کو روانہ کرتے وقت اس طرح کی گفتگو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نہیں فرمائی۔

Marfat.com

اس لئے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی وقت سمجھ گئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خوش نصیبوں کے نام لئے ہیں وہ ضرور مرتبۂ شہادت پر فائز ہوں گے۔ اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ثنیۃ الوداع تک تشریف لائے اور انہیں مندرجہ ذیل عالی شان ہدایات سے نوازا۔ موتہ جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ انکار کریں تو اللہ سے مدد مانگ کران سے مقابلہ کرنا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اسی کے نام پر اسی کی راہ میں کافروں سے لڑنا کسی کو دھوکہ نہ دینا خیانت نہ کرنا بچوں، عورتوں اور بہت زیادہ بوڑھوں اور گرجا نشین پادریوں کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی کے درخت کاٹنا اور نہ کسی کا مکان گرانا۔ اور لشکر کے سپہ سالار کو حکم فرمایا کہ تم ہمارے قاصد حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ میں جانا جہاں اس جان نثار نے ادائے فرض میں اپنی جان دی ہے۔ پہلے وہاں کے کفار کو اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو پھر وہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں ورنہ تم اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے ان سے جہاد کرو۔ جب لشکر چل پڑا تو مسلمانوں کو بلند آواز سے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور کامیاب واپس لائے۔

جب یہ لشکر اسلام مدینہ منورہ سے کچھ دور آگے نکل گیا تو شرجیل کو بھی اطلاع مل گئی اور اس نے مقابلے کے لئے بہت بڑا لشکر تیار کرلیا۔ جو ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ علاوہ ازیں قیصر روم بھی ایک لاکھ لشکر لئے قریب ہی خیمہ زن تھا۔ اس طرح مجموعی طور پر کافروں کے لشکر کی تعداد دو لاکھ سے بھی زائد تھی۔ جبکہ مسلمانوں کی کل تعداد صرف تین ہزار تھی۔ اس نمایاں فرق کو دیکھتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ساری صورت حال سے مطلع کرنا چاہئے۔ پھر جیسے آقا علیہ السلام حکم فرمائیں اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی جذباتی انداز میں فرمایا۔ ہمارا مقصد فتح یا مالِ غنیمت نہیں بلکہ ہمارا مطلوب تو شہادت ہے۔ کیونکہ:

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن　　نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اور یہ مقصد بلند ہر وقت اور ہر حالت میں حاصل ہوسکتا ہے۔ ہم ہمیشہ شہادت کے طلبگار اور مشتاق رہے ہیں۔ اور جہاں تک دشمن کافروں کی عددی برتری کا تعلق ہے تو ہم نے اس سے پہلے جو فتوحات حاصل کی ہیں۔ ان میں بھی تعداد کے لحاظ سے دشمن کا پلہ بھاری رہا مگر ہماری فتح کا دارومدار نہ تو قوت پر ہے اور نہ

Marfat.com

ہی کثرت پر۔ سستی کو چھوڑ دو اور دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ اگر فتح حاصل ہوگئی تب بھی کامیابی ہے اور اگر شہادت نصیب ہوگئی تب بھی کامیابی ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سن کر ہر مجاہد جوش جہاد میں بے خود و مست ہوگیا اور سب کی زبان پر یہی ترانہ تھا کہ:

مجاہدو بڑھتے چلو مجاہدو بڑھتے چلو

آسمان نے اور زمین نے ایسا منظر کہاں دیکھا ہوگا کہ تین ہزار کا مختصر لشکر دو لاکھ سے زائد دشمنوں کے خلاف صف آرا ہو گیا ہو۔ معرکہ آرائی شروع ہوئی تو حضرت زید رضی اللہ عنہ جھنڈا لے کر آگے بڑھے اور شدید لڑائی کے بعد شہید ہو گئے۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا اور وہ بھی دادِ شجاعت دیتے ہوئے حیات جاوداں پا گئے۔

لوگوں نے بیان دیا ہے کہ ہم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی تھی ان کے بدن پر نیزوں اور تلواروں کے نوے سے زائد زخم تھے۔ لیکن کوئی زخم ان کی پیٹھ پر نہ تھا بلکہ سب کے سب زخم سامنے تھے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھالیا اور امیر لشکر کے فرائض سنبھالے اور رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہوئے انتہائی دلیری اور جاں بازی کے ساتھ لڑے۔ کفار کا بے پناہ ہجوم آپ پر ٹوٹ پڑا اور آپ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گرے۔ اور جامِ شہادت سے سیراب ہو گئے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد کردہ تینوں افراد شہید ہو گئے تو مسلمانون نے باہمی مشورے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا سالار بنالیا۔ اس وقت مسلمان چاروں طرف سے نرغے میں آچکے تھے۔ لشکری اپنے تینوں مایہ ناز سپہ سالاروں کی یکے بعد دیگرے شہادت سے گھبرائے ہوئے تھے۔

مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قیادت ملتے ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت اور حریف کو چکرا دینے والی تدبیر نے کافروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور مسلمان گھیرا توڑ کر باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

اس دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایسی بہادری اور شمشیر زنی کا مظاہرہ کیا کہ ان کے ہاتھ سے

Marfat.com

یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ ادھر مدینہ منورہ میں نگاہِ نبوت نے مدینہ منورہ سے میدان جنگ کو دیکھ لیا اور حضور ﷺ کی نگاہوں کے سامنے سے تمام حجابات اٹھ گئے۔ اور تاجدارِ کائنات، غیب دان نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر اس جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان فرما رہے تھے۔ نرگسی آنکھیں اشکبار تھیں اور حضور علیہ السلام فرما رہے تھے۔ اب زید رضی اللہ عنہ لڑ رہا ہے۔ لو وہ شہید ہو گیا۔ اب جعفر رضی اللہ عنہ معرکہ آزما ہے۔ اور اب وہ شہادت پا گیا ہے اور اب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا ہے اب وہ بھی راہِ خدا میں نثار ہو گیا۔ لو اب خالد رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھال لی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا بہترین بندہ ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمادی۔

جب لڑائی ختم ہوئی تو ایک صحابی نبی کریم ﷺ کو حالات سے آگاہ مطلع کرنے کے لئے باقی لشکر سے پہلے مدینہ منورہ پہنچے تو حضور علیہ السلام نے پوچھا کہ وہاں کے حالات تم بیان کرو گے یا میں بتاؤں؟ صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی بیان فرمادیں۔ چنانچہ آقا کریم علیہ السلام نے ایک ایک واقعہ پوری تفصیل سے بتا دیا جسے سن کر وہ صحابی عرض گزار ہوا یا رسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے تمام واقعات حرف بحرف ٹھیک بیان فرمائے ہیں۔ واقعی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

چونکہ اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے تین انتہائی پیارے اور ۹ صحابی شہید ہوئے کل بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس لئے حضور علیہ السلام ان کی جدائی سے بے حد افسردہ ہوئے۔ لیکن تین ہزار جانثاروں نے لاکھوں کے منہ پھیر دیئے۔ یہ ایسا حیرت انگیز کارنامہ تھا کہ جب یہ لشکر واپس آیا تو نبی کریم ﷺ ان کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہترین کارکردگی پر ان کی بہت تعریف فرمائی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ ولید قریش کے معروف سرداروں میں سے ایک تھا وہ تو دولت اسلام سے بہرہ یاب نہ ہو سکا۔ البتہ اس کے بیٹے خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ ۶ھ کو بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے۔

ان کے اسلام لانے سے گلشن اسلام میں ایک نئی بہار آگئی۔ تسخیر عالم کے جذبات تو پہلے ہی اہل

Marfat.com

ایمان کے دلوں میں موجزن تھے۔ مگر خالد رضی اللہ عنہ کے شریک قافلہ ہونے میں مزید شدت وحدت پیدا ہوگئی۔ اس عظیم قائد کی کمان میں مجاہدین نے ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ مشرق ومغرب میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا نام فتح کی ضمانت بن گیا۔ شمشیر زنی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ان کے ہاتھوں میں کئی فولادی تلواری ٹوٹ گئیں مگر ان کے بازوؤں کی توانائیوں میں کوئی کمی نہ آئی۔ بڑے بڑے معرکہ آزما حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام سن کر کانپتے تھے۔

مختصر یہ کہ ان کے مقابلے میں آنے والا شکست کھا گیا مگر ان کو ہر معرکے میں کامیابی حاصل ہوئی اور ان کی پوری زندگی شکست وپسپائی کے داغ سے یکسر پاک وصاف رہی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس غیر معمولی شجاعت کا راز کیا تھا۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ تھی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اپنے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا۔ اسی غیر متزلزل یقین کی کرامت یہ تھی کہ زہر ہلاہل نے آپ پر مطلقا کوئی اثر نہ کیا۔

یہ حیران کن واقعہ جنگ حیرہ میں پیش آیا جب کہ اہل حیرہ کئی دنوں کے محاصرے سے تنگ آ کر صلح پر آمادہ ہوگئے۔

اہل حیرہ کی طرف سے صلح کے مذاکرات کرنے کے لئے جو وفد آیا اس کا قائد عبدالمسیح تھا۔ دوران گفتگو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ عبدالمسیح نے ہاتھ میں ایک پڑیا پکڑی ہوئی ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عبدالمسیح سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ عبدالمسیح نے جواب دیا کہ یہ زود اثر زہر ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس کو کیوں ساتھ لئے پھرتے ہو؟ عبدالمسیح نے جواب دیا اصل میں میری قوم مجھ پر زیادہ اعتماد رکھتی ہے اور مجھے صلح کے لئے بھیجتے وقت ان کو یقین تھا کہ میں صلح کرانے میں کامیاب ہوجاؤں گا۔ میں اپنی قوم کو ٹھیس نہیں پہچانا چاہتا اس لئے یہ زہر ساتھ لایا ہوں تاکہ اگر صلح کی گفتگو ناکام ہوجائے تو میں زہر کھا کر خودکشی کرلوں اور اپنی قوم سے شرمندہ ہوں اور رسوا ہونے سے بچ جاؤں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے یہ فضول کام کیا ہے۔ کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب تک وہ وقت نہ آجائے کوئی شخص مر نہیں سکتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا۔

یعنی کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں مرسکتا اور ہر ایک کی موت کا وقت پہلے سے لکھا جا

Marfat.com

چکا ہے۔اس کے بعد عبدالمسیح سے زہر کی پڑی لی اور

بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْاَرْضِ وَ السَّمَاءِ الَّذِیْ لَایَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

یہ پڑھ کر سب کے سامنے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سارے کا سارا زہر کھا لیا۔عبدالمسیح اس زہر کی ہولناک تیزی سے پوری طرح آگاہ تھا۔اس لئے اس کو یقین تھا کہ مسلمانوں کا سپہ سالار ابھی بے دم ہو کر گر پڑے گا اور مر جائے گا۔مگر جب کافی دیر گزر گئی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو کچھ نہ ہوا تو عبدالمسیح سمیت تمام مذاکراتی جماعت پر دہشت طاری ہو گئی اور وہ لوگ مزید گفتگو کئے بغیر واپس چلے گئے۔عبدالمسیح نے اہل حیرہ کو یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا اور کہا کہ ان لوگوں سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔اس لئے ہمیں چاہئے کہ وہ جو بھی شرائط عائد کریں ان کو بے چون و چرا تسلیم کر لیں اور اپنے آپ کو ہلاکت کو میں نہ ڈالیں۔

سب نے عبدالمسیح کی تائید کی اور مسلمانوں کی عائد کردہ تمام شرائط مان کر صلح کر لی۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی کامیابیوں مین بڑا حصہ ان کی ولولہ انگیز تقاریر کا بھی ہے۔ان کی شعلہ نوائی سے مجاہدین اسلام کے دل جوش و جذبے سے بھر جاتے اور کٹ مرنے کے لئے بے تاب و بے قرار ہو جاتے تھے۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 45:

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو کٹ کر گر پڑے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو فرمایا اے جبریل سونے کے پر جنت سے لے کر جاؤ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بازو کے بدلے دو سونے کے بازو عطا فرمائے ہیں۔ جن سے اڑ کر وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۲۷۴)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ السلام علیک یا ابن ذی الجناحین یعنی اے دو بازوں والے کے صاحبزادے تم پر سلام ہو۔ (بخاری، ج ۲، ص ۶۱۱، غزوہ موتہ)

سریہ الخبط

اس سریہ کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے غزوہ سیف البحر کے نام سے ذکر کیا۔ رجب ۸ ھ میں حضور علیہ السلام نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر پر امیر بنا کر ساحل سمندر کی جانب روانہ فرمایا تا کہ یہ لوگ قبیلہ جہینہ کے کفار کی شرارتوں پر نظر رکھیں۔

اتفاق سے اس لشکر میں خوارک کی اس قدر کمی ہوگئی کہ امیر لشکر مجاہدین کو روزانہ ایک ایک کھجور کھانے کے لئے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کھجوریں بھی ختم ہوگئیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھوک سے بے چین ہو کر درختوں کے پتے کھانے لگے اور یہی وجہ ہے کہ عام طور پر مورخین نے اس سریہ کا نام سریہ الخبط یا جیش الخبط رکھا ہے۔ یہ خبط عربی زبان میں درخت کے پتوں کو کہتے ہیں۔ چونکہ مجاہدین اسلام نے اس سریہ میں درختوں کے پتے کھا کر جان بچائی اس لئے یہ سریہ الخبط کے نام سے مشہور ہو گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو اس سفر میں ایک ماہ تقریباً رہنا پڑا۔ جب بھوک کی شدت سے ہم لوگ درختوں کے پتے کھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے غیب سے ہمارے رزق کا یہ سامان کیا کہ

Marfat.com

سمندر کی موجوں نے ایک اتنی بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی جو ایک پہاڑی کی مانند تھی۔ چنانچہ تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اٹھارہ دنوں تک اس مچھلی کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی اپنے بدنوں پر ملتے رہے۔ اور جب وہاں سے فارغ ہوئے تو اس مچھلی کا گوشت کاٹ کاٹ کر مدینہ منورہ تک لائے اور جب یہ لوگ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے اور حضور علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے رزق کا سامان ہوا تھا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مچھلی کا گوشت طلب فرمایا اور اس میں سے کچھ تناول بھی فرمایا۔ یہ اتنی بڑی مچھلی تھی کہ امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اس کی دو پسلیاں زمین میں گاڑ کر کھڑی کی تو کجاوہ بندھا ہوا اونٹ اس کے اندر سے گزر گیا۔ (بخاری، ج ۲ ص ۶۲۵ ...... زرقانی، ج ۲، ص ۲۸۰، غزوہ سیف البحر)

رمضان المبارک 8 ھجری مطابق جنوری 630ء فتح مکہ مکرمہ

تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت طیبہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے جس کی آب و تاب سے ہر مومن کا دل قیامت تک مسرتوں کا آفتاب روشن رہے گا کیونکہ تاجدارِ دو عالم جان کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یارِ غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا۔

اور مکہ مکرمہ سے نکلتے وقت اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہِ محبت ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے۔ اس بلد امین کو چھوڑنا پڑا تھا۔ آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ ایک فاتح اعظم کی شوکت و شان کا عالم یہ تھا کہ وہ وقت آ گیا تھا کہ اس شہر مقدس کو کفر و شرک کی نجاستوں سے یکسر پاک کر دیا جائے اور اس کے چپے چپے پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و کبریائی کا اعلان کر دیا جائے۔ اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال و جلال سے اللہ کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمانے کا وقت آ گیا۔

مگر اس میں رکاوٹ یہ تھی کہ صلح حدیبیہ میں صلح کا جو معاہدہ ہوا تھا۔ اس کا وقت ابھی باقی تھا۔ معاہدے کی خلاف ورزی اہل ایمان تصور بھی نہیں کرتے تھے۔ مگر اس کا سبب کفار مکہ کی عہد شکنی اور حدیبیہ

Marfat.com

کے صلح نامہ سے غداری ہے اور اپنی حماقت سے خود ہی معاہدہ توڑ دیا۔

قبیلہ بنی بکر اور قبیلہ بنی خزاعہ سے پرانی دشمنی اور عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام سرداروں نے جس میں عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ، اور سہیل بن عمرو وغیرہ نے اعلانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا ہے۔ بے چارے بنی خزاعہ کے آدمی اس خوفناک اور ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور اپنی جان بچانے کے لئے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے۔ قبیلہ بنی بکر کے لوگوں نے تو حرم کعبہ میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم کعبہ کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار نوفل اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم کعبہ میں بھی قبیلہ بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی سے قتل کرتا رہا تھا۔ اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آسکتا۔ چنانچہ درندہ صفت خون خوار انسان نے حرم بیت اللہ شریف کے احترام کو بھی خاک میں ملایا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر قبیلہ بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار مکہ نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں خوب خوب حصہ لیا۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۲۸۴)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریش مکہ نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدے کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ حضور علیہ السلام سے معاہدہ کر کے حضور علیہ السلام کے حلیف بن چکے تھے۔ اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ حقیقتاً یہ حملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا، اس حملہ میں بنی خزاعہ کے ۲۳ آدمی قتل ہو گئے۔ اس قتل و غارت کے بعد قبیلہ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ منورہ بارگاہِ رسالت مآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچے۔ یہی فتح مکہ مکرمہ کی تمہید بنی اور حضور علیہ السلام نے واقعتاً مدد فرمائی۔

حضرت بی بی ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضور علیہ السلام کاشانہ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم ناگہاں حضور علیہ السلام نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ میں حاضر ہوں پھر تین مرتبہ بلند آواز سے یہ فرمایا۔ نصرت نصرت نصرت۔ تمہیں مدد مل گئی۔ جب حضور علیہ السلام وضو فرما کر باہر نکلے تو ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس سے تنہائی میں گفتگو فرما رہے تھے؟ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے میمونہ رضی اللہ عنہا غضب ہو گیا میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی

Marfat.com

بکر اور کفار مکہ نے حملہ کر دیا ہے۔ اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے مجھے پکارا ہے اور مدد طلب کی ہے۔ اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت ام المومنین سیدہ بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے یا چوتھے دن جب حضور علیہ السلام نماز فجر کے لئے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور نماز سے فارغ ہو کر متوجہ ہوئے تو دفعتاً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو پڑھنا شروع کر دیا اور حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی پر درد اور رقت انگیز فریاد کو غور سے سنا۔

سبحان اللہ کیا شان ہے سماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ سینکڑوں میل دور سے فریادیں سن رہے ہیں اور جواب بھی دے رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کا خوب فرمایا ہے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان   کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا   حِلْفَ أَبِيْنَا وَأَبِيْهِ الْأَتْلَدَا
إِنَّ قُرَيْشًا أَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا   وَنَقَضُوْا مِيْثَاقَكَ الْمُوَكَّدَا

یعنی یارب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پرانا عہد یاد دلانا چاہتا ہوں۔ جو ہمارے دادا اور ان کے دادا کے درمیان ہوا تھا۔ بلاشبہ قریش نے وعدے کی خلاف ورزی کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طے ہونے والے مضبوط معاہدے کو توڑ ڈالا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن سالم کو تسلی دی کہ تم فکر نہ کرو۔ ان شاء اللہ تمہاری مکمل امداد کی جائے گی۔ دوسرا وفد بھی آن پہنچا یہ وفد بدیل ابن ورقاء کی قیادت میں فریادی بن کر حاضر ہوا اور جان کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین مکہ کے معاہدہ توڑنے سے آگاہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اہل مکہ سے اس بارے میں ضرور باز پرس کروں گا اور ان سے کہوں گا کہ یا تو وہ قبیلہ بنی خزاعہ کے تمام مقتولوں کی دیت ادا کریں۔ یا قبیلہ بنی بکر کی امداد سے مکمل طور پر دستکش ہو جائیں تا کہ ہم خود بنی بکر سے براہِ راست جواب طلبی کر سکیں۔

اگر یہ دونوں باتیں انہیں منظور نہ ہوں تو پھر ہم بھی اس معاہدے کی پابندی سے آزاد ہوں گے۔ حضور علیہ السلام نے حسب وعدہ اپنا قاصد مکہ مکرمہ بھیجا تو قاصد نے مندرجہ بالا صورتیں اہل مکہ مکرمہ کے سامنے

Marfat.com

بیان کیں تو اہل مکہ مکرمہ غصے میں آ گئے، اور کہنے لگے کہ ہم نہ تو دیت دیں گے اور نہ ہی قبیلہ بنی بکر کا ساتھ چھوڑیں گے۔ اگر اس وجہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی معاہدہ ختم کرنا چاہتے ہیں تو ان کی مرضی۔

اس وقت تو جوش میں آ کر اہل مکہ مکرمہ یہ متکبرانہ جواب دے بیٹھے مگر قاصد کے جانے کے بعد انہیں احساس ہوا کہ ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ لشکر جرار لے کر ہم پر چڑھائی کر دی تو پھر ہم کیا کریں گے؟ بڑی سوچ بچار کے بعد آخر انہوں نے سوچا کہ اب معافی تلافی کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ابوسفیان کو مدینہ منورہ بھیجا جائے اور وہ کوشش کریں کہ معاہدہ کی تجدید ہو جائے۔ ابوسفیان کے انتخاب کی وجہ غالباً یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرون خانہ تک رسائی حاصل تھی کیونکہ ابوسفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور ام المومنین تھیں۔ ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچا اور سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا اور بیٹھنے لگا تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً وہ بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان بیٹی کے اس اقدام پر حیرت ہوئی اور پوچھا اے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تم نے مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھا یا بستر کو میرے شایانِ شان نہیں سمجھتی ہو؟

حضرت ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا اے ابا جان یہ بستر اللہ کے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپ مشرک ہونے کی وجہ سے نجس ہیں پلید ہیں۔ پھر میں آپ کو اس پاک بستر پر بیٹھنے کی اجازت کیسے دے سکتی ہوں؟ ابوسفیان نے کہا مجھ سے جدائی کے بعد تم بہت بڑی برائی میں مبتلا ہو گئی ہو۔ نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت ایمان سے نوازا ہے اور مجھے مشرف باسلام ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ ابا جان آپ بھی ذرا سوچئے تو سہی کہ آپ قریش کے اتنے بڑے سردار ہیں اور پتھر کے بتوں کو پوجتے ہیں جو نہ سنتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں۔ اور کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر ہیں۔ افسوس ہے آپ پر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ رویہ دیکھ کر ابوسفیان ان کی طرف سے مایوس ہو گیا اور اٹھ کر نبی کریم علیہ السلام کے پاس چلا گیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی باتوں پر توجہ نہ دی اور اس کی کسی بات کا جواب نہ دیا۔ یہاں سے ناامید ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یکے بعد دیگرے انتہائی عاجزی سے التجا کی کہ آپ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں میری سفارش کرو اور انہیں تجدید معاہدہ پر آمادہ کرنے کی

Marfat.com

کوشش کریں۔ مگر کسی نے توجہ نہ دی اور نہ حامی بھری بلکہ بعض نے تو سختی سے جھڑک دیا۔ مجبوراً ابوسفیان نامراد واپس مکہ مکرمہ آ گیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری تو اسی وقت کر لی تھی جب قبیلہ بنی خزاعہ نے مدد مانگی تھی۔ حضور علیہ السلام نے ان کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن اس بات کو مخفی رکھا گیا۔ تاکہ اہل مکہ مکرمہ ہمارے عزائم سے آگاہ نہ ہو سکیں۔ مزید احتیاط کے طور پر مکہ مکرمہ جانے اور آنے والے راستوں پر پہرہ بھی بٹھا دیا۔

تاکہ یہودی اور منافقین و مشرکین مکہ والوں کو اطلاع نہ پہنچا سکیں۔ اس غزوہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصی اہتمام فرمایا جو عرب قبائل اسلام لا چکے تھے۔ ان کی طرف قاصد بھیج کر غزوے میں شرکت کے لئے بلایا ان کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی تھی؟ کہ نبی کریم علیہ السلام کی ہمرکابی میں جہاد کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ قبائل کے مختلف قافلے جوق در جوق آنے لگے۔

نبی کائنات تاجدار کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے ۱۲ ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاقاً رمضان المبارک کا ماہ مقدس تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روزہ دار تھے جب حضور علیہ السلام مقام قدید میں پہنچے تو آقا علیہ السلام نے پانی مانگا اور سواری پر بیٹھے ہوئے پورے لشکر کو دکھا کر نبی کریم علیہ السلام نے دن میں پانی نوش فرمایا اور سب کو روزہ چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سفر اور جہاد میں ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا موقوف کر دیا۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۱۳ ...... زرقانی، ج ۲، ص ۳۰۰ ...... سیرۃ ابن ہشام: ج ۲، ص ۴۰۰)

---------✿✿✿---------

Marfat.com

باب 46:

دخولِ مکہ مکرمہ کا دلکش منظر

تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم دستگیرِ زماں فخرِ آدم و بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ رحمۃ للعالمین ﷺ نے مکہ مکرمہ کی سرزمین میں نزول اجلال فرمایا اور حکم دیا میرا جھنڈا مقام حجون جنت معلیٰ کے قریب گاڑ دو اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ فوجوں کے ساتھ مکہ مکرمہ کے بالائی حصہ یعنی کدی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں۔

نبی کریم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کی سرزمین میں قدم مبارک رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری فرمایا کہ جس کے لفظ، لفظ میں رحمتوں کے دریا موجیں مار رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص ہتھیار ڈالے گا اس کے لئے امان ہے۔ اور جو شخص اپنے دروازے بند کرے گا اس کے لئے بھی امان ہے اور جو بیت اللہ شریف میں داخل ہو جائے گا اس کے لئے بھی امان ہے اور جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے بھی امان ہے۔ حضور علیہ السلام جب فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے لگے تو حضور علیہ السلام اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے اور سیاہ رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔

حضور علیہ السلام کے ایک طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تھے۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ساتھ تھے۔ حضور علیہ السلام کے چاروں طرف جوش میں بھرا ہوا اور ہتھیاروں سے سجا ہوا لشکر تھا۔ آج فتح و نصرت کا دن ہے۔ آج کا دن رحمت کا دن ہے۔ آج بیت اللہ شریف کی تعظیم و توقیر بڑھانے کا دن ہے۔ آج شان و شوکت کا دن ہے۔ آج کامیابی و کامرانی کا دن ہے۔

ایسے میں عموماً سر فخر سے بلند ہو جاتے ہیں۔ گردنیں احساس برتری سے تن جاتی ہیں اور سینے شادمانی سے پھول جاتے ہیں۔ اللہ اکبر کیا شان ہے تاجدارِ کائنات ﷺ کے انکسار و تواضع کی کہ جب حضور علیہ السلام کی اونٹنی مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی تو نبی کریم ﷺ اس قدر سر جھکائے ہوئے تھے گویا حضور علیہ السلام سواری کی حالت میں سربسجود تھے۔

نبی کریم علیہ السلام کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اور

Marfat.com

قَضَاءُ اللّٰہِ خَیْرٌ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں نبی کریم علیہ السلام کے لئے ایک مناسب مقام پر خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد اس میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر آرام فرمایا پھر غسل کیا اور تیار ہو کر باہر تشریف لائے۔ خیمہ کے سامنے ہزاروں جانثار باادب اور خاموش کھڑے تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے خیمہ کے باہر حضور علیہ السلام کی اونٹنی قصوا کی مہار تھام لی۔ حضور علیہ السلام اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ اور سوئے بیت اللہ شریف چل پڑے اور پیچھے پیچھے ہزاروں کا لشکر لہریں مارتا ہوا سمندر کی موجوں کی طرح رواں دواں ہو گیا۔ مسجد الرایہ والی جگہ پر فتح کا جھنڈا گاڑ دیا گیا۔ پھر حضور علیہ السلام اپنی قصوا اونٹنی پر سوار ہو کر اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھا کر مسجد حرام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور کعبہ کے کلید بردار یعنی جس کے پاس کعبہ معظمہ کی چابی عثمان بن طلحہ بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور کعبہ کا طواف شروع کیا اور پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا اور طواف شروع کر دیا۔ یہ انقلاب زمانہ کی ایک حیرت انگیز مثال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کا لقب بُت شکن تھا ان کی یادگار بیت اللہ شریف کے اندر تین سو ساٹھ بتوں کی قطار تھی۔ فاتح مکہ سرور کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جانشین جلیل ہونے کی حیثیت سے فرض اولین تھا کہ یادگار خلیل اللہ علیہ السلام کو بتوں کی نجاست وگندی آلائشوں سے پاک کریں۔ نبی کریم علیہ السلام کا اعجاز دیکھئے کہ طواف کعبہ کے دوران ہاتھ میں ایک چھڑی پکڑ رکھی تھی۔ جونہی حضور علیہ السلام کسی بت کے سامنے سے گزرتے تو یہ آیت پڑھتے ہوئے

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

اس چھڑی کی نوک سے ہلکا سا دھکا دیتے تو بت دھڑام سے گر جاتا تھا۔ اور حضور علیہ السلام آیت تلاوت فرماتے جاتے تھے۔ یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔ (بخاری، ج ۲، ص ۶۱۴)

طواف کعبہ ختم ہونے تک تمام معبودان باطلہ کا صفایا ہو چکا تھا۔ اور بتوں کے ادھر ادھر بکھرے ہوئے شکستہ ڈھانچے ان کی بے بسی اور بے کسی کا عبرت ناک نظارا پیش کر رہے تھے۔ جب تمام بتوں سے کعبہ معظمہ پاک ہو گیا ادھر طواف بھی مکمل ہو گیا تو حضور علیہ السلام کعبہ معظمہ کے اندر تشریف لے گئے۔ حضور علیہ السلام حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے اندر تشریف

Marfat.com

لے گئے اور بیت اللہ شریف کے تمام گوشوں میں تکبیر پڑھی اور دو رکعت نماز بھی ادا فرمائی اور اس کے بعد باہر تشریف لائے تو عثمان بن طلحہ کو بلایا اور فرمایا یہ لو کعبہ کی کنجی اور ارشاد فرمایا

خُذُوْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزَعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ

یعنی یہ لو کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم لوگوں میں رہے گی یہ کنجی تم سے وہ ہی چھینے گا جو ظالم ہوگا۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۳۴۹)

حضور علیہ السلام نے مقام ابراہیم پر نفل پڑھے اور زم زم کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پانی کا ڈول نکالا اور آقا علیہ السلام کو پیش فرمایا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر زم زم نوش فرمایا۔ اور کچھ زم زم ہاتھوں پر ملا اور چہرے اقدس پر ڈالا۔ حضور علیہ السلام کے ہاتھوں اور چہرے سے ٹپکنے والے پانی کے قطرے حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر اہل مکہ بہت حیران ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم و تکریم آج تک نہ دیکھی اور نہ سنی ہے۔

کعبہ کے اندر اور باہر تمام بت ٹوٹ چکے تھے۔ لیکن ایک بڑا بت کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ وہ ابھی تک باقی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھتا ہوں حضور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کندے پر کھڑے ہو جائیں۔ میرے آقا نعمت تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم نبوت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ بہرکیف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درخواست پر حضور علیہ السلام نے فرمایا اچھا علی رضی اللہ عنہ بیٹھ جاؤ۔ حسب ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کندھوں پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ اٹھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھنے کی کوشش کی مگر نہ اٹھ سکے۔ پھر آپ نے اپنی پوری طاقت سے اٹھنا چاہا مگر اٹھنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اب حضور سید عالم نور مجسم تاجدار کون و مکان خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ میں بیٹھتا ہوں تو میرے کندھوں پر کھڑا ہو جا اور کعبے پر چڑھ جا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے شانوں پر کھڑے ہوئے تو حضور علیہ السلام اٹھ کھڑے ہو گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ کو ایسا عروج نصیب ہوا کہ میں سمجھتا تھا کہ اگر میں افق کو چھونا چاہوں تو باسانی چھو سکتا ہوں۔ چنانچہ میں آسانی سے کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا اور اس بت کو گرانے

Marfat.com

کی کوشش کی اگرچہ یہ بت بہت مضبوطی سے جما ہوا تھا اور بھاری زنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے میں اس کو اپنی جگہ سے ہلانے میں کامیاب ہوگیا۔ آخر بت اکھڑ گیا اور میں نے دھکا دے کر اس کو نیچے گرادیا۔ اس طرح آخری بت بھی پاش پاش ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کا گھر بتوں کی آلودگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک ہوگیا۔

یہاں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یارِ غار و مزار کی فضیلت اس لحاظ سے ہے کہ وہ کوئی بہت زیادہ قوی اور توانا شخص نہیں تھے۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے شبِ ہجرت حضور علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور غارِ ثور تک لے گئے۔ جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انتہائی طاقت ور ہونے کے باوجود حضور علیہ السلام کو اٹھانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بارِ نبوت اٹھانے کی صلاحیت بہ نسبت حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے کہیں زیادہ تھی۔

<u>نوٹ:</u> عثمان بن طلحہ جن کے پاس کعبے کی کنجی تھی۔ حضور علیہ السلام کعبہ کے اندر جانا چاہتے تھے مگر عثمان بن طلحہ نے حضور علیہ السلام کو کعبے کے اندر جانے سے روک دیا۔ حضور علیہ السلام نے بڑے اعتماد اور یقین سے فرمایا عثمان بن طلحہ عنقریب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کعبہ کی یہ چابی جو آج تیرے ہاتھ میں ہے۔ ایک دن میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اسے دوں گا۔ عثمان بن طلحہ نے جواب دیا اگر ایسا ہوا تو یہ قریش مکہ کی ہلاکت اور ذلت ورسوائی کا دن ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں بلکہ قریش مکہ کی سربلندی اور عزت کا دن ہوگا۔ عثمان بن طلحہ کہتا ہے کہ جب مکہ فتح ہوگیا تو میں چابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرکے واپس مڑنے لگا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا اے عثمان بن طلحہ میری وہ بات پوری ہوگئی کہ نہیں؟ چنانچہ عثمان بن طلحہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات پوری ہوگئی اور حرف بحرف پوری ہوئی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ چابی لے لو یہ اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تیرے گھرانے میں رہے گی اور کوئی ظالم ہی اس کو تمہارے خاندان سے چھیننے کی کوشش کرے گا۔

Marfat.com

باب 47:

اذان کعبے کی چھت پر

جب نماز کا وقت آیا تو تاجدارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کعبے کی چھت پر چڑھ گئے اور چاروں طرف نظر دوڑائی اور اپنے مقدر پر ناز کرنے لگے اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی۔ اے دستگیرِ زماں اے والضحیٰ کے چہرے والے آقا میں مدینہ منورہ میں اذان دیتا رہا ہوں اور رُخ قبلہ کی طرف کر کے اذان دی ہے۔ راستے میں اذان دی تو رخ کعبے کی طرف یا رسول اللہ ﷺ اب حضور آپ ﷺ نے مجھے کعبے کی چھت پر چڑھا دیا ہے۔ اب رخ کس طرف کر کے اذان دوں۔ حضور سیدِ عالم ﷺ عرب کے جھومر مسکرائے اور فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے ہو کہ مدینہ منورہ میں اذان دی تو رخ تھا کعبہ کی طرف راستے میں اذانیں دیں تو رخ تھا کعبہ کی طرف اے بلال جس رسول ﷺ نے تمہیں کعبہ کی چھت پر چڑھایا ہے اس محبوب دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے اذان پڑھو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے کانوں پر ہاتھ رکھے اور پڑھا اللہ اکبر اللہ اکبر کی ایمان افروز صدا بلند ہوئی تو حرم پاک بیت اللہ شریف کے در و دیوار پر ایمانی زندگی کے آثار نمودار ہو گئے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت علامہ مولانا محمد الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو   کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کعبے کے بھی کعبہ ہیں۔ آج مکہ والے بارہ ہزار مہاجرین اور انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔ ہماری بوٹیاں چیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی۔ اور مہاجرین و انصار کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچوں کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گے اور ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گے۔ ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ دہشت و ڈر سے ان کے بدن کانپ رہے تھے دل دھڑک

Marfat.com

رہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نگاہِ رحمت ان پاپیوں کی طرف اٹھی اور فرمایا بولو تمہیں کچھ معلوم ہے کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں۔

سب کی نگاہیں جھک گئیں اور اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال پر مجرموں کے حواس باختہ ہو گئے اور کانپ اٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر سب کی للچائی ہوئی نظریں جمالِ محمدی ﷺ کا منہ دیکھ رہی تھیں۔ کہ ایک دم رحمت عالم فاتح مکہ نے اپنے کریمانہ لب و لہجے میں ارشاد فرمایا:

لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فَاذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۳۸۸)

بالکل غیر متوقع طور پر ایک دم اچانک یہ فرمانِ رسول ﷺ سن کر سب مجرموں کی آنکھیں فرطِ ندامت سے اشکبار ہو گئیں اور ان کے دلوں کی گہرائیوں سے جذبات شکر کے آثار آنسوؤں کی دھار بن کر ان کے رخسار پر مچلنے لگے اور کفار مکہ کی زبانوں پر لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے نعروں سے کعبۃ اللہ کے در و دیوار پر ہر طرف انوار کی بارش ہونے لگی۔

ناگہاں بالکل ہی اچانک اور دفعۃً ایک عجیب انقلاب برپا ہو گیا کہ سماں ہی بدل گیا فضا ہی پلٹ گئی اور ایک دم ایسا محسوس ہونے لگا کہ:

جہاں تاریک تھا ظلمت کدہ تھا سخت کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

کفار مکہ نے مہاجرین کی جائیدادوں، مکانوں، دکانوں، زمینوں پر غاصبانہ قبضہ جما لیا تھا۔ اب وقت تھا کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دلائے جاتے لیکن شہنشاہِ کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی کل جائیدادیں خوشی خوشی مکہ والوں کو ہبہ کر دیں۔

اللہ اکبر

اے اقوام عالم کی تاریخی داستانوں کو پڑھنے والو بتاؤ تو ذرا کیا دنیا کے فاتح کی کتابِ زندگی میں کوئی ایسا حسین و زریں ورق ہے؟ اے زمین و آسمان بول کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا فاتح گزرا ہے؟ جس نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسا حسن سلوک کیا ہو؟ اے امریکہ کی چمکتی ہوئی دوربین نگاہو کیا تم نے اس دھرتی پر

Marfat.com

برس ہا برس کی گردش لیل ونہار میں کوئی ایسا تاجدار دیکھا ہے۔

تم برطانیہ وفرانس اور یورپ والے اس کے سوا کیا کہو گے؟ کہ یہ تاجدار کائنات جان دو عالم دستگیر زمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال وجلال کا وہ بے مثال ولاجواب شاہکار ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے لئے اس کا تصور کرنا بھی محال ہے۔ اس لئے ہم مسلمان تمام دنیا کو چیلنج کے ساتھ دعوتِ اسلام دیتے ہیں کہ آؤ اسلام کا نظارہ کرو۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے — رفعت شان ورفعنا لک ذکرک دیکھے

مکہ مکرمہ میں جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ

فتح مکہ مکرمہ کے دن حضور سیدِ عالم جانِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا: جس میں حرم کعبہ کے احکام اور آداب کی تعلیم دی کہ حرم میں کسی کا خون بہانا جانوروں کو مارنا شکار کرنا درخت کاٹنا گھاس کاٹنا حرام ہے اور ایک ساعت کے لئے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حرم میں جنگ کرنے کی اجازت پھر قیامت تک کے لئے کسی کو حرم میں جنگ کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم بنا دیا ہے۔ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس شہر میں خونریزی حلال کی گئی اور نہ میرے بعد قیامت تک کسی کے لئے حلال کی جائے گی۔ (بخاری، ج۲ص ۶۱۷)

انصار مدینہ کو فراق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انصار مدینہ نے قریش مکہ کے ساتھ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کریمانہ حسن سلوک کو دیکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں تک مکہ مکرمہ میں ٹھہر گئے تو انصار مدینہ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم اور وطن کی محبت غالب آگئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ میں اقامت فرمالیں۔ اور ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہو جائیں۔ جب نبی کریم علیہ السلام کو انصار مدینہ کے اس خیال کی اطلاع ملی تو آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ

یعنی اب ہماری زندگی اور وفات تمہارے ہی ساتھ ہے۔ یہ سن کر فرطِ محبت سے انصارِ مدینہ کی

Marfat.com

آنکھوں میں خوشی کے آنسو نکل آئے۔ اور سب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں نے جو کچھ دل میں خیال کیا یا زبان سے کہا اس کا سبب حضور علیہ السلام کی ذاتِ مقدسہ کے ساتھ ہمارا جذبہ عشق ہے کیونکہ حضور سید عالم جان کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا تصور ہمارے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔

(زرقانی، ج ۲، ص ۳۲۳..... سیرت ابن ہشام، ج ۲، ص ۴۱۶)

دوسرا خطبہ

حضور علیہ السلام نے خطاب شروع فرمایا پہلے حمد الٰہی کی اور پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے رسول اور بندے کی مدد فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں۔ ان میں سے ایک معروف معجزہ یہ بھی ہے کہ سامعین کی تعداد خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، دور اور نزدیک والے سبھی لوگوں کو حضور علیہ السلام کی آواز برابر واضح اور صاف سنائی دیتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے لوگو سن لو کہ جن چیزوں پر تم فخر کیا کرتے تھے اور نسل در نسل انتقام اور خون بہا کا سلسلہ جاری رکھا کرتے تھے۔ وہ سب کچھ میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ البتہ کعبہ کی دیکھ بھال اور حاجیوں کو زم زم پلانا یہ اعزاز آئندہ بھی برقرار رہے گا۔

سید عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا اے قوم قریش اور قرب و جوار میں رہنے والو! جاہلیت کا غرور اور نسب کی بنا پر فخر و بڑائی اور برتری کے دعوے اللہ تعالیٰ نے باطل قرار دے دیئے ہیں۔ سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تعارف میں آسانی ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم و خبر رکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ نے شراب کی خرید و فروخت حرام قرار دے دی ہے۔

اے لوگو اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو ابتدائے آفرینش سے حرم بنایا ہے اور قیامت تک یہ حرم ہی رہے گا۔ کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ یہاں لڑائی کرے یا یہاں کے درختوں کو کاٹے۔ اگر کوئی یہاں جنگ کرنا چاہے اور دلیل یہ پیش کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں لڑائی کی تھی تو اس کو یہ جواب دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اجازت دے دی تھی اور وہ بھی صرف دن کے چند لمحات کے لئے۔ جب کہ کسی کو یہ اجازت

Marfat.com

نہیں ہے۔اب یہ ہمیشہ کے لئے اسی طرح حرم ہے۔ جیسا کہ شروع سے چلا آرہا ہے۔ جولوگ یہاں موجود و حاضر ہیں انہیں چاہئے کہ میری باتوں کوان تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

تاجدارِ کائنات کی وضاحت

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور اگرچہ انہوں نے ان سازشوں میں کبھی حصہ نہیں لیا تھا جو مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیا کرتے تھے۔ تاہم وہ دولت ایمان سے ابھی تک بہرہ ور نہیں ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے وقت وہ اتنے ضعیف العمر تھے کہ بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر گئے اور والد صاحب کا ہاتھ تھامے بارگاہِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرے والد ابوقحافہ ہیں۔ نبی رحمت دستگیر زماں صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بڑھاپے اور ناتوانی کو دیکھا تو فرمایا۔اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اتنے بڑے بزرگ بوڑھے آدمی کو میرے پاس لانے کے بجائے اگر مجھے کہا ہوتا تو میں خود تمہارے گھر تیرے ساتھ چلا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرے والد کا حق بنتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔

نبی کریم رحمت عالم نور مجسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقحافہ کے سینے پر دستِ مبارک رکھا اور ان سے فرمایا اَسْلِمْ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ ابوقحافہ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ یہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب ہیں جن کی چار پشتیں صحابیت کے اعزاز سے سرفراز ہیں۔

ان میں سے ایک حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں اور ان کے بیٹے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی پہلے صحابی ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد اور اولاد کی اولاد اس شرف سے مشرف ہے بلکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی تو صحابیت سے بھی بلند مقام پر فائز ہیں۔ یعنی حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا جو زوجہ رسول ہیں اور ام المومنین ہیں۔

بیعت اسلام

حضور اکرم تاجدارِ عرب وعجم دستگیر زمان جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کے نیچے ایک بلند مقام پر تشریف فرما ہوئے اور لوگ جوق در جوق آکر حضور علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر اسلام کی بیعت

Marfat.com

کرنے لگے۔ جب مردوں کی بیعت ختم ہوئی تو عورتوں کی باری آئی تو حضور علیہ السلام نے ہر بیعت کرنے والی عورت سے جب وہ تمام شرائط کا اقرار کرا لیتے تو پھر حضور علیہ السلام اس عورت سے فرما دیتے تھے کہ قَدْ بَایَعْتُكِ میں نے تجھ سے بیعت لے لی۔ حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم حضور علیہ السلام نے بیعت لیتے وقت کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا صرف کلام ہی سے بیعت فرما لیتے تھے۔

(بخاری شریف، کتاب الشروط، ج ۱، ص ۳۷۵)

دوسری روایت میں ہے کہ عورتوں کی بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پانی کا بھرا ہوا برتن رکھا تھا۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک پانی میں ڈبوتے پھر عورتیں اپنے ہاتھ ڈبوتیں اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں سے توحید و رسالت اور سمع و اطاعت کا عہد لیتے اور یوں بیعت مکمل ہو جاتی۔

نوٹ: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ ان دونوں کے بارے میں بدگمانی یا بے ادبی یا ان دونوں کی شان میں گستاخی یہ روافض یعنی شیعہ کا طریقہ ہے۔

ہم چونکہ اہل سنت و جماعت ہیں ہمارے نزدیک ان دونوں کا شمار صحابہ اور صحابیت کی فہرست میں ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا۔ (رضی اللہ عنہما)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس طرح بانی کعبہ معظمہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے جانشین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مورث اعلیٰ کے مشن کو مکمل فرما دیا اور درحقیقت فتح مکہ کا سب سے بڑا یہی مقصد تھا کہ شرک و بدعت اور بت پرستی کا خاتمہ اور توحید الٰہی کا بول بالا ہو جائے۔ چنانچہ یہ عظیم مقصد بحمدہ تعالیٰ بدرجہ اتم حاصل ہو گیا کہ:

نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا — کملی والا آ گیا تھاں تھاں سویرا ہو گیا

حضور علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کا نظم و نسق اور انتظام چلانے کے لئے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور فرمایا کہ وہ نومسلمانوں کو دین اسلام کے مسائل اور احکام کی تعلیم دیتے رہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۳۲۴)

حفیظ نے کیا خوب کہا ہے:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم زورِ معبودانِ باطل توڑنے والا — محمد صلی اللہ علیہ وسلم آدمی کا حق سے رشتہ جوڑنے والا

Marfat.com

باب 48:

جنگ حنین

حنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جنگ کا دوسرا نام غزوہ ہوازن بھی ہے۔ اس لئے کہ اس لڑائی میں قبیلہ بنی ہوازن سے مقابلہ ہوا تھا۔

فتح مکہ کے پندرہ دن بعد اطلاع ملی کہ مکہ کے جنوب مشرقی پہاڑوں میں قبیلہ بنی ہوازن اور اس کے حلیف جمع ہو کر مکہ مکرمہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ خیال تھا کہ جس طرح مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے بتوں کو مٹا دیا ہے۔ مسلمان ہم پر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان پر حملہ کر دیں۔ قبیلہ ہوازن نے قبیلہ بنو ثقیف کو بھی ساتھ ملا لیا۔ ان کا سردار مالک بن عوف تھا۔ اس نے اپنے مال مویشی اور بیوی بچوں سبھی کو ہمراہ لے آیا۔ بوڑھے درید بن صمہ نے مالک بن عوف سے پوچھا مال مویشیوں اور بیوی بچوں کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ مالک بن عوف نے جواب دیا تاکہ بہادر جنگ میں پسپا نہ ہوں بلکہ ان سب کو سامنے دیکھ کر بہادری سے لڑیں۔ درید بن صمہ نے کہا فوج کے اکھڑے قدم یہ چیزیں جما نہیں سکتے۔ ایسے موقع پر صرف فوج اور تیر و تلوار کام آسکتے ہیں۔ لہٰذا ان کو یہاں سے واپس بھیج دو۔ ورنہ ندامت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ مالک بن عوف اور اس کے ساتھیوں نے بوڑھے درید بن صمہ کی تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ درید بن صمہ نے اپنی ساری زندگی کے تجربے کے مطابق ایسے لشکر کا حشر دیکھا ہوا تھا۔ جب بوڑھے کی تجویز پر کسی نے توجہ نہ دی تو بوڑھا درید بن صمہ خاموش ہو گیا۔ مالک بن عوف نے حنین کی پہاڑی کے تنگ دروں کے اوپر اپنی فوج کو متعین کر دیا۔ مالک بن عوف سپہ سالار ہے اور سو برس کا بوڑھا درید بن صمہ جو عرب کا بہادر اور مشہور شاعر تھا بطور مشیر میدان جنگ میں لایا گیا۔

حضور سید عالم ﷺ نے بھی شوال ۸ھ میں بارہ ہزار کا لشکر جمع فرمایا۔ حضور علیہ السلام اس لشکر کو ساتھ لے کر اس شان و شوکت کے ساتھ جنگ حنین کی طرف رخ کیا کہ اسلامی فوج کی کثرت اور اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آج بھلا ہم پر کون غالب ہو سکتا ہے؟ جیسے اسلامی فوج کا دستہ حنین کی تنگ گھاٹی میں داخل ہوئے تو مالک بن عوف کے فوجیوں نے مسلمانوں پر تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ

Marfat.com

کردی۔ مسلمان اس اچانک حملے سے گھبرا گئے اور بھاگنے لگے۔ حضور تاجدارِ عالم ﷺ نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو چند جانثاروں کے سوا سب آگے پیچھے ہو گئے۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ لشکر بھاگنے پر مجبور تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول اللہ ﷺ کے پائے استقلال میں بال برابر بھی فرق نہ آیا۔ بلکہ حضور علیہ السلام پہاڑ کی طرح مضبوطی سے ڈٹے رہے اور اپنی سواری پر آگے بڑھتے رہے اور حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ — اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں سچا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور کچھ پڑھ کر کفار کی طرف پھینکیں اور یہ کنکریاں کافروں کی آنکھوں میں پڑیں۔ ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میدان میں ڈٹے ہوئے تھے اس معرکے میں ان کے جسم پر تقریباً بیس زخم آئے۔

مسلمانوں کے قدم دوبارہ جم گئے۔ اور جلد ہی ہوازن اور ثقیف حنین سے فرار ہونے لگے۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا بھی کافی نقصان ہوا۔ اور کافروں نے مال و اسباب چھوڑا اور بھاگنے لگے۔ مسلمانوں کے ہاتھ ۲۲۰۰ دو ہزار دو سو اونٹ اور چار ہزار بکریاں اور چھ ہزار عورتیں اور بچے آئے اور چالیس ہزار اوقیہ چاندی آئی۔

کفار کا پیچھا کیا گیا اور طاؤس کے مقام پر انہیں گھیر لیا گیا۔ مالک بن عوف طائف میں روپوش ہو گیا اور درید بن صمہ مارا گیا۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے مدد و نصرت فرمائی۔

غزوۂ طائف

یہ وہی طائف ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے ذہن میں وہ اندوناک منظر تازہ ہو جاتا ہے کہ جب طائف کے شریر لڑکوں نے حضور علیہ السلام پر پتھر برسانے لگے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام کے مقدس پاؤں زخموں سے لہولہان ہو گئے اور حضور علیہ السلام کے شفاف اور حریری جسم مقدس سے خون کی دھاریں بہہ رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر اللہ تعالیٰ جبریل امین علیہ السلام کو بھیجا اور سلام پیش کیا۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے طائف والوں کا جواب سن لیا ہے اور مجھے حضور علیہ السلام کی

Marfat.com

خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ ﷺ جو چاہیں مجھے حکم دیں میں حکم بجا لاؤں گا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں ان دونوں پہاڑوں کو ان کفارِ طائف پر الٹ دوں تو میں الٹ دیتا ہوں یہ پہاڑ ان کافروں کو ملیا میٹ کر دیں گے ۔ یہ سن کر رحمت عالم ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ ان کی نسلوں سے اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور شرک نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دنیا میں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ (بخاری شریف، ج ا،ص ۴۵۸...... زرقانی، ج ا،ص ۲۴۷)

اس کے بعد مالک بن عوف کو گرفتار کرنے کے لئے طائف کا محاصرہ کر لیا گیا اور قلعہ پر حملہ کیا گیا۔ کفار نے مسلمانوں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور اٹھارہ مسلمان شہید ہو گئے۔ اس غزوہ کے موقع پر امہات المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام المومنین بی بی زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ ان کے خیمے سرخ چمڑے کے تھے۔ ان خیموں کے درمیان حضور علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی۔ وہاں بعد میں مسجد بنا دی گئی۔

قیدیوں کی واپسی کا مطالبہ

حضور نبی کائنات ﷺ کی طبیعت عفو و درگزر اور صلہ رحمی کا پیکر تھے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ اتنے میں قبیلہ ہوازن کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو مسلمان ہو چکا تھا۔ انہوں نے حضور علیہ السلام سے اپنے مال و اسباب کی واپسی کی التجا کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان قیدیوں میں بعض عورتیں آپ ﷺ کی پھوپھیاں ہیں۔ اور بعض خالائیں ہین اور حضور علیہ السلام کی وہ رضاعی بہن جن کو حضور علیہ السلام کے ساتھ پرورش پانے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور وہ رضاعی بہن شیما بھی تھی جس کی تصدیق کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو حضور علیہ السلام کے پاس لے آئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور رحمت عالم ﷺ نے محبت و شفقت سے اس کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دی۔ پھر نبی کریم علیہ السلام نے سیدہ شیما سے اظہار شفقت فرماتے ہوئے ان کے قبیلہ کی استدعا پر ان کو فرمایا تم کو تمہارے اہل و عیال محبوب ہیں یا مال تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمیں اس میں اپنے اہل و عیال مال کی نسبت زیادہ محبوب ہیں۔ پھر انہوں نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے کر اور مسلمانوں کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں التجا کرتے ہیں کہ جو تمہارے پاس ہمارے اہل و

Marfat.com

عیال ہیں ان کو واپس کر دو۔ نماز ظہر کا وقت تھا نماز پڑھنے کے بعد پھر عرض کی گئی تو سب سے پہلے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا میرا اور جو بنو عبد المطلب کا حصہ ہے۔ ہم نے تم کو واپس کر دیا یہ سن کر تمام انصار و مہاجرین نے بھی اپنے اپنے حصے واپس کر دیئے۔

مالک بن عوف ابھی تک بنو ثقیف کے پاس چھپا ہوا تھا۔ اس کے لئے تاجدار رحمت نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اگر مالک بن عوف آ کر اطاعت کا اقرار کر لے تو اسے اس کو مال و اہل و عیال کے علاوہ سو اونٹ بھی دیئے جائیں جب مالک بن عوف کو اس کی خبر ملی تو اس نے حاضر ہو کر کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے حسب وعدہ اسے اس کے مال و اہل و عیال کے ساتھ ساتھ ایک سو اونٹ بھی عطا فرمائے۔ مالک بن عوف حضور علیہ السلام کے اس خلقِ عظیم سے بے حد متاثر ہوا۔

اور نبی کریم تاجدار کائنات رحمت عالم ﷺ کی شان اقدس میں ایک قصیدہ لکھا اور حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھا۔

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ ۔۔۔ فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ كَمِثْلِ مُحَمَّدٍ
أَوْفٰى وَأَعْطٰى لِلْجَزِيْلِ إِذَا اجْتُدٰى ۔۔۔ وَمَتٰى تَشَأْ يُخْبِرْكَ عَمَّا فِيْ غَدٍ

یعنی تمام انسانوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مثل نہ میں نے دیکھا، نہ سنا جو سب سے زیادہ وعدہ کو پورا کرنے والے اور سب سے زیادہ مالِ کثیر عطا فرمانے والے ہیں اور جب تم چاہو ان سے پوچھ لو وہ کل آئندہ کی خبر تم کو بتا دیں گے۔ نعت کے یہ اشعار سن کر سیدِ عالم رحمت کائنات ﷺ ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لئے کلمات خیر فرماتے ہوئے انہیں بطور انعام ایک حلہ بھی عنایت فرمایا۔ (مدارج، ج۲،ص ۳۲۴)

حضور رحمت عالم جانِ کائنات ﷺ نے فرمایا اے انصار و مہاجرین کی جماعت اگر میں کسی کو دنیا کا مال دیتا ہوں تو وہ صرف اس کی تالیف قلب کے لئے۔ اس لئے دے رہا ہوں کہ وہ اسلام کی طرف رغبت رکھتے ہوئے اس پر مضبوط ہو جائیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے انصار و مہاجرین کے نوجوانو! کیا تم اس بات پر رضامند نہیں ہو کہ جب تمہارے علاوہ لوگ اپنے ساتھ یہاں سے اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں کی طرف لوٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ساتھ لے کر جاؤ؟

اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر ہجرت کرنے کا ثواب نہ ہوتا تو میں خود کو

Marfat.com

انصار کی طرف منسوب کرتا۔ اگر لوگ گروہِ انصار سے الگ ہو کر ایک دوسرے راستے پر چلیں گے تو میں انصار ہی کے ساتھ چلوں گا۔ اے اللہ تعالیٰ انصار پر اپنی رحمت فرما اور ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر بھی رحمت فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر تاثیر اور رقت انگیز دعا کا انصار پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ پھر انہوں نے حضور علیہ السلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا اور اس موقع پر انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے حضور سید عالم جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

رَضِینَا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ قَسْمًا وَحَظًّا

ہم اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمارے حصے اور تقسیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں۔

جعرانہ سے عمرہ

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ ہی سے عمرہ کا ارادہ کیا اور احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ذوالقعدہ کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ مرکز اسلام مدینہ طیبہ کی طرف کوئی حملے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ نہ کسی گستاخِ رسول کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کسی قسم کی توہین آمیز گفتگو کرنے کی ہمت رہی۔ مکہ مکرمہ اور حنین کی فتح کے بعد پورا عرب مسلمانوں کا نام سن کر کانپنے لگے۔ کل تک جو اہل مکہ کے سردار اپنے اکابر پرستی کے دین کے لئے یہ گمان کئے ہوئے تھے کہ ہمارے دین کی نسبت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین لوگوں کے دلوں کا سکون نہیں بن سکتا اور نہ ہی ان کا دین جدید ہماری شعر گوئی کی مثل معاشرے میں پذیرائی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن آنے والے دنوں کی تاریخ نے اس بات کا ثبوت پیش کیا کہ وہی لوگ جو شعر گوئی میں اپنی فصاحت و بلاغت کے دریا بہایا کرتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے اسلام کا عظیم سپاہی بن کر تاریخ کے حصہ بن کر امر ہو گئے۔

ہجرت کا نواں سال

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت

حضرت بی بی ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے فرزند ارجمند پیدا ہوا جس کا نام

Marfat.com

جد الانبیاء کے نام پر برکت کے لئے ابراہیم رضی اللہ عنہ رکھا گیا۔ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا مصر کے بادشاہ مقوقس کی طرف پیش کی گئیں تھیں۔ حضور علیہ السلام نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ سے تھوڑا باہر ایک قریہ میں مکان مہیا کیا تھا۔ جو مشرب ابراہیم کے نام سے ہے۔ دایہ کی خدمت حضرت سلمٰی زوجہ ابورافع رضی اللہ عنہا نے انجام دی۔ مولود کے سر کے بالوں کے ہم وزن چاندی مساکین میں بطورِ خیرات تقسیم کی۔ حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے ذمہ رضاعت سونپی گئی۔ جس کے لئے ان کو سات بکریاں عطا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام ہر روز حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال اور معصوم مسکراہٹ سے اپنا دل بہلاتے چونکہ حضور علیہ السلام کی دوسری بیویوں سوائے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے کوئی اولاد نہ تھی۔ یہ بچہ ان کے لئے باعث رشک بن گیا۔ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں بٹھائے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو انسانوں پر بڑی فیاض تھیں حضور علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا دیکھ رہی ہو ہم دونوں میں کس قدر مشابہت ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند ارجمند کو دیکھ کر بہت خوش ہیں تو رشک میں اور شدت پیدا ہو گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دودھ پینے والا بچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

Marfat.com

باب 49:

جنگِ تبوک

رجب المرجب ۹ھ کو نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تبوک اس راستے پر واقع تھا جو اس زمانے میں مدینہ منورہ سے شام کی طرف جاتا ہے۔ اس کا سبب یہ بنا کہ شام سے آنے والے تاجروں نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دی کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر شام میں جمع ہو رہا ہے۔ وہ کفار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ انہیں اسلامی سلطنت کی حدود میں داخل ہی نہ ہونے دیا جائے اور انہیں وہاں پر ہی نمٹ لیا جائے۔

یہ بہت طویل سفر تھا۔ موسم بھی شدید گرمی کا تھا اور ان دنوں پر پورا عرب قحط سالی کی لپیٹ میں تھا۔ اس لئے اہلِ مدینہ منورہ بھی تقریباً تہی دست تھے۔ اسی بناء پر اس غزوہ کو غزوۃ العسرہ بھی کہا جاتا ہے یعنی تنگ دستی والا غزوہ۔ ظاہر ہے کہ ایسی بے سروسامانی کے عالم میں آگ کی طرح تپتے ہوئے صحراؤں کو عبور کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ منافقین گھبرائے ہوئے تھے اور اہل ایمان کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے کہتے پھرتے تھے۔ اس گرمی میں جنگ کے لئے مت نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اس غزوے میں شامل نہیں ہوں گے۔ ان کو آئندہ کسی بھی غزوہ میں شرکت کی اجازت نہ ہوگی اور وہ اس سعادت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا عام طور پر معمول تھا کہ غزوات کی تیاری کرتے وقت یہ بات آخر تک مخفی رکھتے تھے کہ کہاں جانا ہے اور کس سے مقابلہ کرنا ہے۔ مگر یہ سفر چونکہ کافی طویل تھا اور مشکل حالات میں پیش آیا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر سب کو بتا دیا تھا کہ تبوک جانا ہے تاکہ ہر شخص اس فاصلے کو مدنظر رکھ کر تیاری کرے۔

مالی مشکلات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس غزوے کے لئے نبی کریم ﷺ نے بذات خود لوگوں سے چندے کا مطالبہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ حضور علیہ السلام کی باتیں سن کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ایک سو اونٹ تمام ساز و سامان کے ساتھ دوں گا۔ تھوڑی دیر کے بعد نبی کریم ﷺ نے دوبارہ اعلان فرمایا اور انفاق فی سبیل اللہ کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں دو سو اونٹ دوں گا ساز و سامان کے ساتھ۔

Marfat.com

پھر جب حضور علیہ السلام نے تیسری بار اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو فرمایا تو پھر تیسری مرتبہ بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تین سو اونٹ دوں گا ساز و سامان کے ساتھ۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ گھر تشریف لے گئے اور ایک ہزار اشرفیاں لا کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں ڈال دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی ڈھیر ساری اشرفیوں کو فرحت اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنے ہاتھوں میں الٹا پلٹا اور پھر دریائے کرم جوش میں آیا اور فرمایا:

ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم

آج کے دن کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جو جی چاہے کرتا پھرے قیامت میں اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

کیا شان ہے سیدنا عثمان غنی کی

سبحان اللہ کیا مقام ہے حضرت عفان رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام کی وہ عظیم ہستی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی میں آقا علیہ السلام کے ایک ایک اشارے پر اپنا سب کچھ قربان کیا۔ وہ مسجد نبوی کی خریداری ہو یا بیر رومہ کا مسئلہ ہو یا لشکر تبوک کی تیاری کا موقعہ ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ انفاق فی سبیل اللہ میں سب پر سبقت لے گئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونور عین کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرما کر انہیں ذوالنورین ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

زاہد مسجد احمدی پر درود　　دولتِ جیش عسرت پہ لاکھوں سلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں یکے بعد دیگرے آئیں اور یہ تاریخ عالم کی واحد مثال ہے کہ کسی نبی کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے کسی ایک فرد کے عقد میں آئی ہوں۔

سیدنا حضرت فاروق اعظم کا ایثار

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر گئے اور اپنا سارا مال جمع کیا پھر آپ نے آدھا مال لے کر بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سبقت لے جاؤں گا۔ کیونکہ اس دن انفاق سے کاشانہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں مال زیادہ تھا۔ حضور غیب دان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ کتنا مال یہاں لائے اور کتنا گھر چھوڑ کے آئے؟

Marfat.com

عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آدھا مال حاضر خدمت ہے اور آدھا مال اہل وعیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔

سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار

اتنے میں یار غار و رمزاج شناس مصطفیٰ ﷺ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سر پر گھڑی اٹھائے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوئے۔ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پوچھا اے صدیق رضی اللہ عنہ

اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ شَیْئًا

اپنے گھر والوں کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟

اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ۔

عرض کی یارسول اللہ ﷺ گھر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اللہ ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔

بے شک جس گھر میں اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہر دم موجود ہوں اور اس گھر والوں کی کیا فکر ہوسکتی ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اک دن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا
دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار
ارشاد سن کر فرطِ طرب سے عمر رضی اللہ عنہ اٹھے
اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیق رضی اللہ عنہ سے ضرور
بڑھ کے رکھے گا آج قدم میرا راہوار
لائے غرض کہ مال رسول امین کے پاس
ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
پوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمر رضی اللہ عنہ
اے وہ کہ جوشِ حق سے تیرے دل کو ہے قرار
عرض کی نصف مال ہے فرزند وزن کا حق
باقی جو ہے وہ ملتِ بیضاء پہ ہے نثار
مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گزار
اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
بولے حضور چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف علیہ السلام نے چالیس ہزار درہم دیئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ۸۰ ہزار درہم تھے۔ آدھے اہل وعیال کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور آدھے آپ ﷺ کے حضور پیش کردیئے ہیں۔ آقا کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے جو تم لے کر آئے

Marfat.com

اور اس میں بھی برکت عطا فرمائے جو گھر میں چھوڑ آئے۔ حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت سے یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت مالدار ہو گئے۔ اسی طرح تمام انصار و مہاجرین نے حسب توفیق اس مہم میں حصہ لیا۔ اور عورتوں نے بھی حسبِ توفیق اپنے زیورات اتار اتار کر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے کئی من کھجوریں پیش کی۔ اور ایک حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ جو بہت ہی غریب و مفلس تھے۔ پانی بھر بھر کر دو صاع کھجوریں مجھے مزدوری ملی ہیں۔ ایک صاع اہل و عیال کے لئے گھر میں دے دی ہیں اور ایک صاع حاضر خدمت ہے۔ حضور سید عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا قلبِ نازک اپنے ایک غریب اور مفلس جانثار صحابی کے اس نذرانہ محبت و خلوص سے بے حد متاثر ہوا اور حضور علیہ السلام نے اس کھجور کو تمام مالوں کے اوپر رکھ دیا۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۳۴۵)

غزوہ تبوک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا آخری غزوہ تھا۔ نبی کریم علیہ السلام کا اب تک یہ طریقہ چلا آ رہا تھا کہ غزوات کے معاملہ میں بہت زیادہ راز داری کے ساتھ تیاری فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ عساکر اسلامیہ کو عین وقت تک یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کہاں اور کس طرف جانا ہے؟ مگر جنگ تبوک کے موقع پر سب کچھ انتظام اعلانیہ طور پر کیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تبوک چلنا ہے اور قیصر روم کی فوجوں سے جہاد کرنا ہے۔ تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ تیاری کر لیں۔

تبوک کو روانگی

حضور سید کائنات جان کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر ساتھ لے کر تبوک کے لئے روانہ ہوئے بروز جمعرات ۹ ھ کو مدینہ منورہ سے چلے۔ روانگی سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کی دیکھ بھال اور مدینہ منورہ کی نگرانی و پاسبانی کے لئے حضرت مولا علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر خود جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضور سیدِ عالم جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ۔

یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنی امت بنی اسرائیل کی دیکھ بھال کے لئے اپنا نائب بنا کر چھوڑ جاتے تھے۔ اسی طرح میں تم کو اپنی امت کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ کر جہاد کے لئے جا رہا ہوں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ حضرت

Marfat.com

علی رضی اللہ عنہ کو کسی غزوہ میں شامل نہیں کیا گیا ورنہ وہ تو ہمیشہ صفِ اول میں ہوتے تھے۔

مدینہ منورہ سے چل کر مقام ثنیۃ الوداع میں قیام فرمایا اور لشکر اسلام کا جائزہ لیا اور پھر وہاں سے کوچ کیا۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پیچھے رہ گئے اور وجہ یہ تھی کہ ان کا گھوڑا بہت ہی کمزور اور تھکا ہوا تھا۔ انہوں نے چند دن چارہ وغیرہ کھلایا تا کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔ بعد میں جب روانہ ہوئے تو وہ پھر راستہ میں تھک گیا پھر مجبوراً وہ اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر پیدل چل پڑے اور آخری اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔

(زرقانی، ج ۳، ص ۷۱)

راستے میں اسلامی لشکر وادی حجر میں پہنچا یہاں قوم عاد و ثمود کی بستیاں نظر آئیں جو قہر الٰہی کے عذابوں سے الٹ پلٹ کر دی گئی تھیں۔ حضور سید عالم جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ اس لئے کوئی بھی شخص یہاں قیام نہ کرے بلکہ تیزی سے سب لوگ یہاں سے سفر کر کے ان عذاب والی وادی سے جلد از جلد گزر جاؤ یا ہر نکل جاؤ اور کوئی بھی اس وادی کا پانی تک نہ پیئے اور نہ کسی کام میں لائے۔ اس غزوہ میں پانی کی قلت اور ادھر شدید گرمی اور سواریوں کی کمی سے مجاہدین نے بے حد تکلیف اٹھائی مگر منزل مقصود پر پہنچ کر ہی دم لیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

حضور تاجدارِ کائنات دستگیر زماں رحمت کون و مکاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سب سے الگ الگ چل رہے ہیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ یہ سب سے الگ ہی چلیں گے۔ اور الگ ہی زندگی گزاریں گے اور الگ ہی وفات پائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو حکم دے دیا کہ آپ ربذہ میں رہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ربذہ میں اپنی بیوی اور ایک غلام کو ساتھ لے گئے اور ربذہ میں رہنے لگے۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ تم دونوں مجھ کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر راستہ میں رکھ دینا جب شتر سواروں کا پہلا قافلہ میرے جنازہ کے پاس سے گزرے تو تم لوگ ان سے کہنا کہ یہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہے۔ ان پر نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ سب سے پہلا جو قافلہ گزرنے لگا تو اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ تو انہوں نے معلوم کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ تو ان کے غلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں یہ ان کا جنازہ ہے۔ تو انہوں نے قافلہ روکا اور سواری سے اتر پڑے اور کہا کہ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تو تنہا چلے گا اور تنہا مرے گا اور تنہا قبر سے اٹھے گا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور قافلے والوں نے مل کر پورے اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔

Marfat.com

باب 50:

تبوک کا کنواں

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تبوک کا چشمہ آگے ہے۔ اس جگہ پہنچ کر کوئی آدمی پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ یہ وہ چشمہ ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ اسی راستے سے آیا اور جایا کرتی تھی۔ اس کنواں میں پانی تھوڑا تھوڑا آتا تھا۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ اس کنواں کے پانی کو کوئی ہاتھ نہ لگائے آقا کریم علیہ السلام نے اس چشمہ کا پانی منگا کر ہاتھ منہ دھویا اور اس پانی میں کلی فرمائی پھر حکم دیا کہ اس پانی کو کنویں میں انڈیل دو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ پانی کنویں میں انڈیل دیا تو پانی زور سے بہنے لگا اور اس پانی سے تیس ہزار کا لشکر اور جانور اس پانی سے سیراب ہوئے۔ (زرقانی، ج۳،ص۷۶)

دعائے برکت

تبوک کے سفر کے دوران کئی دفعہ پانی ختم اور کھانے کی مشکلات پیش آئیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ آپ علیہ السلام کی دعا سے ہم پر برکتیں نازل فرمائیں۔ آقا حضور علیہ السلام آج بھی دعا فرمادیں کیونکہ لوگ ہلاک ہونے کو ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہاری بھی یہی مرضی ہے۔ جی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

آقا کریم علیہ السلام نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ابھی ہاتھ اٹھے ہوئے تھے کہ بادل گرجنے لگے اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ چند ہی لمحوں میں جل تھل ہوگیا اور خشک ندی نالوں میں پانی رواں ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے جی بھر کر پانی پیا اور پیاس بجھائی۔ اور برتن بھی بھر لئے جانوروں نے بھی خوب پیٹ بھر کر پانی پیا۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ بارش تھم جانے کے بعد ہم ٹھنڈی فضا میں گھومنے ادھر ادھر نکلے تو یہ دیکھ کر ہمیں سخت حیرانی ہوئی کہ بارش صرف اسی خطے میں ہوئی جہاں لشکر اسلام مقیم تھا۔ باقی صحرا اسی طرح خشک پڑا تھا۔ حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت سے پانی کی اتنی فراوانی ہوئی کہ جب تک وہاں اسلامی لشکر کا قیام رہا پانی کی کبھی کمی واقع نہیں ہوئی۔

Marfat.com

اس سفر میں پانی تو بارہا ختم ہوا اور بارہا نبی کریم علیہ السلام کی توجہ اور نگاہ کرم سے اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا۔ مگر ابھی تک کھانے کا مسئلہ پریشان کن نہیں بنا تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے اور بہت کم مقدار میں کھانا کھاتے تھے لیکن تبوک پہنچ کر کھانے کا مسئلہ بھی پیدا ہو گیا اور کھانے کی چیزیں تقریباً ختم ہو گئیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ایک کھجور کو کئی آدمی باری باری چوستے تھے اور فرض کر لیتے تھے کہ ہم کچھ کھا رہے ہیں۔ آخر ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اجازت ہو تو ہم اپنے اونٹوں کو ذبح کرنا شروع کر دیں۔ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے پاس ہی بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کی آقا کریم علیہ السلام اس طرح تو سواریاں ختم ہو جائیں گی۔ اور مشکلات بڑھ جائیں گی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حکم دیں کہ ان کے پاس کھانے کا جو کچھ ہے اسے ایک جگہ ڈھیر کر دیں جمع کر لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر دعائے برکت فرما دیں۔ رحمت عالم نور مجسم حامی بے کساں والی دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ کھانے کی بچی ہوئی تمام چیزیں ایک جگہ جمع کر دو۔ چمڑے کا ایک دستر خوان بچھایا گیا اور جس کے پاس جو کچھ تھا لا کر وہاں ڈالنے لگے۔ کوئی مٹھی بھر آٹا لایا کوئی چند کھجور اور کوئی ستوں لایا اور کسی نے خشک روٹی کے ٹکڑے کا ایک آدھ ٹکڑا لایا۔ اس طرح غذائی اجناس اس کی ایک ڈھیری سی بن گئی تو رحمۃ للعالمین آقا علیہ السلام نے اس پر برکت کی دعا فرمائی اور حکم فرمایا، کہ اب اس سے برتن بھر لو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے لشکر میں موجود ہر برتن لبالب بھر لیا اور خود بھی خوب شکم بھر کر کھایا مگر وہ ڈھیری جوں کی توں رہی۔

واضح رہے کہ لشکر کی تعداد تیس ہزار سے بھی تجاوز تھی۔ یہ انعامِ عظیم دیکھ کر سید سروراں مالک دو جہاں تاجدار کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو شخص بھی صدق دل سے یہ گواہی دے گا اس کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔

تبوک جانے کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں سے جہاد کرنا تھا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کو اطلاع ملی تھی کہ رومیوں نے اسلامی سلطنت پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا ہے۔ مگر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش قدمی کرتے ہوئے خود ہی سرحد پر جا پہنچے تو رومیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور ان پر ہیبت چھا گئی اور اسلامی لشکر کے سامنے آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں پندرہ سے بیس دن قیام پذیر رہے۔ اس

Marfat.com

دوران حضور علیہ السلام نے اردگرد آباد قبائل کے سرداروں سے ملاقاتیں کیں اور صلح کے معاہدے کیے اور وہ لوگ حضور علیہ السلام کے حسن اخلاق اور اعلیٰ ظرفی سے بہت متاثر ہوئے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں بہت سے تحفے پیش کیے۔ اس غزوہ میں لڑائی تو نہ ہوئی مگر حضور علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کی شجاعت و بہادری کی ہر طرف دھاک بیٹھ گئی۔ اور پھر زندگی بھر کسی کو حضور علیہ السلام کا سامنا کرنے کی ہمت نہ پڑی۔

تبوک سے اسلامی لشکر کی واپسی

بہت سارے مجاہدین کے دلوں میں شہادت کی تمنا تھی کہ اتنے بڑے سفر اور مسافت اور مشکلات برداشت کرنے کے باوجود شہادت کے مواقع نہ ملے اور تلواریں نیاموں کے اندر ہی رہیں۔ حضور علیہ السلام نے واپسی کا سفر سخت نگرانی کے ساتھ جاری رکھا۔ حضور علیہ السلام لشکر اسلام کے آگے آگے شام کی حدود تک پہنچ آئے۔ چلتے چلتے جب آقا کریم علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی سرزمین میں قدم رنجہ فرمایا۔ تو عورتیں اور بچے اور بوڑھے استقبال کے لئے نکل پڑے جب آقا کریم علیہ السلام مدینہ منورہ کے قریب پہنچے اور جبل احد کو دیکھا تو فرمایا کہ:

هٰذَا اُحُدُ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهٗ

یہ احد پہاڑ ہے یہ ایسا جبل ہے کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو استقبال کرنے والے نعتیں پڑھتے ہوئے آقا کریم علیہ السلام کے ساتھ مسجد نبوی شریف تک آئے۔ اور حضور علیہ السلام نے مسجد شریف میں دو رکعت نماز پڑھ کر تشریف فرما ہو گئے۔ تو حضور علیہ السلام کے چچا سیدنا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا اور اہل مدینہ نے بخیر و عافیت اس دشوار گزار سفر سے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری پر انتہائی مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔

ذوالبجادین کا دفن ہونا

غزوہ تبوک میں بجز ایک حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی کو نہ شہادت ملی اور نہ وفات ہوئی۔

حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کون تھے؟ اور ان کی وفات اور دفن کا کیسا منظر تھا؟ یہ قبیلہ مزینہ کے ایک یتیم تھے اور اپنے چچا کی کفالت اور پرورش میں تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے اور اسلام کا چرچا سنا تو ان کے دل میں

Marfat.com

بت پرستی سے نفرت اور اسلام قبول کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ مگر ان کا چچا بہت ہی کڑا کافر تھا۔ اس کے خوف سے یہ اسلام قبول نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد جب لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے تو انہوں نے اپنے چچا کو ترغیب دی کہ تم بھی دامنِ اسلام میں آ جاؤ۔ کیونکہ میں قبولِ اسلام کے لئے بہت بے قرار ہوں۔ یہ سن کر ان کے چچا نے ان کو برہنہ یعنی ننگا کر کے گھر سے نکال دیا۔ یہ اپنی والدہ سے ایک پرانا کمبل مانگا اس کی والدہ نے کمبل دیا اور اس کمبل کے دو ٹکڑے کر کے آدھے کو لنگی یعنی تہبند اور آدھے کو چادر بنا لیا اور اسی لباس میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ رات بھر مسجد نبوی شریف میں ٹھہرے رہے۔ نمازِ فجر کے وقت جب جمالِ جہاں آرا کے نوری مکھ کے انوار سے ان کی آنکھیں منور ہوئیں۔ تو کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف باسلام ہو گئے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے اپنے بت کے نام پر عزی بتایا تو نبی رحمت جان دو عالم دستگیر زماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا آج سے تمہارا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے اور لقب ذوالبجادین یعنی دو کمبلوں والا ہے۔

حضور علیہ السلام ان پر بہت کرم فرماتے تھے اور یہ مسجد نبوی شریف میں اصحاب صفہ کی جماعت کے ساتھ رہنے لگے اور نہایت ہی بلند آواز سے ذوق وشوق کے ساتھ قرآن حکیم پڑھا کرتے تھے۔ جب حضور علیہ السلام جنگ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو یہ بھی مجاہدین کے ساتھ چل پڑے اور بڑے ہی شوق و ذوق کے ساتھ انتہائی اشتیاق سے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ حضور سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا تم کسی درخت کی چھال لاؤ۔ وہ تھوڑی سی چھال ببول یعنی ککر کی چھال لائے۔ حضور علیہ السلام نے ان کے بازو پر وہ چھال باندھ دی اور دعا فرمائی۔ اے اللہ تعالیٰ میں نے اس کے خون کو کفار پر حرام کر دیا ہے۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا مقصد تو شہادت ہی ہے۔ رکارِ مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جہاد کے لئے تم نکلے ہو تو اگر بخار میں بھی موت آ جائے ب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ جب حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ تبوک میں پہنچے تو بخار ں مبتلا ہو گئے اور اسی بخار میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے دفن کا عجیب منظر تھا کہ مؤذنِ رسول حضرت یدنا بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے ان کی قبر کے پاس کھڑے تھے اور رحمت عالم سرور سروراں دستگیر زماں

Marfat.com

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بنفس نفیس ان کی قبر میں اترے اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنے اسلامی بھائی کی لاش کو اٹھاؤ پھر رحمت عالم ﷺ نے ان کو اپنے دست مبارک سے قبر میں سلا دیا اور خود ہی قبر کی کچی اینٹوں سے لحد کو بند فرما دیا اور یہ دعا مانگی کہ یا اللہ میں تیرا حبیب ﷺ ذوالبجادین سے راضی ہوں اور اے اللہ تعالیٰ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کے دفن کا یہ منظر دیکھا تو بے اختیار ان کے منہ سے نکلا کہ کاش حضرت ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی جگہ یہ میری میت ہوتی۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۳۵۰)

مسجد ضرار

منافقوں نے مسجد قباء کے مقابلے میں مسجد بنائی جس کا مقصد مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا تھا۔ جو درحقیقت منافقین کی سازشوں اور ان کے مکروفریب کاریوں کا ایک بہت بڑا اڈا تھا۔ ابو عامر راہب جو عیسائی تھا اور بہت بڑا منافق بھی تھا۔ اس نے منافقین سے کہا کہ تم لوگ خفیہ طریقے پر جنگ کی تیاریاں کرتے رہو۔ میں قیصر روم کے پاس جا کر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں تا کہ اس ملک سے اسلام کا نام ونشان مٹا دوں۔ چنانچہ اسی مسجد ضرار میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا خاتمہ کر دینے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔ جب سید عالم رحمت کائنات ﷺ جنگ تبوک کے لئے روانہ ہونے لگے تو مکار منافقوں کا ایک گروہ آیا اور محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درخواست پیش کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے مسجد بنائی ہے۔ حضور علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس وقت میں جہاد کے لئے گھر سے نکل چکا ہوں۔

لہٰذا اس وقت تو مجھے موقع نہیں ہے۔ منافقین نے بڑا زور لگایا اور کافی اصرار کیا مگر حضور علیہ السلام نے ان کی مسجد میں قدم تک نہیں رکھا۔ جب جنگ تبوک سے حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے تو منافقین کی چالبازیاں اور ان کی مکاریوں و دغابازیوں کے بارے میں سورہ توبہ کی بہت سی آیات نازل ہوگئیں اور منافقین کے نفاق اور ان کی اسلام سے دشمنی کے تمام راز بے نقاب ہو کر نظروں کے سامنے آگئے اور ان کی اس مسجد ضرار کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ یہ آیات نازل ہوئی کہ:

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّکُفْرًا وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

یعنی اور وہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد ضرار جو ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے بنائی۔ اس آیت کے نازل ہو جانے کے بعد نبی کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ اور ابن عدی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس مسجد کو گراؤ اور گرا کر کے اس میں آگ لگا دو۔ (زرقانی، ج ۳۔ ص ۸۰)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی علالت و وفات

حضور تاجدارِ کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ محبت و شفقت فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک ۱۸ ماہ کے لگ بھگ تھی اور وہ نہایت ہی صحت مند تھے۔ ان کی تمام تر شکل مبارک نبی کریم ﷺ پر گئی تھی۔ اس لئے بھی حضور ﷺ کو بیٹے پر پیار آتا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی محبت نہ اس خواہش پر تھی کہ ان کو نبوت یا خلافت کی وراثت ملے اور نہ ہی دنیا کی وراثت دینے کی تمنا تھی۔ بلکہ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ نے وضاحت فرما دی تھی کہ

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ

یعنی ہم انبیاء کی جماعت کسی کو اپنے ترکہ کا وارث نہیں بناتے جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ، ج ۱، ص ۸۵...... حدائق انوار و مطالع الاسرار، ج ۱، ص ۳۹۴...... شرح شفا ملا علی قاری)

حضور نبی کریم ﷺ کے اس سے قبل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے دو صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے مگر سرکار علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی بیمار ہوئے۔ انہیں حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کے ہاں سے ان کی والدہ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے پاس مشربہ ابراہیم میں منتقل کر دیا گیا۔ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا نے ان کی بہت دیکھ بھال کی مگر بیماری بڑھتی گئی۔ حضور سید عالم ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے سہارا لئے تشریف لائے۔ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنی گود مبارک میں لیا۔ اس وقت ان کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ سید عالم ﷺ نے نہایت ہی رقت سے فرمایا۔ اے ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوں۔ اس کے چند لمحوں بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دم توڑ دیا اور حضور علیہ السلام سے

Marfat.com

آنکھوں کی جھڑی شروع ہوگئی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابراہیم رضی اللہ عنہ موت برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کچھ سنبھلے اور فرمایا۔ اے ابراہیم رضی اللہ عنہ دل میں غم اور آنکھوں میں آنسو ہیں۔ لیکن زبان پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کلمات ہیں۔ اے ابراہیم رضی اللہ عنہ تمہاری موت پر دل بہت غمگین ہے۔ اس کے بعد فرمایا میں نے کسی کو اظہار غم وملال سے منع نہیں کیا بلکہ پیٹنے اور بین اور نوحہ سے منع کیا ہے۔ میرا غم اور ملال شفقت پدری کی وجہ سے ہے۔ جو شخص دوسروں کو تسلی اور رحم نہیں کرتا وہ خود بھی دوسروں کی مہربانی سے محروم رہتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ام المؤمنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو صبر وتسلی کی تلقین کی اور ان کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کو بھی تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ لَہٗ لَمُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ۔

یعنی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لئے جنت میں ایک دایہ موجود ہے۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ایک روایت کے مطابق ام بردہ رضی اللہ عنہا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور میت کو جنت البقیع لے جایا گیا اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد قبر کو درست فرمایا اور پانی کا چھڑکاؤ کیا اور سرہانے کی جانب ایک پتھر بطورِ علامت رکھ دیا۔ اس لئے کہ زندہ کو اس نشان سے تسکین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دوست رکھتا ہے جو یادگار قائم رکھتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو اتفاقاً اس دن سورج گرہن لگا ہوا تھا۔ تو مسلمانوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ سورج گرہن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے ہے۔ تو نبی کریم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ان کو گرہن کسی کی موت وحیات پر نہیں لگتا۔ جب بھی تم ان کو حالت گرہن میں دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے لئے ذکر کے لئے استغفار کرو اور اس وقت تک نوافل پڑھو جب تک ان کا گرہن ختم نہ ہو جائے۔ (بخاری، رقم الحدیث ۱۰۴۳......ابن خزیمہ، ج ۲، ص ۳۲۸)

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر الحج

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ ۹ھ میں تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ سے حج بیت اللہ شریف کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا اور اس قافلے کے امیر الحج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نقیب اسلام اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اور حضرت

Marfat.com

جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو معلم بنا دیا اور اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے لئے بھیجے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حرم کعبہ اور عرفات ومنیٰ میں خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سورۃ براۃ کی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں اور اعلان فرمادیا کہ اب کوئی مشرک بیت اللہ شریف کا ننگا ہو کر طواف نہ کر سکے گا اور نہ کوئی مشرک بیت اللہ شریف میں داخل ہو سکے گا۔ اور چار ماہ کے بعد کفار ومشرکین کے لئے امان بھی ختم کر دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس اعلان کی اس قدر زور زور سے منادی کی کہ ان کے گلے بیٹھ گئے۔ اس اعلان کے بعد کفار ومشرکین فوج کی فوج آکر مسلمان ہونے لگے۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۹۰ تا ۹۳)

ان آیات کی تلاوت کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے درج ذیل چار امور کا بھی واضح اعلان فرمادیا۔

(1) اے لوگو بلاشبہ کافر جنت میں نہیں جائیں گے۔ (2) اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ (3) آج کے بعد کوئی برہنہ حالت میں بیت اللہ شریف کا طواف نہیں کرے گا۔ (4) جس شخص کے پاس نبی کریم علیہ السلام کا کوئی معاہدہ ہے جہاں تک معاہدے کی مدت ہے اس کی پاسداری کی جائے گی۔

ہجرت کا دسواں سال 10 ہجری حجۃ الوداع

ہجرت کے دسویں سال حضور پرنور شافع یوم النشور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے جانے کے لئے تیار ہوئے۔ اس سال کے تمام واقعات میں سب سے زیادہ شاندار اور اہم ترین واقعہ حج کا ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کا آخری حج تھا اور ہجرت کے بعد یہی حضور علیہ السلام کا پہلا حج تھا۔ ذوالقعدہ ۱۰ھ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے لئے روانگی کا اعلان فرمایا۔ یہ ایسی خبر تھی کہ بجلی کی تیزی کی طرح پورے عرب میں پھیل گئی اور عرب شرف ہم رکابی کے لئے امنڈ پڑا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر ذوالقعدہ میں جمعرات کے دن مدینہ منورہ میں غسل فرمایا اور تہبند اور چادر زیب تن فرمائی اور نماز ظہر مسجد نبوی شریف میں ادا فرما کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور اپنی تمام ازواجِ مطہرات کو بھی ساتھ چلنے کا حکم فرمایا۔ مدینہ منورہ سے چند میل باہر اہل مدینہ منورہ کی میقات ہے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر رات بھر قیام فرمایا اور پھر دوسرے دن غسل کیا اور احرام باندھا اور سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے جسم اطہر پر خوشبو لگائی اور اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے نفل دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد بلند آواز سے لبیک پڑا اور اپنی اونٹنی قصوا پر سوار ہوئے اور روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں حد نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور دوسری روایت میں ایک لاکھ چودہ ہزار مسلمان حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (زرقانی، ج ۲، ص ۱۰۶......مدارج، ج ۲، ص ۳۸۷)

حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لڑکوں نے خبر سنی کہ حضور علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں تو دوڑ پڑے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی محبت و پیار کے ساتھ کسی بچے کو آگے اور کسی کو پیچھے اپنی اونٹنی پر بٹھا لیا۔ رات حضور علیہ السلام نے مقام ذی طوی میں گزاری اور فجر کی نماز ذی طوی میں ادا فرمائی اور غسل فرمایا پھر حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور چاشت کا وقت تھا۔ یعنی جب آفتاب بلند ہو چکا تھا۔ تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ جب بیت اللہ شریف کعبہ معظمہ پر پہلی نگاہ نبوت پڑی تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی کہ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذَا الْبَيْتَ تَشْرِيْفًا وَ تَعْظِيْمًا وَ تَكْرِيْمًا وَ مَهَابَةً وَزِدْ مَنْ حَجَّهٗ وَاعْتَمَرَهٗ تَكْرِيْمًا وَتَشْرِيْفًا وَتَعْظِيْمًا۔

اے اللہ تعالیٰ تو سلامتی دینے والا ہے اور تیری طرف سے ہی سلامتی ہے۔ اے رب ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ اس گھر کی عظمت و شرف اور عزت و ہیبت کو زیادہ کر۔ اور جو اس گھر کا حج اور عمرہ کرے تو اس کی بزرگی اور شرف و عظمت کو زیادہ کر۔ جب حجر اسود کے سامنے حضور علیہ السلام تشریف لے گئے تو حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر اس کو بوسہ دیا۔ پھر بیت اللہ شریف کا طواف شروع فرمایا۔ پہلے تین پھیروں میں رمل کیا اور باقی چار پھیروں میں معمولی رفتار سے چلے۔ ہر چکر میں حجر اسود کے سامنے پہنچتے تو تو اپنے عصا سے حجر اسود کی طرف اشارہ کر کے عصا کو چوم لیتے تھے۔ حجر اسود کا استلام کبھی حضور علیہ السلام عصا کے ذریعے سے کیا اور کبھی ہاتھ سے چھو کر چوم لیا۔ اور کبھی ہاتھ اور کبھی لب مبارک سے چومتے تھے۔ (نسائی، ج ۲، ص ۳۱)

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہوئے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کے پاس تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز واجب طواف ادا کی نماز دوگانہ سے فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام فرمایا اور سامنے کے دروازہ سے صفاہ پہاڑی کی جانب روانہ ہوئے۔ صفا پہاڑی کے اوپر اونچائی پر پہنچے تو قبلہ رخ ہو کر یہ آیت پڑھی۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے دین کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پھر صفا و مروہ کی سعی فرمائی اور چونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لئے حضور علیہ السلام نے عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام نہیں اتارا۔

Marfat.com

آٹھویں ذوالحج بروز جمعرات سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لے گئے اور پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب و عشاء اور فجر منیٰ میں ادا فرما کر نویں ذوالحج جمعہ کے دن حضور علیہ السلام عرفات کے میدان میں تشریف لے گئے۔

حضور تاجدارِ کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات پہنچ کر خیمہ میں قیام فرمایا۔ یہ وہ ہی مقام تھا جہاں کبھی کوئی حضور علیہ السلام کی بات تک سننا نہیں چاہتا تھا۔ مگر آج اسی مقام پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کے اردگرد سر جھکائے مؤدبانہ کھڑے تھے اور انتہائی خاموشی سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے روح پرور ارشادات سن رہے تھے۔ حضور آقا کریم علیہ السلام جو کچھ ارشاد فرماتے اسے نزدیک والے بھی سنتے تھے اور دور والے بھی یکساں سن رہے تھے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی یمن کی مہم سے فارغ ہو کر حجاج کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے۔ سرکار مدینہ سرور قلب و سینہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر حج کا خطبہ شروع فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے ضروری احکام اسلام کا اعلان فرمایا اور زمانہ جاہلیت کی تمام برائیوں، بیہودہ رسموں کو مٹاتے ہوئے اعلان فرمایا کہ

اَلَا كُلُّ شَىْءٍ مِّنَ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَىَّ مَوْضُوْعٌ

یعنی سن لو جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال ہیں۔

(ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۶۳...... مسلم، ج ۱، ص ۳۹۷، باب حجۃ الوداع)

نبی کائنات دستگیر زماں سرور دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر تاریخی خطاب جو اخلاق و کردار اور حسن معاشرت کے اہم نکات پر مشتمل تھا ارشاد فرمایا۔ زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور رنگ و نسل کی برتری اور قومیت میں اونچ نیچ کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہوئے اور مساواتِ اسلام کا جھنڈا بلند فرماتے ہوئے تاجدار کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخی خطبہ کو شروع فرمایا۔ یہ وہ خطبہ ہے جسے دنیائے انسانیت کے حقوق اولین عالمی منشور کی حیثیت حاصل ہے۔ فصاحت و بلاغت کے اس شاہکار میں انتہائی اختصار و جامعیت کے ساتھ ہر وہ ہدایت موجود ہے جس کی نسلِ انسانی کو عموماً اور اہل ایمان کو خصوصاً زندگی کے ہر موڑ و مراحل میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اس معاشرے میں مساواتِ انسانی کے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ زریں قانون نافذ کر کے بیک جنبش لب غلاموں کے ہمسر اور انسانی شرف سے بہرہ ور فرما دیا۔ اور خود سرورِ عالم داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل بھی اسی کے مطابق تھا۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 51:

خطبہ حجۃ الوداع

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ (۱)، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا أَحْمَرَ (۲) عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوٰى۔ (مسند امام احمد)

یعنی اے لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ آدم علیہ السلام ایک ہے۔ سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقوی کے سبب سے ہے۔

اسی طرح تمام دنیا میں امن و امان قائم فرمانے کے لئے امن و سلامتی کے تاجدار جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمان بھی جاری فرمایا کہ

فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا إِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ۔ (بخاری و مسلم و ابوداؤد)

یعنی تمہارا خون تمہارا مال تم پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارا یہ دن تمہارا یہ ماہ اور تمہارا یہ شہر محترم ہے اور اس کی حرمت کو پامال کرنا حرام ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوْا قَوْلِيْ فَإِنِّيْ لَا أَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا القالم بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا بِهٰذَا الْمُوْقِفِ اَبَدًا

یعنی اے لوگو میں جو کچھ کہوں اسے غور سے سنو شاید آئندہ سال اور اس کے بعد پھر کبھی یہاں تم سے میری ملاقات نہ ہو سکے۔

غور سے سنو شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ اب اس سرزمین پر اس کی پرستش کی جائے۔ لیکن اس کی پرستش کے بجائے اگر شیطان کی صرف اطاعت ہی کی گئی تب بھی وہ بہت خوش ہوگا۔ اس لئے دینی امور میں شیطانی وسوسوں کو اپنے قریب نہ آنے دو۔

اور جس کسی کے پاس دوسرے کی امانت ہو وہ امانت اس کے مالک کو لوٹا دی جائے۔ یعنی اس میں

Marfat.com

خیانت نہ کرے۔ اور آج ہر قسم کا سود ختم کر دیا گیا۔ اصل رقم کے علاوہ تم کچھ نہیں لے سکتے۔ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ قیامت کے دن تم پر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سود سے منع فرما دیا ہے۔ سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کا سود جو دوسروں پر واجب الادا ہے۔ اسے ختم کرتا ہوں اور جاہلیت کے مقتولین کا قصاص اور دیت دونوں کالعدم قرار دی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے میں بنو ہاشم کے بیٹے ابن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے شیر خوار اور فرزند کا بدلہ اور دیت معاف کرتا ہوں۔

جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا۔ زمانہ گھوم کر آج پھر اسی نقطہ پر آ گیا ہے۔ چار ماہ مقدس ہیں۔ حرمت والے ہیں۔ یعنی تین مسلسل و لگاتار ہیں۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب یہ منفرد ہے۔

اے لوگو غور سے سنو جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے انہیں مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو کبھی ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔ وہ چیزیں بذات خود نہایت واضح ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت ہے۔ دوسری روایت میں ہے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

هَلْ تَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ هٰذَا؟

تم لوگ جانتے ہو آج کا دن کون سا دن ہے؟ تمام لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج اکبر کا دن ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ختم فرماتے ہوئے فرمایا۔ اے حجاج کرام تم سے اللہ تعالیٰ کے یہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو تم لوگ کیا جواب دو گے۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ سے کہہ دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا حق ادا کر دیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ ھَلْ بَلَّغْتُ۔ اے اللہ تعالیٰ تو سن رہا ہے میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ لوگوں کی طرف سے آوازیں آنے لگی۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ تو حضور علیہ السلام نے تین بار فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ

حضور علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنی انگشت مبارک اٹھاتے ہوئے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔

اے اللہ تو گواہ رہنا اے اللہ تو گواہ رہنا اے اللہ تو گواہ رہنا۔ (ابوداؤد شریف، ج ا، ص ۲۶۳)

Marfat.com

عین اسی حالت میں جب کہ خطبہ حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام اپنا فرض رسالت ادا فرما رہے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

یعنی آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت انعام کو تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ یعنی تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔ (سورۃ المائدہ آیت ۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دین کی تکمیل اور منصب رسالت کی ترجمانی کو حضور شہنشاہ کونین جان دو عالم حضور سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے مترادف سمجھ کر رونے لگے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم موقف میں تشریف لے گئے اور جبل رحمت کے نیچے غروب آفتاب تک دعا میں مصروف رہے۔ غروب آفتاب کے بعد میدان عرفات سے سوا لاکھ حجاج کے ازدحام میں مزدلفہ پہنچے۔ یہاں پہلے نماز مغرب پھر ساتھ ہی نماز عشا ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی۔ مشعر الحرام کے پاس رات بھر امت کی بخشش کے لئے دعائیں مانگتے رہے اور نماز فجر پڑھ کر سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منی کے لئے روانہ ہو گئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے جمرہ کے پاس تشریف لائے اور بڑے جمرہ کو سات کنکریاں ماریں یعنی جمرہ عقبہ کو پھر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز میں فرمایا کہ حج کے مسائل سیکھ لو شاید اس کے بعد میں دوسرا حج نہ کر سکوں گا۔ (مسلم، ج ۱، ص ۴۱۹)

منی میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بہت سے مسائل و احکام کا اعلان فرمایا۔ پھر قربان گاہ میں تشریف لے گئے۔ حضور علیہ السلام کے قربانی کے سو اونٹ تھے۔ ۶۳ اونٹ حضور علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھوں سے ذبح فرمائے اور باقی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ذبح کئے۔ سب گوشت وغیرہ خیرات کر دینے کا حکم فرمایا اور قصاب کی مزدوری اس سے نہ ادا کی جائے بلکہ مزدوری الگ سے ادا کی جائے۔

موئے مبارک اور حلق

قربانی کے بعد حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ السلام نے سر مبارک کے موئے مبارک اتروائے اور کچھ حصہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور باقی موئے مبارک کو مسلمانوں میں تقسیم

Marfat.com

کر دینے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام مکہ مکرمہ تشریف لائے اور طواف زیارت کیا۔ اور پھر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم زم زم کے کنواں پر تشریف لائے۔ خاندان عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے لوگ حاجیوں کو زم زم پلا رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تمہارے ہاتھوں سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پینے لگیں گے۔ تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی بھر کر پیتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زم زم شریف بھر کر حضور علیہ السلام کو پیش فرمایا تو آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رخ کھڑے ہو کر زم زم شریف نوش فرمایا۔ سعی کی اور پھر منی واپس تشریف لے گئے۔ اور بارہ ذوالحجہ کے دن تک منی میں مقیم رہے اور ہر روز زوال کے بعد جمروں کو کنکریاں مارتے رہے۔

دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اے اللہ تعالیٰ حلق کرانے والوں کو بخش دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بال چھوٹے کرانے والوں کو بھی؟ حضور علیہ السلام نے پھر وہی دعا فرمائی۔ اے اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں کو بخش دے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بال ترشوانے والوں کو بھی؟ پھر سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی دعا فرمائی اے اللہ تعالیٰ حلق کرانے والوں کو بخش دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب تیسری بار عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصر کرانے والوں کو بھی؟ تب حضور علیہ السلام نے ان صحابہ کرام کی التجاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا اور فرمایا اے اللہ تعالیٰ قصر کرانے والوں کو بھی بخش دے۔ اس دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر علماء کرام نے حج کرنے والوں کے لئے حلق کو قصر سے افضل قرار دیا ہے۔ کیونکہ قصر کرنے والوں کے لئے ایک مرتبہ دعا فرمائی وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصرار کے بعد۔ جبکہ حلق کرانے والوں کے لئے بغیر کسی مطالبے کے حضور علیہ السلام نے دو مرتبہ دعا فرمائی اور حضور علیہ السلام نے خود بھی حلق کرایا۔ اس لئے حلق افضل ہے۔

طواف الوداع اور مدینہ منورہ روانگی

۱۳ ذوالحجہ کو زوال کے بعد کنکر مار کر منی سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رخصت ہو کر وادی محصب میں آکر قیام فرمایا اور رات یہاں ہی بسر کی۔ آخر شب مکہ مکرمہ تشریف لائے اور آخری طواف الوداع کیا اور فجر کی نماز ادا کی اور مہاجرین وانصار کی معیت میں مدینہ منورہ کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

راستے میں جحفہ کے قریب ایک تالاب تھا اس کو عربی میں غدیر کہتے ہیں اور اس مقام کو خم بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے یہ جگہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں غدیر خم کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ اس جگہ پر غیب دان نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لوگو میں بھی ایک انسان ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میرے اللہ تعالیٰ کا فرستادہ کسی وقت آجائے اور مجھے اس کے ساتھ جانا پڑے یعنی میرا وصال ہو جائے۔

میں تمہارے پاس دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جس میں ہدایت و نور ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور دوسری اپنے اہل بیت پھر تین مرتبہ فرمایا میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں یعنی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کرنا۔

(مسلم، ج ۱ ص ۲۷۹......)

مسلم شریف میں اسی حد تک ہے اور اس کی صحت پر اتفاق ہے لیکن حدیث شریف کی کچھ اور کتابوں میں مثلاً ترمذی، نسائی، طبرانی وغیرہ میں مزید الفاظ بھی مذکور ہیں۔ لیکن ان کی صحت پر اتفاق نہیں۔ بلکہ ابوداؤد۔ اور ابوحاتم رازی نے ان روایات پر جرح کر رکھی۔

تاہم یہی جملے ان تمام روایات میں پائے جاتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔ (مشکوۃ، ص ۵۶۵)

یعنی جس کا میں مولا ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولا ہیں۔ یا اللہ جو شخص علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ تو بھی محبت رکھ اور جو اس کا دشمن ہو اس کے ساتھ تو بھی عداوت رکھ۔

غدیر خم کے خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے کوئی ایسا کام کر ڈالا جس کو یمن کے ساتھیوں نے پسند نہیں کیا بلکہ ان میں سے ایک نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں شکایت بھی کردی جس کا سید عالم ﷺ نے یہ جواب دیا۔

حضور تاجدار کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ علی رضی اللہ عنہ کو اس سے زیادہ کا حق ہے۔ ممکن ہے کہ اسی قسم کے شبہات وشکوک کو یمن کے مسلمانوں کے دلوں سے دور کرنے کے لئے اس موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت علی مولا مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے فضائل بھی بیان فرما دیئے۔

(بخاری، ج ۲، ص ۶۲۳۔ بعث الی یمن، ترمذی مناقب علی)

Marfat.com

شیعہ کا ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض شیعہ حضرات نے اس موقع پر لکھا ہے کہ غدیر خم کا خطبہ یہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا اعلان تھا مگر اہل حق و اہل فہم پر روشن ہے کہ یہ محض ایک شیعہ کا ڈرامہ ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ اگر واقعی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لئے خلافت بلا فصل کا اعلان کرنا تھا تو میدان عرفات میں یا منیٰ یا بیت اللہ شریف خطبوں میں یہ اعلان فرمانا زیادہ مناسب تھا۔ جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کا اجتماع تھا نہ یہ کہ غدیر خم پر جہاں یمن اور مدینہ منورہ والوں کے سوا کوئی بھی نہ تھا۔

اس کے بعد یہ قافلہ چلا اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر مقام ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی اور صبح سویرے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور مدینہ منورہ کی عمارتوں پر نظر پڑی تو مندرجہ ذیل کلمات ثناء وتشکر زبان مبارک پر جاری ہوگئے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ

Marfat.com

باب 52:

ہجرت کا گیارہواں سال

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فراغت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کو شام پر حملہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس وقت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی عمر پچیس سال سے بھی کم تھی۔ یہاں پر یہ بات ہم واضح کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے اس لشکر کی قیادت ایک پچیس سالہ نوجوان کو عطا فرما رہے تھے اس وقت لشکر میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت بھی موجود تھی۔ لیکن کسی صحابی نے ان کی قیادت پر اعتراض نہیں کیا۔ ان کے اس عمل سے یہ بات روشن وعیاں ہو رہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کا حضور علیہ السلام کی ذات گرامی پر مضبوط ایمان اور کامل یقین تھا۔ تبھی تو وہ آنکھیں بند کر کے حضور علیہ السلام کے ہر فرمان ذیشان کی تعمیل کرتے تھے۔

لیکن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنانے میں آقا کریم علیہ السلام نے مندرجہ ذیل دو حکمت عملیوں کو ملحوظ رکھا تھا۔

1. سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے والد سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ کے مقام پر انہی عیسائیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ اس لئے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا تھا تاکہ وہ فتح حاصل کر کے اپنے باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی تمنا پوری کر سکیں اور نوجوان کو سپہ سالار بنا کر ان کو تجربہ کار جنگجو اور نوجوانی کی عمر ہی میں ان کو جنگی خطرات ومصائب سے نمٹنے کا طریقہ سکھلانا مقصود تھا۔
2. نبی کریم علیہ السلام نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے لشکر کو سرزمین فلسطین کے اس کونے پر لے جانا جہاں پر بلقاء اور روم کی سرحدیں مل جاتی ہیں۔ وہاں ٹھہرتے ہی لشکر کو مورچہ بندی کا حکم دینا اور تم نے اپنی منزل کی طرف اس قدر احتیاط سے رواں دواں ہونا ہے کہ دشمن کو اس کی خبر تک نہ ہو اور فتح ہوتے ہی واپس مدینہ منورہ لوٹ آنا، آگے کسی علاقے کی طرف لشکر کشی نہ کرنا۔

حضور علیہ السلام کی علالت اور اسامہ کی واپسی

لشکر اسلام ابھی مقام جرف تک ہی پہنچا تھا کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ ابھی اپنے لشکر کا جائزہ لے رہے

Marfat.com

تھے کہ اچانک نبی کریم ﷺ کی علالت کی خبر ملی۔ اس پر لشکر نے وہیں پڑاؤ ڈال لیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں شام کی جانب لشکر روانہ نہ ہو سکا۔ یہاں یہ سوال ذہنوں میں گردش کر رہا ہے کہ جس لشکر کو نبی کریم ﷺ نے بڑی تاکید سے روانہ کیا تھا تو علالت کی وجہ سے اس کو واپس بلا لینے میں آخر کیا حکمت تھی؟

جواب یہ ہے کہ شام کے طویل سفر میں صحرائی علاقے کو عبور کرنا بڑا ہی مشکل امر تھا۔ قدم قدم پر دشمن کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا۔ ادھر نبی کریم ﷺ کی علالت جو مسلمانوں کو اپنی جانوں سے زیادہ پیاری تھی اس غم کی حالت میں مسلمانوں کے لئے مدینہ منورہ چھوڑنا اور طویل سفر کرنا بالکل نامناسب تھا۔ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ ان کے غم کی حالت میں مسلمانوں کے قرۃ العینین اور ان کے دلوں کی دھڑکن اور سکون قلب نبی رحمت ﷺ کو وہ علالت کی حالت میں چھوڑ کر اس پریشانی کے عالم میں اتنا لمبا سفر کیسے کرتے۔ اس لئے اس وقت سفر کے نتائج بہتر معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ یہ وہ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کو فی الوقت ملتوی کر دیا گیا۔ ادھر نبی کریم ﷺ کی علالت میں اضافہ ہوتا گیا۔ لیکن اس حالت میں بھی نبی کریم ﷺ کے صبر و استقلال کا یہ عالم تھا کہ زبان نبوت سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل قبور کے لئے دعا کرنا

بیماری کی پہلی رات یہ عجیب واقعہ پیش آیا کہ علالت کی شدت سے آقا کریم علیہ السلام اپنے جسم میں بے چینی محسوس فرما رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا کہ رات کو تاجدار کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لاتے ہیں اور ایک غلام کے ہمراہ بقیع کے قبرستان کی طرف رخ فرمایا اور ایک غلام ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

اِنِّیْ قَدْ اُمِرْتُ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لِاَهْلِ هٰذَا الْبَقِیْعِ فَانْطَلِقْ مَعِیَ

یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بقیع الغرقد قبرستان میں مدفون لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کروں۔ اے ابو مویہبہ رضی اللہ عنہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ جب قبرستان کے وسط میں تشریف لے گئے تو وہاں پر ان الفاظ میں دعا فرمائی:

Marfat.com

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْمَقَابِرِ لِیَھْنِ لَکُمْ مَا اَصْبَحْتُمْ فِیْہِ مِمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ فِیْہِ اَقْبَلَتِ الْفِتَنُ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یَتْبَعُ آخِرُھَا اَوَّلَھَا وَالْآخِرَۃُ شَرٌّ مِنَ الْاُوْلٰی۔

اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو تم میں جو جس حالت میں ہے۔ اس پر خوش رہنے سے جی نہ چرائے۔ تمام لوگ ایک دن اس جگہ آئیں گے۔ فتنے اس قدر آچکے ہیں جس طرح کے تاریک رات میں تاریکی کے پردے ایک کے بعد دوسرا فتنہ لگاتا آرہا ہے اور بعد میں آنے والا فتنہ پہلے سے زیادہ خطرناک ہے۔ پھر دعائے استغفار کے بعد نبی کریم ﷺ ابو مویہبہ کے ساتھ آگے چل پڑے تو ابو مویہبہ کو فرمایا:

یَا اَبَا مُوَیْھِبَۃَ اِنِّیْ قَدْ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الدُّنْیَا وَالْخُلُوْدَ فِیْھَا ثُمَّ الْجَنَّۃَ فَخُیِّرْتُ بَیْنَ ذَالِکَ وَ بَیْنَ لِقَاءِ رَبِّیْ وَالْجَنَّۃَ۔ (مسند امام احمد بن حنبل، ۱۲۵ے۳۷)

یعنی اے ابو مویہبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا کے خزانے اور ہمیشہ کی زندگی کا اختیار عطا فرمایا ہے اور اس کے مدمقابل جنت کا اختیار عطا فرمایا۔ لیکن میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو پسند کرلیا ہے۔ اگلے روز مرض شدت اختیار کر گیا۔ ایامِ مرض کے ابتدائی دنوں میں بخار میں کافی شدت تھی۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات اور دیگر اہل خانہ کو حکم فرمایا کہ

صُبُّوْا عَلَیَّ مِنْ سَبْعِ قُرَبٍ مِنْ آبَارٍ شَتّٰی حَتّٰی اَخْرُجَ اِلَی النَّاسِ فَاَعْھَدَ اِلَیْھِمْ (اَوْ کَمَا قَالَ)

یعنی میرے لئے سات کنوؤں کا علیحدہ علیحدہ پانی لایا جائے تاکہ میں غسل کر کے لوگوں کے پاس جاؤں۔ کیونکہ میں نے ان سے ملاقات کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے غسل فرمایا اور سادہ پوشاک زیب تن کیے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ گر ہو کر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اس کے بعد شہدائے احد کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ بعد ازاں لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں کے شبہات کا ازالہ فرمایا کہ اے لوگو اسامہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں بحث نہ کرو۔ مجھے میری عمر کی قسم آج جس طرح تم اسامہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو۔ اس سے قبل تم اسی طرح اس کے باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو۔ بے شک اسامہ رضی اللہ عنہ اس امارت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جس طرح اس کا باپ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ کی امارت کے لئے پیدا کیا گیا تھا۔

(مسند ابی [illegible] ج ۱، ص [illegible] ... طبقات الکبریٰ لابن سعد۔ ج ۲، ص ۱۶۱)

Marfat.com

پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ خَيْرٌ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَبَيْنَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَاخْتَارَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ خواہ وہ دنیا کو اختیار کرے خواہ آخرت کو لیکن اس نے آخرت میں اس کے قرب کو اختیار کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق راز دار مصطفیٰ رضی اللہ عنہ جو سفر کے ساتھی غار کے ساتھی مزار کے ساتھی رونے لگے اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھ کر حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کو سمجھ گئے کہ حضور علیہ السلام نے خود اپنا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہچکی بندھ گئی۔

اور جب خاموش ہوئے تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آقا ہماری جانیں اور ہماری اولادیں قربان ہوں۔ کیا حضور علیہ السلام کے بغیر ہم زندہ رہ سکیں گے؟

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں لوگوں کے گھروں کے جس قدر دروازے، دریچے ہیں وہ بند کردیئے جائیں۔ سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ پھر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ

اِنِّیْ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا كَانَ اَفْضَلُ فِی الصُّحْبَةِ مِنْهُ وَاِنِّیْ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ الْعِبَادِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَكْرٍ خَلِيْلًا وَ لٰكِنْ صُحْبَةٌ وَاَخَاءُ اِيْمَانٍ حَتّٰى يَجْمَعَ اللّٰهُ بَيْنَنَا عِنْدَهٗ

یعنی میں نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہیں پایا اور اگر میں بندوں میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بناتا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میرا تعلق ہم نشینی بھائی چارہ ایمان کا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاس اکٹھا کرے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام منبر سے نیچے اترے اور حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لے گئے۔

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 53:

مہاجرین وانصار کے متعلق وصیت

اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثیر تعداد میں مسجد نبوی شریف میں جمع تھے۔ پھر دوبارہ حضور علیہ السلام مہاجرین کو انصار کے حق میں وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے مہاجرین تم انصار کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان کے علاوہ دوسروں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ انصار میرے ایسے رفیق ہیں جن کے دامن میں مجھے سکون ملا۔ ان کی محبت اور خوبیوں کی قدر کرنا اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرنا۔

تاجدارِ کائنات جانِ دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت شدت اختیار کر گئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ اس کے متعلق حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ علیل ہو گئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور نماز کے لئے عرض کرنے آئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہہ دیں کہ نماز پڑھائیں تو حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت رقیق القلب انسان ہیں۔ جب وہ حضور علیہ السلام کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے اور اس طرح لوگوں کی نماز میں خلل پڑے گا۔ اس لئے حضور علیہ السلام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرما دیں تو بہتر ہوگا۔ سید الرسل مولائے کل مالک دوجہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر پھر فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

اس پر حضرت سیدہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں وہ نماز میں رونا شروع کر دیں گے اور لوگوں کی نماز میں خلل پڑے گا۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہی بات آقا کریم علیہ السلام سے عرض کر دی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً تم صواحبِ حضرت یوسف رضی اللہ عنہ کی طرح ہو پھر سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

اس پر سیدہ بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا کہ تم نے مجھے ناحق شرمندہ کروایا ہے۔

(بخاری ومسلم وسنن الترمذی سنن ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۷/۳، ۴۷۳ ۔ رقم الحدیث ۶۶۴ ۔ رقم ۳۶۷۲ ۔ رقم ۱۲۳۴)

آخر نبی کائنات فخر آدم و بنی آدم قاسم کوثر و تسنیم سید عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق

Marfat.com

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل نے نماز کی امامت فرمائی۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ پا کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کو کہا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلند آواز تھے۔ جب آپ نے بلند آواز سے تکبیر کہی تو اس وقت ان کی آواز حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں سید عالم جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں آئی تو حضور سید الرسل مالک کل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَأَيْنَ أَبُوْبَكْرٍ؟ يَأْبَى اللّٰهُ ذٰلِكَ وَالْمُسْلِمُوْنَ

یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں ہے۔ اللہ اور مسلمان اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور نماز پڑھائے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج ۱۴، ص ۴۰۲)

راز کی گفتگو لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

حضور تاجدارِ کائنات مالک کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر روز اپنے شفیق و محبوب باپ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و عیادت کے لئے تشریف لایا کرتی تھیں۔ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کو بہت زیادہ محبت تھی۔ اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے ابا جان سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ پیار تھا۔

دونوں باپ اور بیٹی کے درمیان اس قدر محبت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضور علیہ السلام کی اولاد مبارک میں سے صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حیات تھیں۔ اس لئے جب بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے اور اپنی بیٹی کی پیشانی کا بوسہ لیتے اور ان کو اپنی مسند پر بیٹھنے کا اعزاز بخشتے اور یہی عادتِ مبارکہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی تھی کہ جب بھی آقا کریم علیہ السلام سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی حضور علیہ السلام کے لئے اپنی نشست کو خالی کر دیتی تھیں تو پھر حضور علیہ السلام ان کی مسند پر جلوہ فرما ہوتے۔ پھر حضور علیہ السلام نے ایک روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان مبارک میں کچھ فرمایا تو سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر کچھ کان میں فرمایا تو وہ مسکرانے لگیں۔

بعد ازاں جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلے جب حضور علیہ السلام نے اپنے وصال کا ذکر فرمایا تو میں رو پڑی اور بعد میں جو فرمایا کہ جنت میں

Marfat.com

سب سے پہلے میری ملاقات تم سے ہوگی، تو یہ خوشخبری سن کر میں ہنس پڑی۔

(بخاری شریف، رقم ۳۶۲۳، مسلم شریف ج ۴، ص ۱۹۰۵)

تحریر لکھوانے کا ارادہ یعنی واقعہ قرطاس

دربارِ رسالت مآب نور مجسم حضور محمد مصطفیٰ ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد جمع تھی، تو آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس قلم و دوات اور ورق یعنی کاغذ لے کر آؤ۔ میں تمہارے لئے تحریر لکھ دوں تا کہ تم لوگوں نے اس پر عمل کیا تو کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔

حاضرین مجلس میں سے کسی نے کہا۔ بے شک اس وقت رسول اللہ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ قرآن تمہارے پاس موجود ہے اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

کہا یہ جاتا ہے کہ یہ بات کہنے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ اب اس موقعہ پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ جب حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حالت میں دیکھا تو فرمایا یہاں سے اٹھ جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں مسلمانوں کے لئے اس طرح کا اختلاف کرنا جائز نہیں۔

(متفق علیہ، فتح الباری)

یہ روایت اگرچہ متفق علیہ ہے اور عبدالرزاق ملیح آبادی بھی اس کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن درایت کے لحاظ سے قابلِ تسلیم نہیں ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مشہور کتاب الفاروق میں اس پر بھرپور جرح کی ہے اور اسے متعدد وجوہ سے ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔ یہ اعتراض ایک مدت سے چلا آرہا ہے اور مسلمانوں کے دو مختلف گروہوں نے اس پر بڑی طبع آزمائیاں کی ہیں۔ لیکن اصولِ درایت سے کسی نے کام نہیں کیا۔

نبی کریم ﷺ کم و بیش ۱۳ دن تک بیمار رہے۔ کاغذ و قلم طلب کرنے کا واقعہ جمعرات کے دن کا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف و مسلم شریف میں بتصریح مذکور ہے۔ چونکہ نبی کریم علیہ السلام نے دوشنبہ سوموار کے دن وصال فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ چار دن تک حیات رہے۔ اس تمام مدت بیماری میں آقا کریم علیہ السلام کی نسبت اور کوئی واقعہ اختلالِ حواس کا کسی روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے۔

اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ لیکن یہ حدیث باوجود اس کے بہت سے طریقوں سے مروی ہے۔ چنانچہ صرف بخاری شریف میں سات طریقوں سے مذکور ہے۔

Marfat.com

بایں ہمہ بجز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اور کسی صحابی سے یا اہلِ بیت اطہار میں سے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی منقول نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال کی تھی سب سے بڑھ کر یہ کہ جس وقت کا یہ واقعہ ہے۔ اس موقعہ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ واقعہ انہوں نے کسی سے سنا ہے۔ بخاری شریف باب کتاب العلم میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں موجود تھے۔ اس لئے محدثین نے اس پر بحث کی ہے اور قوی دلائل قطعی سے ثابت کیا ہے کہ آپ موجود نہ تھے۔ دیکھو فتح الباری باب کتاب العلم۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نقل کفر کفر نہ باشد لوگ بہکی ہوئی باتیں کر رہے ہیں۔ اب سب سے پہلے یہ امر قابلِ غور و فکر ہے کہ جب اور کوئی قرینہ یا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختلالِ حواس کا کہیں کسی روایت میں مذکور نہیں ہے۔ تو صرف اس قدر کہنے سے کہ قلم دوات لاؤ۔ لوگوں کو ہذیان کا خیال کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

فرض کر لو! العیاذ باللہ انبیاء کرام سے ہذیان سے سرزد ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ معمولی بات کہیں تو ہذیان سمجھی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب یہ کہنا کہ قلم دوات لاؤ۔ میں ایسی تحریر لکھ دوں کہ آئندہ تم گمراہ نہ ہو۔ اس میں ہذیان کی کیا بات ہے؟

ہمارے نکتہ وروں نے یہ مضمون آفرینی کی ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اس لئے حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ میں لکھ دوں۔ ہذیان کا قرینہ تھا۔ لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ لکھنے کے معنی لکھوانے کے بھی آتے ہیں۔ اور یہ مجاز عموماً شائع اور ذائع ہے۔ اس کے ساتھ جب ان امور کا لحاظ کیا جائے کہ اتنے بڑے عظیم الشان واقعہ میں تمام صحابہ کرام میں صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی اس کے راوی ہیں اور یہ کہ ان کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال کی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس واقعہ کے وقت موجود نہ تھے۔ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس روایت کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

ممکن ہے کہ کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گزرے کہ بخاری شریف و مسلم شریف کی حدیث پر شبہ کیا جائے لیکن اس کو سمجھنا چاہیئے کہ بخاری شریف و مسلم شریف کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا کہ وہ واقعہ کی پوری ہیئت محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس سے کہیں زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہذیان اور سیدنا فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نسبت گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ (الفاروق، ص ۱۱۱ تا ۱۱۵)

Marfat.com

باب 54:

پیر کا دن اور وصال

اتوار کی رات کو کافی افاقہ ہوا تو فجر کی نماز میں سر مبارک پر عمامہ شریف رکھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے کندھوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے۔ نماز فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضور علیہ السلام کے یارِ غار خلیفہ اول بلا فصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سید عالم مالک کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تشریف آوری کو محسوس کیا تو ان کی محبت و مسرت کا عالم دیدنی تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں کی ٹھنڈک نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم آج کافی دنوں کے بعد مسجد میں تشریف لائے تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مصلی امامت کی طرف بڑھنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے راستہ چھوڑنا شروع کر دیا۔ رخ مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے چہرہ اقدس کی طرف مڑنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ نماز مکمل کر لو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز میں اس قدر عاجزی و انکساری کو دیکھ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مصلی امامت کی طرف بڑھنے کے لئے جگہ چھوڑ رہے ہیں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مصلی امامت کو چھوڑ کر صف میں شریک ہونا چاہا تو آقا کریم رضی اللہ عنہ نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا کہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہو اور خود سرورِ عالم علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ کچھ اس طرح کا منظر بن گیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کروا رہے ہیں اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکبر کی حیثیت سے لوگوں کی امامت کروا رہے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن سے نمازیں پڑھا رہے تھے۔ ایک دن سرکارِ دو عالم جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں خیال آیا کہ میں دیکھوں میرے غلام کس حالت میں ہیں؟ چنانچہ جب آقا کریم علیہ السلام نے اپنے حجرہ انور کا پردہ ہٹایا اور اپنے غلاموں کو دیکھا کہ وہ نماز کی حالت میں ہیں۔ قربان جاؤں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ نماز کی حالت میں رخ قبلے سے پھیر کر قبلہ کے قبلہ کی جانب

Marfat.com

کرلیا اور سرکار کائنات علیہ السلام کی زیارت کر رہے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی تین دن سے زیارت نہیں ہوئی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ سجدوں کی قضا تو ادا ہو جائے گی لیکن نظروں کی قضا ادا نہیں ہو گی۔ بلکہ اصل تو نماز ہی یہی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

رکھا درِ مصطفیٰ پر جو میں نے سر — غیب سے ندا یہ آئی او بے خبر
تیرے وہ سجدے بھی ادا ہوئے — جو قضا ہوئے تھے نماز میں

اور قلندر لاہوری حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ

ادائے دید حق سراپا نیاز تھی تیری — کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

امام اہل سنت کشتہ عشقِ رسالت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا خوب فرمایا ہے:

اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں — اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

یہ حال تھا مقتدیوں کا کہ ان کے چہرے قبلہ سے ہٹ کر کعبہ کے کعبہ کی جانب پھر گئے۔ اور ادھر امام کی یہ کیفیت کہ مصلی امامت چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے کہ شاید آقا کریم علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو خوش ہوئے اور حکم فرمایا کہ اے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر نماز مکمل کرو۔ اب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہاں سے ہی نماز کی ابتداء کی نہ کہ دوبارہ سے شروع کی۔ کیونکہ نماز کے دوران اگر نبی کریم علیہ السلام بلائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فوراً حاضر ہو جاؤ۔

کیونکہ نماز بھی میری ہے اور محبوب بھی میرا ہے۔ بلکہ فقہائے کرام فرماتے ہیں اگر کسی کو آقا کریم علیہ السلام آواز دیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو تو وہ نماز چھوڑ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو جائے اور اگر نبی کریم رضی اللہ عنہم اسے کسی کام کے لئے بھیج دیں تو وہ کام کر کے دوبارہ نماز میں مشغول ہو جائے اور اسی جگہ سے شروع کرے گا۔ جہاں سے وہ نماز چھوڑ کر گیا تھا۔ کیونکہ وہ نماز ہی میں ہے۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب رضی اللہ عنہم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

شوق تیرا گر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

آقا کریم علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا میں تمہارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ اور تم پر شہید ہوں اور تم سے ملاقات کا وعدہ حوض کوثر پر ہے۔ میں اس وقت حوض کوثر پر کھڑا ہوں۔ میرا منبر حوض کوثر کے اوپر ہے اور

Marfat.com

میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں۔

مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ میں شرک کو مٹا کر جا رہا ہوں لیکن جس بات کا مجھے ڈر ہے وہ دنیا ہے۔ کہیں اس کے فریب و ہوس و ہوا میں تم کھو نہ جاؤ۔ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش نہ کرنے لگو۔ اور آپس میں لڑ کر اسی طرح نہ ہلاک ہو جاؤ جس طرح پہلی قومیں ہلاک ہو چکی ہیں۔

اے مہاجرین انصار کے حق میں میری نیک وصیت کا خیال رکھنا سب لوگ زیادہ ہو جائیں گے مگر انصار نہیں بڑھیں گے۔ انصار نے مجھ سے محبت کی اور میرا اور آپ سب مہاجرین کا ساتھ دیا۔ ان کے اچھوں سے اچھا سلوک کرنا اور اگر کوئی برا پیش آئے تو درگزر کرنا۔

حضور علیہ السلام نے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا دیکھو یہ مسجد میں دروازے نکلے ہوئے ہیں۔ ان سب کو بند کر دو۔ اور صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کا ایک دروازہ باقی رہنے دو۔

کیونکہ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کا ہم پر احسان ہو اور ہم نے اس کا بدلہ نہ اتار دیا ہو، بجز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جس کا احسان مجھ پر باقی ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کا عوض دے گا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا میں کسی اور کو نہیں جانتا جس نے میری رفاقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھ پر احسان کیا ہو۔ اس نے اپنی جان و مال سے میری مدد کی اپنی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح کیا۔ اور بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کیا۔ اور مجھے دارالہجرت تک سوار کر کے لایا۔

اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن ہمارے درمیان محبت اور اسلام کی محبت و اخوت ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاس جمع کر لے۔ میرا خلیل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (ابن ہشام مسند ابوسعید الخدری)

غسل کی وصیت

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں واپس تشریف لے گئے اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ تو ہی مجھے غسل دینا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آؤ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور خلافت کے معاملے کے متعلق

Marfat.com

دریافت کرلیں۔ اگر خلافت ہم میں رہی تو معلوم ہو جائے گا۔ اگر دوسروں میں ہوگی تو ہمارے حق میں اچھی وصیت فرمادیں گے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت مانگیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمادیا تو لوگ ہمیں پھر کبھی خلافت نہیں دیں گے۔

واللہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی خواہش نہیں کروں گا۔ (بخاری شریف، مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

خلافت اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ کہیں میرے بعد لوگ خلافت میں جھگڑا نہ ڈالیں۔ چنانچہ بار بار اس بات کا فیصلہ کر دینا چاہتے تھے، مگر خلافت کامل جمہوری معنوں میں چھوڑ جانے کی خاطر رک جاتے تھے۔ چنانچہ جب ایک دن مرض نے شدت اختیار کی تو عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جا اور کوئی جلد یا تختی لے کر آتا کہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک تحریر لکھ کر اختلاف کی راہ کو بند کر دوں۔ مگر جب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ لینے کے لیے جانے لگے تو انہیں یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ اے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور مومنین کو یہ گوارا اور منظور نہ ہوگا کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اختلاف کریں۔

(مسند عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)

Marfat.com

باب 55:

آخری دن دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بارہ دن بیماری پر گزر چکے تھے۔ تیرھواں دن دوشنبہ دار فانی سے وصال اور عالم جاودانی میں داخلہ اور جوار رحمت میں پہنچنے کا دن تھا۔ اس لئے قدرتی طور پر روح از حد مسرور اور پر نشاط تھی۔

نوٹ: یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، بعثت، ہجرت میں مکہ مکرمہ سے خروج اور مدینہ منورہ میں دخول، فتح مکہ، اور وصال یہ تمام اہم ترین واقعات جنہوں نے دنیا کی تاریخ پلٹ دی۔ یہ سب کے سب واقعات دوشنبہ ہی کے دن واقع ہوئے ہیں۔

(مسند امام احمد، بیہقی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ خصائص کبری)

اس سے قبل جب حضور علیہ السلام حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں سر رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مسواک لئے حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے اشارے سے مسواک طلب فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک لے کر چبائی اور نرم کی اس کے بعد حضور علیہ السلام کو دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی۔ اس وقت حضور علیہ السلام تندرست نظر آرہے تھے کہ میں نے اتنے اہتمام سے حضور علیہ السلام کو کبھی مسواک کرتے نہیں دیکھا۔

روایت میں آتا ہے کہ جس سے حضور سرور کون و مکاں ہادی برحق جانِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں شان و عظمت اور انتہائی قرب و محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے، وہ یہ کہ بیماری کے آخری ایام میں حضرت جبریل امین علیہ السلام تین دن متواتر حاضر خدمت ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ یہ محض اظہار محبت کے لئے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ سے کون سی چیز پوشیدہ ہو سکتی ہے؟

آخری دن جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے تو سلام کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر ملک الموت عزرائیل علیہ السلام کھڑے ہیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے اس نے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آئندہ کسی سے اجازت طلب کرے گا۔

تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل اس کو اندر آنے کی اجازت

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ ملک الموت علیہ السلام اندر حاضر ہوئے اور سلام پیش خدمت کیا۔ پھر عرض کی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت عطا فرمائیں تو میں اپنا کام کروں۔ ورنہ واپس چلا جاؤں۔

سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرت سے پوچھا کیا واقعی تم اسی طرح کرو گے۔ جس طرح میں کہوں گا۔ عزرائیل علیہ السلام نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کروں۔

نبی دو جہاں مالک کون و مکاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام کی طرف نگاہ اٹھائی تو انہوں نے عرض کی

يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰى لِقَائِكَ

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا مشتاق ہے۔ یہ مژدہ جانفزاء سنتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مسرت سے لبریز ہو گیا اور ملک الموت علیہ السلام کو روح قبض کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

(مشکوۃ، باب وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ماثبت بالسنہ میں لکھا ہے کہ ضحیٰ کے وقت حضور علیہ السلام مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے اور آج اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔ وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶۳ سال تھی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۱ھ کو ضحیٰ کے وقت اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کو رخصت ہوئے۔

اللہ اللہ کیا استقلال تھا نہ مرض اور نہ موت کی ہولناکیوں سے خائف ہوئے نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے۔ کیا محبت الٰہی تھی کہ اب جوارِ حبیب میں جلد پہنچ جانے دو اور درمیان میں کوئی روک بھی پیدا نہ کرو۔ کیا عبدیت تھی کہ باوجود معصوم و پاک ہونے کے امت کی بخشش و مغفرت کی دعائیں مانگتے رہے۔

Marfat.com

باب 56:

وقتِ وصال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کیفیت

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصالِ ظاہری ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ ان میں سے کوئی تو بے ہوش ہو گیا اور کوئی دنیا ہی سے چل بسا۔ کسی نے یہ کہا کہ اگر سرکارِ مدینہ علیہ السلام کا رخ زیبا نظر نہیں آتا تو یہ آنکھیں کس کام کی کیونکہ آنکھوں کی ساری بہار ہی ان میں ہے اور اپنی بینائی کھو بیٹھا۔ یہ شدید محبت کی علامت تھی۔ اہل بیت عظام علیہم الرضوان کو کتنا صدمہ پہنچا؟ اور اہل مدینہ منورہ کا کیا حال ہوا ہوگا؟ اس کی تصویر کشی کے لئے ہزاروں صفحات بھی کافی نہیں۔ وہ شمع رسالت کے پروانے جو چند دنوں تک جمالِ نبوت کا دیدار نہ کرتے تو ان کے دل بے قرار اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رنج و ملال میں نڈھال ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گئے اور اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کی سکت ہی نہیں رہی۔ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے دل پر ایسا دھچکا لگا کہ وہ اس صدمے سے فوت ہو گئے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے اور تلوار نکال کر کہنے لگے: جس نے یہ کہا کہ حضور علیہ السلام وفات فرما گئے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ایسا سکتہ طاری ہوا کہ ان کے لئے سوچنا بھی مشکل ہو گیا۔ کبھی ادھر بھاگتے کبھی ادھر کسی سے بات تک نہ کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب سنخ سے آئے تو کسی سے بات تک نہ کی بلکہ سیدھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور سے چادر ہٹائی اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ سرکار علیہ السلام کے ماتھے پر بوسہ دیا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی حیات و وفات دونوں حالتوں میں پاکیزہ ہیں۔

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں ہرگز اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا۔ جو موت لکھی ہوئی تھی آپ نے اس کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حجرے سے مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت عمر بن

Marfat.com

خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے سامنے تقریر سن کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بات سنی ان سنی کر دی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ کر خود لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور خطبہ دینا شروع کر دیا۔

اے لوگو سن لو جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اور جو شخص تم میں سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۃ آل عمران کی آیت پڑھی ترجمہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ انتقال فرما جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر ادا کرنے والوں کو ثواب عطا فرمائے گا۔ (آیت سورۃ آل عمران)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت تلاوت کی تو معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی اس آیت کو جانتا ہی نہ تھا۔ ان سے سن کر ہر شخص اسی آیت کو پڑھنے لگا۔

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۶۶ ...... مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴۳۳)

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ جس نے اس دنیا میں آنا ہے۔ اس نے ایک مقررہ وقت گزار کر دوبارہ اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ پھر تم نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اس قانونِ الٰہی میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ علماء، صلحاء، اولیاء، شہداء حتیٰ کہ انبیاء بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ سب پر موت نے وارد ہونا ہے اور سب نے اس موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ البتہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی موت اور دوسروں کی موت میں واضح فرق ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی زندگی و حیات اتنی کامل و اکمل ہوتی ہے کہ نہ ان کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اور نہ ان کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوبصورت انداز سے واضح کیا ہے کہ

انبیا کو بھی اجل آنی ہے ‏ ‏ مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات ‏ ‏ مثل سابق وہی جسمانی ہے

Marfat.com

اوروں کی روح ہو کتنی ہی لطیف | ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح | اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے

اس میں شک نہیں کہ موت کے بعد انبیاء کی حیات تو اہل حق کے ہاں قطعی طور پر مسلم ہے۔ بے شک یہ چند لمحات کے لئے ہی سہی موت نے ان پر وارد ہونا ہے۔ اور صدقِ وعدہ کی قضاء بہر حال آنی ہے۔

تاجدارِ ختم نبوت جانِ کائنات مالک کون و مکاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چونکہ سید الانبیاء اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ لمحاتی موت بھی اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی منشاء اور رضا کے بغیر حضور علیہ السلام پر مسلط نہیں فرمائی۔ بلکہ حضور علیہ السلام کو اختیار عطا فرمایا کہ چاہیں تو دنیا میں رہیں، چاہیں تو میرے پاس چلے آئیں حتی کہ عین وصال کے وقت جب ملک الموت علیہ السلام قبض روح کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کی مجھے حضور علیہ السلام کی مکمل اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو روح مبارک قبض کرلوں ورنہ واپس چلا جاؤں۔ حضور علیہ السلام نے اجازت عطا فرمادی۔

آخری لمحات

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سیدِ عالم ﷺ کا سر انور میری گود میں تھا۔ اچانک مجھے لگا کہ بوجھ سے میری آغوش دبی جارہی ہے۔ میں نے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو اس وقت حضور علیہ السلام فرمارہے تھے۔

بَلِ الرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى مِنَ الْجَنَّةِ

یعنی میں جنت میں اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

اس کے تھوڑی دیر بعد ہی حضور علیہ السلام کی مقدس روح عرش بریں کی طرف پرواز کرگئی۔ اس وقت حضور علیہ السلام کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا۔ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز میری قسمت میں رکھا۔ جس دن وصال ہوا اس دن حضور علیہ السلام میرے ہی حجرے میں تھے کہ جس دن آقا کریم علیہ السلام اس دارِ فانی کو چھوڑ کر اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بھی میری قسمت میں رکھا کہ آخری وقت میرا اور نبی کریم ﷺ کا لعاب دہن بھی اکٹھا فرمادیا۔

(بخاری شریف، مرض النبی ﷺ)

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساری زندگی یہ فخر کرتی رہی کہ اللہ تعالیٰ نے من جملہ بیشمار عنایتوں میں سے ایک بڑی عنایت مجھ پر یہ ہوئی کہ دنیاوی زندگی کے آخری لمحہ میں ٹھیک وصال کے وقت میرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن یکجا فرما دیا۔ واقعی یہ ایک ایسی سعادت ہے جس پر سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا فخر بالکل بجا ہے۔

حضور سید عالم جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق ۳ جون ۶۳۲ھ کو اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا۔

غسل و کفن

چونکہ حضور علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میرا غسل و کفن میرے اہل بیت اور اہل خاندان کریں۔ اس لئے یہ خدمت حضور علیہ السلام کے خاندان ہی کے لوگوں نے انجام دی۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہما، اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے مل جل کر حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ ناف مبارک اور پلکوں پر جو پانی کے قطرات تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوش محبت اور فرطِ عقیدت سے ان کو چوس کر پی لیا۔ غسل کے بعد تین کپڑوں کا کفن بنایا گیا۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۶۹...... مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۴۴۸)

---------❀❀❀---------

Marfat.com

باب 57:

نماز جنازہ

کفن کے بعد حضور علیہ السلام کے جسد اطہر کو اسی چارپائی پر رکھا گیا۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ اب لوگوں نے نماز جنازہ شروع کی۔ سب سے پہلے مردوں میں حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر بنی ہاشم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز پڑھی پھر مہاجرین نے پھر انصار نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے یہ انوکھا اور بے مثال جنازہ تھا۔ جس کا کوئی امام نہ تھا۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام امام الانبیاء اور سب کے امام تھے۔ اور وصال کے بعد بھی سب کے امام ہیں۔

نماز جنازہ کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ حجرے میں داخل ہوتے تو پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پھر ان کے ساتھ والے کہتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درود و سلام پڑھتے ہوئے زیارت کرتے اور نکل آتے تھے۔

دفن کہاں کیئے جائیں؟

نماز جنازہ کے بعد دفن کا مسئلہ زیر بحث آیا ہر ایک کی مختلف رائے تھی۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے نبی کریم علیہ السلام کو ایک بات فرماتے ہوئے سنا ہے اور اب تک اسے بھولا نہیں ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نبی کی روح جس جگہ قبض کی جائے اسی جگہ نبی علیہ السلام کو دفن کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا آپ کا قول درست ہے۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کرلیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے ہی میں دفن کیئے جائیں۔

مَا قُبِضَ نَبِیٌّ اِلَّا دُفِنَ حَیْثُ قُبِضَ ۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۲۸)

قبر مبارک کیسے کھودی گئی

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے کے اردگرد زمین پر نشان لگایا گیا اور نشان کے اندر حضرت ابو

Marfat.com

طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر مبارک کھودی۔ قبر مبارک تیار ہوگئی تو حضور علیہ السلام کو دوشنبہ کے دن رات کو دفن کیا گیا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے لحد میں اتارا اور قبر مبارک کو کچی اینٹوں سے ڈھانپ دیا گیا۔ حضور علیہ السلام کی تدفین کا کام نصف شب کو مکمل ہوا۔ حضور سید عالم امام الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف لے گئے مگر آج دنیا کے گوشے گوشے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند ہو رہا ہے۔ دنیا میں لاکھوں کروڑوں مساجد ہیں۔ قرآن مجید دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی الہامی کتاب ہے۔ جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی جب تک دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کا نذرانہ بھیجتے رہیں گے۔

حضور علیہ السلام کا ترکہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی اس قدر زاہدانہ تھی کہ اپنے پاس کچھ رکھتے ہی نہ تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے بعد کیا چھوڑا ہوگا؟ حضرت عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

مَا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا أَمَةً وَّلَا شَيْئًا، إِلَّا بَغْلَتَهُ (ص 3:) الْبَيْضَاءَ، وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔

(بخاری، کتاب الوصایا، ج ۱، ص ۳۸۲)

یعنی حضور سید عالم سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے وقت نہ درہم و دینار چھوڑے نہ لونڈی و غلام نہ اور کچھ صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر دی تھی۔

بہر حال پھر بھی حضور علیہ السلام کے متروکات میں تین چیزیں تھیں۔ (۱) باغ فدک خیبر کی زمینیں (۲) سواری کا جانور (۳) ہتھیار۔ یہ تینوں چیزیں قابل ذکر ہیں۔

بنو نضیر باغ فدک خیبر کی زمینوں کے باغات وغیرہ کی آمدنیاں حضور علیہ السلام اپنے اور اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سال بھر کے اخراجات اور فقراء و مساکین اور عام مسلمانوں کی حاجات میں خرچ فرماتے تھے۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۴۴۵...... ابوداؤد، ج ۲، ص ۴۱۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن چاہتی تھیں کہ ان کا ترکہ میراث کے طور پر وارثوں کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہئے۔

Marfat.com

چنانچہ امیر المؤمنین خلیفہ بلافصل انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ان لوگوں نے اس کی درخواست پیش کی مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سب کو یہ حدیث سنادی کہ

لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ۔ (بخاری شریف، ج ۲، ص ۴۳۶ ...... ابوداؤد، ج ۲، ص ۴۱۳)

یعنی ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ مسلمانوں پر صدقہ ہے۔ اور اس حدیث مبارک کی روشنی میں صاف صاف کہہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق یہ جائیداد وقف ہو چکی ہے۔ لہٰذا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں جن مدات اور جن مصارف میں ان کی آمدنیاں خرچ فرمایا کرتے تھے۔ اس میں ذرہ برابر کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر بنونضیر کے باغات وزمینیں جائیداد کا ان دونوں کو اس شرط پر متولی بنادیا تھا کہ اس جائیداد کی آمدنیاں انہی مصارف میں خرچ ہوں گی۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ میں کچھ ان بن ہوگئی اور ان دونوں حضرات نے یہ خواہش ظاہر کی کہ باغ فدک کی جائیداد تقسیم کر کے آدھی کا عباس رضی اللہ عنہ کو متولی بنایا جائے۔

اور آدھی جائیداد کا متولی حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے۔ مگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کو نامنظور فرمادیا۔ (ابوداؤد، ج ۲، ص ۴۱۳ ...... بخاری، ج ۱، ص ۴۳۶)

لیکن باغِ فدک کی زمینیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے زمانے تک حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں رہیں۔ حاکم مدینہ منورہ مروان بن الحکم نے اس کو اپنی جاگیر بنالیا تھا۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں پھر وہی عملدرآمد جاری فرمادیا جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں تھا۔ (ابوداؤد، ج ۱، ص ۴۱۷)

تاجدارِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ سامانوں کے علاوہ بعض یادگار تبرکات بھی تھے، جن کو عاشقانِ

Marfat.com

رسول ﷺ فرطِ عقیدت سے اپنے اپنے گھروں میں محفوظ کیے ہوئے تھے اور ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ چنانچہ موئے مبارک، نعلین شریفین اور ایک لکڑی کا پیالہ جو چاندی کی تاروں سے جوڑا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ان تینوں آثار متبرکہ کو اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ (بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۳۸)

اس طرح ایک موٹا کمبل حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، جن کو وہ بطور تبرک اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں اور لوگوں کو اس کی زیارت کراتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت سیدہ بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتے تو انہوں نے ایک موٹا کمبل نکالا اور فرمایا کہ یہ وہی کمبل ہے جس میں سید عالم ﷺ کا وصال ہوا۔ (بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۳۸)

نبی کریم ﷺ کی ایک تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا۔ یہ تلوار حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔ ان کے بعد ان ہی کے خاندان میں رہی۔ یہاں تک کہ یہ تلوار حضرت امام حسین نواسہ رسول جگر گوشہ حیدر کرار سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی ٹھنڈک شہیدِ کربلا کے پاس تھی۔ ان کے بعد ان کے جانشین حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس رہی۔ اس تلوار ذوالفقار کو اپنے سے جدا کرنا گوارا نہ کیا۔

(بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۳۸)

حضور سید کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی انگوٹھی مبارک اور عصائے مبارک خلیفہ بلا فصل انبیاء کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کے بعد مرادِ رسول خلیفہ دوم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ پھر خلیفہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اور آپ حسب معمول کبھی انگوٹھی پہنتے تھے اور کبھی اتارتے تھے، اسی اثناء میں انگوٹھی کنویں میں گر گئی۔

(بخاری شریف، ج ۱ ص ۸۷۲)

اور عصائے مبارک اس طرح ضائع ہوا کہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ اسی مقدس عصائے نبوی ﷺ کو اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر مسجد نبوی شریف کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ناگہاں بد نصیب جہجاہ غفاری اٹھا اور اچانک آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک سے اس عصائے مبارک کو لے کر توڑ ڈالا۔ اس بے ادبی و گستاخی سے اس بدبخت پر یہ قہرِ الٰہی ٹوٹ پڑا کہ اس کے ہاتھ میں کینسر ہو گیا اور پورا ہاتھ سڑ اور گل گیا اور اسی عذاب میں وہ ہلاک ہو گیا۔ (دلائل نبوت، ج ۳ ص ۲۱۱)

اس قسم کے دوسرے بھی تبرکات نبوی ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس محفوظ تھے۔ جن کا تذکرہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے اور ان مقدس تبرکات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام کو اس قدر والہانہ محبت تھی کہ وہ ان کو اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح کمالِ سیرت میں تمام اولین و آخرین سے ممتاز اور افضل و اعلیٰ بنایا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمالِ صورت میں بھی بے مثل و بے مثال پیدا فرمایا۔

ہم اور آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بے مثال کو بھلا کیا سمجھ سکتے ہیں؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو دن رات سفر و حضر میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلیاں دیکھتے رہے۔ انہوں نے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ بے مثال کے فضل و کمال کی جو مصوری کی ہے اس کو سن کر یہی کہنا پڑتا ہے جو کسی عاشق رسول مداحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب سے خوب تر کہا ہے۔

لَمْ یَخْلُقِ الرَّحْمٰنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ   اَبَدًا وَ عِلْمِیْ اَنَّہٗ لَا یُخْلَقُ

(حیات الحیوان للدمیری، ج ۱، ص ۴۲)

بہر حال اس پر تمام امت کا ایمان ہے کہ تناسبِ اعضاء اور حسن و جمال میں حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی خوشبو سے زیادہ اچھی کبھی کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۰۳)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تو حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور اس طرح چمک اٹھتا تھا کہ گویا چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۰۲)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم انور کا سایہ نہ تھا۔ حکیم ترمذی متوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب نوادر الاصول میں حضرت ذکوان تابعی رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔ امام ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے کہ حضور انور علیہ السلام نور ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں حضور علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ تو میرے تمام اعضاء مبارکہ کو نور بنادے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس دعا کو اس لفظ پر ختم فرمایا کہ

وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا

یعنی یا اللہ تو مجھ کو سراپا نور بنادے۔ ظاہر ہے کہ جب حضور علیہ السلام سراپا نور تھے تو حضور علیہ السلام کا سایہ کہاں پڑتا۔ (زرقانی، ج ۵، ص ۲۴۶)

Marfat.com

باب 58:

حقیقت محمدی اور ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

دراصل حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ الگ خانوں میں بند نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سب حقائق ایک ہی حقیقت کی مختلف جہتیں ہیں۔ اور وہ ہے حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو ان سب حقائق کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے۔

ناسوتی جسم مادی عناصر سے ترتیب پاتا ہے اور مختلف ادوار سے گزر کر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک طبعی عمل ہے۔ جسدِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بھی منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا بے سایہ ہونا، سفر معراج کے ارفع مقام پر مع الجسم تشریف لے جانا، جہاں حضرت جبریل امین علیہ السلام عاجز تھے اور عرض کرتے ہیں کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

یعنی اے آقا صلی اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے جایئے۔ میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آگے چلا تو تجلی کے فروغ سے میرے بال و پر جل جائیں گے۔ اے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ عالمِ بشریت سے گزر رہے تھے۔ تو لباس بشری آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھا۔ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ساتھ تھا مگر اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت محمدیہ بے حجاب ہونے والی ہے۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر اب میں ساتھ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلی کے فروغ سے میرے پر جل جائیں گے۔ اب میں حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاب نہیں لاسکتا۔ حضرت جبریل کے پر جل جائیں گے۔ حامل وحی الٰہی کے پر جل جائیں گے۔

دیکھا آپ نے کہ معصوم فرشتے کا پر جل جائے سید الملائکہ کا پر جل جائے۔ نوری مخلوق کا پر جل جائے۔ سیدنا جبریل امین علیہ السلام نے اپنے آپ کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہ سمجھا، اگر اپنے آپ کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سمجھتے تو آگے بڑھ جاتے۔ مگر نوری فرشتہ رک گیا۔ اور حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم والا گزر گیا۔

اب اگر نجدی حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرح سمجھے تو یہ عقل و خرد کی خرابی نہیں تو اور کیا ہے؟

دراصل ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم، حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہر اتم ہے اور چونکہ کسی مظہر کی تعریف کا پورا پورا حق

Marfat.com

اس حقیقت سے قطع نظر کر کے ادا کرنا ممکن نہیں۔ جس کا ظہور یا تجلی اس مظہر میں ہوتی ہے۔ اس لئے ذاتِ محمدی ﷺ کی تعریف کا حق ادا نہیں ہوسکتا ذاتِ محمدی ﷺ اور حقیقت محمدی ﷺ کو الگ نہیں کیا جاسکتا جب ہم ذات محمدی ﷺ کہتے ہیں۔ تو اس میں حقیقت محمدی ﷺ کا مفہوم شامل ہوتا ہے۔ ذاتِ محمدی ﷺ کی دو جہت ہیں۔

ایک حقی اور دوسری خلقی۔ حضور علیہ السلام کی دونوں جہتوں میں سے کسی جہت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہر جہت میں حضور سید عالم ﷺ کامل ہیں۔ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ جب ہم حضور علیہ السلام کا ذکر کریں تو آپ ﷺ کی دونوں جہات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ برزخ کبری رابطہ بین الظہور والبطون حضور کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضور علیہ السلام دونوں جہتوں کے جامع ہیں۔ یعنی سید عالم ﷺ کا ایک رخ حقی ہے اور دوسرا خلقی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے خطاب۔ تعین اول، خلق اول، عقل اول۔ حضور علیہ السلام کی جہت حقی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت محمدی ﷺ کے اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرتبہ غیب ہویت سے پہلی تجلی فرمائی تو نور محمدی ﷺ ظہور میں آیا اور یوں اللہ تعالیٰ کا نور ذاتی ہی نور محمدی ﷺ سے موسوم ہوا۔ اسی کو حقیقت محمدی ﷺ اور تجلی اول و تعین اول کہتے ہیں۔

اب یہی نور محمدی ﷺ جب حضور علیہ السلام کی صورت بشری میں نمودار ہوا اور چمکا تو حضور علیہ السلام کے قد ورخ کا ظہور ہوا۔ یہی حضور علیہ السلام کی جہت خلقی ہے۔ حضرت سیدنا خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تشریح میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حقیقت جس سے عبارت حقیقت محمدیہ ﷺ ہے۔ وحدت اور احدیت جامعہ کے نام سے موسوم ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ذات محمدی ﷺ اور حقیقت محمدی ﷺ دونوں علیحدہ حقائق نہیں۔ ان دونوں میں حقیقت تو بس ایک ہی ہے۔ اور وہ ہے حقیقت محمدی ﷺ۔ حضور علیہ السلام کا معصوم عن الخطاء ہونا، حضور علیہ السلام کا نور من اللہ ہونا، یہ سب خصوصیات قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

حقیقتاً حقیقت محمدی ﷺ کو اظہار و بیان کی گرفت میں لانا بہت مشکل ہے۔ پھر بھی مختصر ترین الفاظ میں جو اس کی تعریف کی گئی ہے وہ یہ کہ ذاتِ حق کی پہلی تجلی، پہلا تعین، پہلا ظہور، حقیقت محمدی ﷺ ہے۔ اس عقیدے کی رو سے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا وہ نور ہیں جو اسماء و صفات کے ظہور سے پہلے چمکا اور زمان و

Marfat.com

مکان کی تخلیق سے پہلے درخشاں ہوا۔

اول ماخلق اللہ نوری سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ باعتبار خلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں۔ اور باعتبار ظہور آخر ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام ہی کے نور سے کل کائنات کی تخلیق ہوئی۔

وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُّوْرِیْ

اور میرے نور سے کل کائنات پیدا ہوئی۔ (حدیث)

چنانچہ حضرت عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حق کا ظہور بالذات ہے اور انبیائے کرام کی تخلیق اسمائے ذاتی سے ہوئی اور اولیاء کرام کی تخلیق اسمائے صفاتی سے باقی اشیاء کی صفات فعلیہ سے ہوئی۔

حضور علیہ السلام ہی باعث تخلیق کائنات ہیں۔

لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْخَلْقَ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وجہ سے وجودِ کائنات ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی دیباچہ کونین ہیں۔ حضور علیہ السلام ہی حقیقتِ آدم علیہ السلام ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل ہیں جملہ انبیائے کرام کی۔ حضور علیہ السلام ہی تعین اول ہیں۔ اور حضور علیہ السلام ہی عقل اول ہیں۔ اور دستگیرِ زماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی برزخ کبریٰ ہیں۔

یعنی خلق وحق عبد ورب کے درمیان رابطہ ہیں۔ جن کی ایک جہت حق ہے اور دوسری جہت خلق۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ سے لینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے لے کر بندوں کو دینے والے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آقا کریم علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ

غرض کہ حضور علیہ السلام ہی کے نور سے لوح وقلم عرش وکرسی کو قیام ملا اور اسی نور سے بزم کائنات کو سجایا گیا۔ یہ نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ یہی حضور علیہ السلام کا نور قلب آدم علیہ السلام میں امانت بن کر اترا جس کا دوسرا نام حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اس طرح حضرت امام خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ جو فقہائے کرام کے امام ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں جس

Marfat.com

شخص نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض بشر تھے اور عورت کے بطن سے عام فطری انداز میں پیدا ہوئے وہ واجب القتل ہے۔ (فتاویٰ خیریہ)

بظاہر یہ ارشادات حضور علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلے میں غیر فطری نظر آتے ہیں۔ لیکن عام بشر اور اس کی پیدائش سے نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس تمثل بشر کی پیدائش بھی مختلف ہے۔ جس طرح کائنات کی ہر شی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نقش و نگار ہیں۔ اور ہر شی کی پیدائش کی صورتیں مختلف ہیں اور پیدائش کی یہ تمام صورتیں عام نگاہوں سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ ایک چیز ایک عالم سے دوسرے عالم میں کس طرح منتقل ہوگئی۔ علاوہ ازیں قدرت خداوندی کے طلسمات و عجائبات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے اور مائی بی بی حوا علیہا السلام جو آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں ہیں۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ اور بحکم ربی سولی سے غائب ہوئے اور دوسرا شخص اب کی جگہ مصلوب تو کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ بعید ہے کہ اس نے لباس تمثل بشریت اور اس کے انوار کے ظہور کے پورے طلسم کو متعدد نظر فریبیوں کے حجابات میں پوشیدہ رکھتے ہوئے۔ جس طرح چاہا حقیقت کو ظاہر فرمایا۔

حضور سید عالم جان کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیازی اوصاف کی کوئی حد و انتہاء نہیں۔ لیکن دو خصوصیات ایسی ہیں جن کا تعلق براہِ راست معراج سے نسبتاً کچھ زیادہ ہے۔ (۱) حضور علیہ السلام کی شان برزخیت (۲) حضور علیہ السلام کا نور من اللہ ہونا۔

وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مراتب

(۱) نیاز: اس مرتبہ میں وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجود بشر ہے۔

(۲) ناز: یہ مرتبہ برزخ ہے۔ جو ایک طرف مرتبہ نیاز سے وابستہ ہے اور دوسری جانب مرتبہ راز سے

(۳) راز: اس مرتبہ میں وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم عین حق ہے، مظہر اللہ ہے۔

اسی طرح حضرت علاؤ الدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کی تین صورتیں بتائی ہیں۔ ان کے نام

Marfat.com

ضرور مختلف ہیں۔ لیکن آپ نے بھی وہی حقیقت بیان کی ہے۔ مطلب و معانی کے لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

(۱) ناسوتی: جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عالم ناسوت میں جلوہ فرما ہوئے یہاں حضور علیہ السلام متمثل بہ صورت بشری تھے۔ اور تمام ظاہری بشری خصوصیات کے حامل تھے۔ لیکن حقیقتاً حضور علیہ السلام بشر نہ تھے۔

(۲) ملکوتی: جبکہ حضور علیہ السلام تخلیقِ آدم علیہ السلام سے قبل بھی موجود تھے۔ اور اس وقت بھی حضور علیہ السلام نے کارِ نبوت انجام فرمایا جو اس حدیث سے ظاہر ہے۔ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

(۳) حقی: اس صورت میں حضور علیہ السلام عین نورِ ذات ہیں۔ جاننا چاہئے کہ بقول حضرت عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ۔ انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذاتیہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اولیاء کرام اسمائے صفاتیہ کی مخلوق ہیں۔ باقی ساری کائنات صفات فعلیہ سے پیدا ہوئی ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ذات حق سے مخلوق ہیں۔ اور ظہور حق حضور علیہ السلام میں بالذات ہے۔

تخلیقِ کائنات سے قبل اللہ تعالیٰ ایک کنز مخفی یعنی چھپا ہوا خزانہ تھا۔ یہاں اس امر کی طرف توجہ دلانا ہے کہ یہ حدیث قدسی فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ کے فَخَلَقْتُ یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مروی ہے۔ یعنی میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو ظاہر کیا تمہیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عرفان کی خاطر کن کہہ کر ظہور فرمایا۔ کن کا مخاطب خود اس کی ذات مع صفات تھی۔ کیونکہ خطاب کے لئے وہاں کوئی دوسری ذات موجود نہیں تھی۔

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْءٌ

تھا اللہ اور نہ تھی اس کے ساتھ کوئی شی۔

پھر بموجب فیکون خود مع اپنی صفات کے ظاہر ہو گیا۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ تعین اول میں وہ ذات علم و ادراک کی قید میں آتی ہے۔ یہی حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کے لئے خلق کا ترجمہ بجائے پیدا کرنے کے ظاہر کرنا زیادہ مناسب اور درست ہے۔

Marfat.com

یعنی وہی شان باطن شان ظاہر میں بشکل محمد ﷺ جلوہ فرما ہوئی۔ اُس نے خود کو اپنی ہی محمود اور دل پسند صورت میں دیکھا اور خود ہی ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہوا۔ بالفاظ دیگر وہی ہستی مطلق اپنی صفات کے ساتھ مرتبۂ احدیت سے مرتبۂ وحدت میں آئی اور حقیقتِ محمدی ﷺ کہلائی۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ تمام کائنات دراصل حقیقت محمدی ﷺ کا ہی ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ظہور اسی حقیقت محمدی ﷺ کے توسط سے ہوا۔ اور ذرہ ذرہ میں وہی نور محمدی ﷺ جلوہ گر ہے۔ بالفاظ دیگر ذات کا ظہور کہا جائے یا حقیقت محمدی ﷺ کا ظہور۔ ایک ہی ہے۔ تمام عالم اسی حقیقت محمدی ﷺ کی بدولت پیدا ہوا۔

برزخ کی اہمیت یہ ہے کہ وہ دو چیزوں کو غلط ملط ہونے سے روکتا ہے۔ اور اسی طرح دونوں چیزوں کی اصل ہیئت برقرار رہتی ہے اور گڈمڈ نہیں ہونے پاتیں۔ پھر بھی دو مختلف چیزوں کو اتنا قریب اور متصل کر دیتا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر آگ اور پانی دو مختلف چیزیں ہیں۔ ہمیں آگ اور پانی کو قریب کرنا ہے۔ تا کہ پانی آگ سے فیض لے سکے۔ جو عام حالات میں ممکن نہیں۔ پانی اگر آگ پر ڈالا جائے تو آگ بجھ جائے گی اور اگر آگ شدید بھڑکی ہوئی ہوگی تو پانی بخارات بن کر اڑ جائے گا۔ پھر کیا صورت ہو کہ پانی بھی گرم ہو جائے اور آگ اور پانی اپنی اصل ہیئت بھی برقرار رکھ سکیں۔

اس کے لئے مناسب صورت یہی ہے کہ آگ اور پانی کے درمیان ایک برزخ قائم کیا جائے جس کو واسطہ یا وسیلہ کہتے ہیں۔ جو ایک ہانڈی یا پتیلی یا کیتلی کی صورت میں ہو سکتا ہے۔

یہ برزخ آگ اور پانی کے درمیان ایک آڑ بن جائے گا۔ جو آگ اور پانی کو ایک ہونے سے روکے رکھے گا۔ لیکن آگ کی صفات پانی میں منتقل بھی کر دے گا۔ اس طرح یہ ہانڈی، کیتلی، یا پتیلی گویا آگ اور پانی کے درمیان وسیلہ ہے۔ یہ نقطہ اتصال بھی ہے اور نقطۂ انفصال بھی۔ پانی میں آگ کی طرح جلانے کی صفت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن بہر حال آگ سے علیحدہ اپنی مائع کی صورت میں قائم رہے گی۔ یہی صورت نبی کائنات سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وجودِ گرامی کی ہے کہ وہ حق تعالیٰ اور خلق کے درمیان نقطۂ اتصال بھی ہے اور نقطۂ انفصال بھی۔ جس کی ایک جہت حق ہے اور دوسری جہت عبد ہے۔ اسی لئے حضور تاجدارِ کون و مکان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو برزخ کبریٰ کہا جاتا ہے۔

یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ ایمان کی اساس توحید اور عشق حقیقی ہے اور یہی عقیدہ اسلام کو

Marfat.com

تمام مذاہب عالم سے ممیز کرتا ہے اور ان پر برتری بخشتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تخلیق عالم کی بنیاد ہی عشق ہے۔ حدیث قدسی کے مطابق میں تھا چھپا ہوا خزانہ۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو پیدا کیا خلق کو خود اپنی دید اور معرفت کی خاطر خود اپنے سے اس سے نے کن کہا اور خود ہی ظاہر ہو گیا۔

یہ ظہور ایک نہایت محبوب، محمود اور جمیل شکل میں ہوا کیونکہ وہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اَللّٰہُ جَمِیْلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَالَ

اور اس حسن کو دیکھ کر اس پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گیا۔ اور اپنی اس محبوب شکل کا نام محمد ﷺ رکھا۔ جو حد درجہ قابل حمد قابل تعریف ہے۔

محمد ﷺ کا معنی تعریف کیا گیا پھر اسی محبوب و محمود ہستی کی تفصیل اور پھیلاؤ سے یہ عالم وجود میں آیا۔

یعنی وہی وجود جس کو ہم ذات احد کہہ لیں یا بعد ظہور کے حقیقت محمدی ﷺ کہہ لیں۔

اسے ایمان کا درجہ دیا گیا ہے۔ ایمان لانا ہر عقیدے کے لئے پہلے ضروری و لازمی ہے۔ ہدایت اسی کے لئے ہے جس کا ایمان غیر متزلزل ہو۔

ایمان فلسفہ و منطق سے زیادہ وجدان سے تعلق رکھتا ہے اسی سے متاثر ہو کر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں — میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

یہ کوئی بھی دعوی نہیں کر سکتا کہ اس نے ذات مطلق یا اس کے حبیب ﷺ کی مکمل معرفت حاصل کر لی ہے۔ یہ ایک بچگانہ دعوی ہوگا۔ بہر کیف جو پھول میں چن سکا ان کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے تا کہ اس کی خوشبو دوسروں کے لئے بھی شامہ نواز ہو سکے۔ جو کچھ مجھے میرے بزرگوں سے ملا ہے۔ اس کی روشنی میں چند سطریں پیش خدمت ہیں۔ اگر ان اوراق میں کوئی نقص یا خطا نظر آئے تو اہلِ بصیرت سے گزارش ہے کہ اسے میری کوتاہی و کم علمی پر محمول فرمائیں۔

Marfat.com

باب 59:

رحمۃ للعالمین کی حیات طیبہ اور صفتِ رحمت

نبی کریم ﷺ کو سارے منصب پہلے ہی عطا فرما دیئے گئے۔ وہ رحمۃ للعالمین بھی ہیں، وہ شفیع المذنبین بھی ہیں، امام الانبیاء بھی ہیں۔ صاحب اسرار بھی ہیں۔ خاتم النبیین بھی ہیں۔ مگر شفاعت کا ظہور قیامت کے میدان میں ہوگا۔ امامت کا ظہور بیت المقدس میں ہوا اور نبوت کا سرزمین مکہ مکرمہ میں ہوا۔ ظہور تو مختلف اوقات میں ہوتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

یعنی اے محبوب ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر۔

اب غور یہ کرنا ہے کہ عالمین ہے کیا؟ یہ مختصر سا لفظ ہے۔ اور چند حروف سے بنا ہوا ہے۔ مگر آپ نے دیکھا نہیں کہ عالمین کا دامن بہت وسیع ہے۔ عالمِ نباتات، عالم حیوانات، عالم جمادات، عالم ناسوت، عالم طاغوت، عالم ملکوت، ان سب عالموں کو سمیٹو تو عالمین بنتا ہے۔ عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہے تو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سے سمجھو تمام تعریف مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے عالم کا رب ہے۔ اب عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہے تو اس آیت سے سمجھو کہ عالمین کا دائرہ کتنا بڑا ہے تو ان سارے عالموں کو ایک منزل پر رکھو۔ یہ وہ ہیں جن کی طرف بھیجا جا رہا ہے اور رسول عربی ﷺ وہ جن کو بھیجا جا رہا ہے۔ خالق کائنات وہ ہے جو بھیج رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ رحمت بنا کر بھیجا۔ یہ رحمت کیا چیز ہے؟ رحمت کہتے ہیں مہربانی کو مگر کچھ نادان لوگ عالمین کو بھی مختصر کر رہے ہیں۔ کیا عالمین میں صرف ماننے والے مراد ہیں۔ کیا صرف اطاعت کرنے والے مراد ہیں۔ ہم نے کہا اگر تم نے اپنی طبیعت و مرضی سے عالمین کی بے پایاں وسعت کو نادانوں کی طرح مختصر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو آئیں اور بتائیں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں عالمین سے مراد کیا اللہ تعالیٰ کو ہی ماننے والے ہیں۔ عالمین سے مراد کیا اللہ تعالیٰ کو چاہنے والے ہیں؟ اللہ تعالیٰ انہی کا

Marfat.com

رب ہے دوسروں کا رب نہیں ہے؟ اور جب رب العالمین کے عالمین میں تخصیص کرنے کی تم میں نادانو جرأت نہیں ہے تو رحمۃ للعالمین کے عالمین میں اتنی کمی کیوں نکال رہے ہو؟ اس سے پتہ چلا کہ عالمین کی وسعت میں تو کوئی کمی نہیں ہوئی۔

مگر نادانوں اور بدعقیدہ لوگوں کی عقیدت کی وسعت میں ضرور کمی ہوئی ہے۔ آقا کریم علیہ السلام تو ہر شے کے لئے رحمت ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ رحمت کا کوئی وقت مقرر ہے کہ فلاں وقت رحمت ہے اور فلاں فلاں وقت رحمت نہیں ہے؟

عالم برزخ کے لئے رحمت اور آسمان والوں کے لئے رحمت نہیں ہے۔ وہاں ہے اور یہاں نہیں ہے۔ غور کرو جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مطلق بولا ہے تو اس کو مقید نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اپنی عقل و قیاس سے اس دائرے کو کم نہیں کر سکتے۔ تو ثابت ہوا کہ رحمت سارے زمانوں کے لئے ہے۔

ہر وقت کے لئے مہربانی ہر ہر ساعت کے لئے رحمت قرآن حکیم نے جب مطلق رکھا ہے تو ہم اپنی عقل سے اس میں قید نہیں لگا سکتے۔ جس وقت جس چیز پر عالم کا اطلاق ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے رحمت ہیں۔ ہر ایک کے لئے رحمت ہیں۔ اس میں اپنے پرائے کی بات نہیں ہے۔ کافر کے لئے بھی رحمت اور مومن کے لئے بھی رحمت ہیں۔ ہر ایک کے لئے رحمت ہیں۔ اب ذرا غور کرو کہ ہر ایک کے لئے رحمت ہونے کے لئے لازمی و ضروری کیا ہے؟

ساری کائنات جس میں ماضی و مستقبل شامل ہیں جس میں اولین و آخرین سب شامل ہیں۔ مثلاً ایک صاحب آپ کے لئے مہربان ہیں ان کے دل میں آپ کے لئے رحمت ہے۔ مان لو کہ ان کا وجود ہی نہیں تو کیا وہ آپ پر مہربانی کر سکیں گے؟ وہ تو بے چارہ خود رحمت کا محتاج ہے وہ کیا دوسرے پر رحم کرے گا؟ معلوم یہ ہوا کہ رحمت اور مہربانی کے لئے موجود ہونا ضروری ہے۔ اور جو عالم میں موجود نہ ہو وہ کسی پر رحم یا مہربانی کیسے کرے گا؟ اس لئے کہ مہربانی اور رحم کرنے کے لئے حیات ہونا موجود ہونا ضروری ہے۔

مثلاً موجود تو ہے مگر اتنا دور ہے کہ ہمارے اوپر جو تکلیف آئی ہے اس رحم کرنے والے کو خبر ہی نہیں ہوئی تو وہ مہربانی کیا کرے گا اور رحم کیسے ہوگا؟ وہ اگر دور ہے۔ ہم یہاں تڑپ رہے ہیں۔ ہم یہاں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔ تو وہ کیا مدد کرے گا۔ جو ہم سے دور ہے وہ کیا مہربانی کرے گا؟ اس کو تو خبر بھی نہ ہوگی۔ اس سے

Marfat.com

معلوم ہوا کہ ہر ہر عالم میں ہر ہر گھڑی رحم کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ تمام موجوداتِ عالم کے قریب بھی ہو۔ اور تمام موجودات عالم کے لئے حاضر بھی ہو۔ ورنہ وہ مہربان اور مددگار اور رحمت کرنے والا نہیں ہوسکتا۔

اب مثلاً وہ حاضر بھی ہے قریب بھی ہے مگر آنکھ میں نور نہیں ہے دیکھ نہیں سکتا۔ آپ پریشان و مجبور ہیں، تڑپ رہے ہیں مگر وہ دیکھ ہی نہیں سکتا تو مدد کیا کرے گا؟ وہ رحمت کیا کرے گا وہ مہربانی کیا کرے گا؟ معلوم ہوا کہ ہر ہر ساعت کے لئے مہربان ہونے کے لئے یہ بھی ضروری اور لازمی ہے کہ وہ حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو۔ دیکھ بھی رہا ہو کہ مصیبت زدہ کا کیا حال ہے؟ اس کی کیا کیفیت ہے؟ اور مہربانی کرنے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مصیبت زدہ کی زبان کا بھی علم رکھتا ہو۔ مثلاً دیکھ تو رہا ہے مگر پریشان حال کی بولی نہیں سمجھ رہا ہے تو وہ کیا مدد کرے گا؟

مثال کے طور پر ایک آدمی فارس سے ہے اور وہ فارسی بولتا ہے اور وہ پیاسا ہے۔ آب آب کر رہا ہے یا عربی ہے تو العطش العطش پکار رہا ہے۔ سب لوگ گھبرا گئے کہ یہ بے چارہ کیا کہہ رہا ہے۔ لوگ پریشان ہیں اس کی بولی اس کی زبان نہیں سمجھ رہے ہیں تو وہ کیا رحم کریں گے؟ کیا مہربانی کریں گے؟ کیا رحمت کریں گے؟ کیا مدد کریں گے؟ بے چارہ کہہ رہا ہے میں پیاسا ہوں۔ مجھے پانی دو مگر کوئی سمجھ نہیں رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف حاضر ہونے سے بھی کچھ نہیں ہوتا اس لئے ہر زبان کا جاننے والا بھی ہونا چاہئے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی مہربان جہاں جہاں کے لئے رحمت ہے مہربان ہے وہاں کی بولی بھی سمجھے۔ اردو بولے تو بھی سمجھ لے انگریزی بولے تو بھی سمجھے عربی و فارسی بولے تو بھی سمجھ لے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ہر زبان کا جاننے والا بھی ہو۔

رحمت کے لئے قدرت اور اختیار والا ہونا بھی ضروری ہے۔ اب اگر زبان بھی جانتا ہے۔ اس نے کافی ساری زبانیں سیکھ رکھی ہیں۔ سکھانے والے نے سکھا دی ہیں مگر یہ نہیں سمجھتا کہ مرض کیا ہے؟ بے چارہ مریض تڑپ رہا ہے مگر وہ ڈاکٹر یا حکیم سمجھ ہی نہیں رہا کہ مرض کیا ہے؟ اس کو علم ہی نہیں ہے تو علاج کیا کرے گا؟ مہربانی کیا کرے گا۔ معلوم ہوا کہ رحمت اور مہربانی کرنے کے لئے عالم ہونا بھی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ مرض کو بھی جانے اور علاج کو بھی جانے۔ اب وہ علاج کو جانتا ہے کہ فلاں جڑی بوٹی مریض کو

Marfat.com

کھلائی جائے تو وہ اچھا ہوسکتا ہے۔ مگر وہ جڑی بوٹی کہاں ہے؟ اس کا اسے پتہ ہی نہیں تو وہ اس وقت کیا مہربانی کرے گا اور کیا رحمت کرے گا؟ دو لفظ بول دینے پر تو رحم نہیں ہوگا، علاج نہیں ہوگا۔ اب اشد ضروری ہے کہ جو علاج وہ کائنات کے جس گوشے میں ہو وہ حکیم کی نظر میں ہو اگر ایسا نہیں ہوا تو مہربانی کیا ہوگی۔ معلوم ہوا کہ مہربان کے لئے صرف اتنا ہی ضروری نہیں ہے۔ کہ وہ جانے کہ علاج کیا ہے؟ جڑی بوٹی فرانس میں ہے مگر اسے لائے کیسے؟ بڑی مشکل ہے جانتا بھی ہے کہ جڑی بوٹی فلاں جگہ ہے۔ اس میں قدرت ہی نہیں تو وہ لائے گا کیسے؟ اب جڑی بوٹی پر قادر ہوا ایسا قادر کہ اشارہ کرے تو وہ چیز خود بخود دوڑتی ہوئی چلی آئے۔ بعض دفعہ قدرت ہوتی ہے مگر اختیار نہیں ہوتا۔ مثلاً میں اس بات پر قادر ہوں کہ مولانا کی ٹوپی چھین لوں اور کسی اور آدمی کو دے دوں قدرت ہے مگر اختیار نہیں۔ اس لئے کہ دینے والا با اختیار تو اس وقت ہوگا کہ جب وہ ٹوپی کا مالک بھی ہو۔ صرف قدرت کا کام نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی علاج ہم کریں اور جس کے لئے کریں اور جس طرح کریں ان تمام باتوں کے ہم مالک بھی ہوں۔ پتہ نہیں کائنات کی کس چیز کی ہمیں ضرورت پڑ جائے۔ کسی پر مہربانی کرنے کے لئے ہوسکتا ہے کہ کبھی چاند کے دو ٹکڑے کرنے پڑ جائیں۔ کبھی سورج کو پلٹنا پڑ جائے۔ اور کبھی کنکریوں سے کلمہ پڑھوانا پڑ جائے۔ کبھی درخت کو بلانا پڑ جائے۔ یہ بھی تو ان کی مہربانی ہے کہ بلائیں گے تو ایمان کی نعمت عطا فرمائیں گے۔

معلوم ہوا کہ اس مریض کے مرض کو دور کرنے کے لئے ہمیں کیا کیا کرنا پڑے گا؟

لہٰذا ساری کائنات پر قادر بھی ہونا چاہئے اور ساری کائنات پر مختار بھی ہونا چاہئے اور ساری کائنات پر حاضر اور ناظر بھی ہونا چاہئے اور ساری کائنات کا مالک بھی ہونا چاہئے اور ساری کائنات کا عالم بھی ہونا چاہئے اور ساری کائنات میں موجود بھی رہنا چاہئے۔ اور ساری کائنات میں باحیات یعنی زندہ بھی ہونا چاہئے تو جب یہ سب کچھ ہوگا۔ تب وہ جا کر سب کے لئے مہربان بھی ہوگا اور رحمت بھی کرے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے رحمتِ عالم کے نور کو پیدا کیا اور پھر عالم کو بنایا پھر عرش بنایا فرش بنایا۔

معلوم یہ ہوا کہ رسول عربی محمد رسول اللہ ﷺ جب سارے عالموں کے لئے رحمت ہیں، سارے عالموں کے لئے مہربان بھی ہیں رحمت بھی ہیں اور اپنے وجود میں سب سے مقدم بھی ہیں۔

اب وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے آپ ﷺ کو سارے

Marfat.com

عالموں میں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے اور سارے عالم کا مختار بنا کر بھیجا ہے۔

سارے عالم کا مالک بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں موجود بنا کر بھیجا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ بنا سکتا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ بنا سکتا ہے۔ اب کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو روکے کہ یہ سب کچھ نہ بنا۔

شبہ کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رحمۃ للعالمین ﷺ کو سب کچھ بنا کر بھیجا ہے۔ یہاں دنیا میں آ کے نہیں بنے ہیں بلکہ خالق کل نے حضور علیہ السلام کو مالک کل بنا کر بھیجا ہے۔

یہاں ایک بہت ہی باریک نکتہ ہے، بہت ہی ہلکے انداز میں پیش کر رہا ہوں تاکہ سب لوگ سمجھ جائیں۔ نبی کریم ﷺ کو سب کچھ پہلے ہی بنا دیا گیا تھا۔

یعنی ابھی آدم رضی اللہ عنہ بنے ہی نہیں تھے، اور باقی رسول آئے ہی نہ تھے کہ حضور رضی اللہ عنہ محمد رسول اللہ ﷺ بن گئے تھے اور رسول آئے بھی نہ تھے کہ حضور رضی اللہ عنہ شفیع المذنبین ﷺ بن گئے تھے۔ رسول یہاں آئے بھی نہیں اور حضور سید المرسلین ﷺ بن گئے۔ باقی رسول ابھی آئے ہی نہ تھے کہ حضور خاتم النبیین بن گئے تھے۔ باقی رسول اللہ ﷺ یہاں آئے بھی نہ تھے کہ حضور مختار کل ﷺ بن گئے تھے۔

اس کو یوں سمجھیں کہ ایک ہوتا ہے کسی کامل کا ثبوت اور ایک ہوتا ہے کسی کمال کا ظہور۔ ثبوت اور ہے اور ظہور اور ہے۔ کمال ثابت ہو جاتا ہے کہیں اور اس کا ظہور ہوتا ہے اور کہیں۔

اب معلوم ہوا کہ ثابت ہونا اور ہے اور ظاہر ہونا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو سب کچھ پہلے ہی بنا دیا تھا۔ سارے منصب پہلے ہی عطا فرما دیئے تھے۔ وہ نور اول بھی ہیں وہ شفیع المذنبین بھی ہیں۔ وہ رحمۃ للعالمین بھی ہیں۔ وہ صاحب اسرار بھی ہیں۔ وہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ شفاعت کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ امامت کا ظہور بیت المقدس میں ہوا۔ رہ گئی رسول کریم ﷺ کی زندگی کی بات تو حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ کے متعلق کبھی بھی علمائے امت میں اختلاف نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کی بات کہ وہ زندہ اور باقی ہیں۔ اس

Marfat.com

میں کسی کو شک ہے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بالکل اسی جسمانی زندگی کے ساتھ باقی رکھا ہے۔ باقی رہا موت کا ذائقہ سب نے چکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ذائقہ اس طرح بھی چکھا سکتا ہے کہ موت طاری ہو اور پھر اس کو حیاتِ ابدی دی جائے اور اس کی موت ہی مر جائے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ ‏ ‏ ‏ ‏ میرے چشم عالم میں چھپ جانے والے

حاضر و ناظر

اے محبوب ہم نے تجھے سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اے حبیب ہم نے تجھے عالم بنا کر بھیجا ہے۔ اے نبی غیب دان ہم نے تجھے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ کچھ نادان حاضر و ناظر کا لفظ سنتے ہیں، تو چونک جاتے ہیں۔ شاید حاضر و ناظر کے لفظ سے الرجک ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے ہو کہ نہیں؟ جتنے لوگ حاضر و ناظر کے لفظ سے چڑتے ہیں۔ وہ کیا یہ ثبوت دے سکتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا گیا ہے۔ کوئی پوری دنیا میں یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہا گیا ہے۔

یہ لفظ حاضر و ناظر قرآن مجید میں تلاش کر کے بتاؤ۔ اور حدیث رسول میں سے نکال کر دکھاؤ؟ اگر اہل سنت و جماعت آپ تمام مکتبہ فکر والوں سے یہ دلیل مانگتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے ثابت کرو اور دلیل پیش کرو کہ کیا؟ اللہ تعالیٰ کو قرآن و حدیث میں حاضر و ناظر کہا گیا ہے؟

اتنا بڑا عقیدہ رکھتے وقت نہ تم نے قرآن دیکھا نہ حدیث دیکھی۔ جس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے استعمال نہ کیا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیث میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ استعمال کیا ہو۔ تم کس بنیاد پر یہ لفظ استعمال کرتے ہو؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہوئے کس بنیاد پر اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کر رہے ہو جواب دو۔ قیامت تک تمہارے پاس اسکا جواب نہیں ہے۔ اور نہ تم جواب دے سکتے ہو۔ یہ چیلنج ہے اہل سنت و جماعت کا تمام مکاتب فکر کے لئے لمحہ فکریہ ہے؟

بہت باریک اور پیچیدگی کی طرف جا رہا ہوں۔ دیکھو یہ مسئلہ علمائے کرام کے سامنے آیا تھا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کو جو کوئی یہ کہے کہ یا حاضر یا ناظر تو کیا یہ جائز ہے؟ کیا وہ کہیں کافر تو نہیں ہو گیا؟ شامی میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کفر نہیں ہے۔ ہم تاویل کر کے اس قول کو یا علیم و یا خبیر کے معنی میں استعمال کریں گے۔

لہٰذا کہنے والے کو کافر اس لئے نہیں کہیں گے کہ اس نے تاویل کر کے کہا ہے۔ کتنا سنگین مسئلہ ہو گیا ہے۔ سوال کرنے والا پوچھ رہا ہے کہ یہ کفر ہوا کہ نہیں تو اب جواب دینے والے کہہ رہے ہیں کہ کافر تو ہم نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ وہ حاضر و ناظر جو کہتا ہے وہ علیم و خبیر کے معنی میں تاویل کر کے کہتا ہے۔

دیکھا آپ نے جس لفظ کو تم زور دے کر کہہ رہے ہو اور اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کر رہے ہو۔ اس لفظ کی وجہ سے کتنا ہیبت ناک سوال پیش کیا گیا ہے۔ میں بتاؤں یہ سوال کرنے والوں نے کیوں کیا؟ اصل بات یہ ہے کہ حاضر کسے کہتے ہیں۔ آپ حاضر ہیں کہ نہیں؟ آپ کے لئے حاضر کا لفظ بولا گیا کہ نہیں۔ آپ ناظر ہیں کہ نہیں؟ آپ دیکھ رہے ہیں کہ نہیں؟ آپ حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی ہیں۔ آپ کسی محفل میلاد میں ہیں تو محفل میلاد میں حاضر بھی ہیں اور لوگوں کو دیکھ بھی رہے ہیں لہٰذا آپ ناظر بھی ہیں۔

دیکھئے حاضر و ناظر کا لفظ بہت بولا جاتا ہے۔ فلاں صاحب حاضر ہیں کہ نہیں۔ پتہ چلا کہ حاضر کہتے ہیں کسی مکان میں موجود کو یہ حقیقت لغوی میں حاضر کے معنی ہیں۔ الموجود فی المکان۔ جو کسی مکان میں موجود ہو۔ وہ ہے حاضر اور ناظر کے معنی ہیں جو اپنی ان مادی آنکھوں سے دیکھے وہ ہے ناظر۔

اب اللہ تعالیٰ تو مکان و مکانیات سے پاک ہے۔ تو وہ کیسے حاضر ہو گا اور اللہ تعالیٰ ان مادی آنکھوں سے پاک ہے۔ تو وہ کیسے ناظر ہو گا۔

سائل کا منشا یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا جو حقیقی اور لغوی معنی ہے وہ یہ ہے کہ حاضر کے معنی ہیں مکان میں موجود ہونے والا اور ناظر کے معنی ہیں سر کی آنکھوں سے دیکھنے والا۔ اور جو جسم و جسمانیات سے پاک ہو وہ حقیقی اور لغوی معنوں میں نہ حاضر ہو سکتا ہے اور نہ ناظر ہو سکتا ہے۔

اب اچھی طرح سمجھ لو کہ لغت میں جو حقیقی معنی ہے اس معنی میں اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔ وہ تاویل والا معنی لے کر کہتے ہیں۔ وہ علیم و خبیر والا معنی لے کر کہتے ہیں۔ تو حقیقی اور لغوی معنی میں کون حاضر و ناظر ہو گا؟ اللہ تعالیٰ تو اس حقیقی اور لغوی معنی میں حاضر و ناظر نہیں ہو سکتا؟ حقیقی اور لغوی معنی میں وہی حاضر و ناظر ہو گا جو مکان میں موجود ہو سکے اور حقیقی

Marfat.com

اور لغوی معنی میں وہی ناظر ہوگا جو سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہو۔

تعجب کی بات ہے کہ خالق کائنات کو تم حاضر و ناظر کہہ رہے ہو۔ اور یہاں علمائے کرام فتوی دے رہے ہیں کہ تاویل کر کے کہا جائے۔ اس لئے لفظ حاضر و ناظر نہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے بولا گیا ہے اور نہ حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا گیا ہے۔ وہاں شہید کا لفظ ملے گا وہاں حفیظ کا لفظ ملے گا۔ وکیل کا لفظ ملے گا علیم و خبیر کا لفظ ملے گا۔ اس لئے حاضر و ناظر کے لفظ میں پیچیدگی ہے۔ اگر کوئی نادان یہ لفظ بولے گا اللہ تعالیٰ کی شان میں تو تاویل کر کے بولا جائے گا۔

اگر بلا تاویل بولنا ہے تو حقیقی اور لغوی معنی میں بولنا ہو تو اس معنی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بھی اور ناظر بھی ہیں۔ تو اس لفظ سے چڑنا نہیں چاہئے۔ بلکہ خوش ہونا چاہئے۔

ایک اور بات ذہن نشین کر لیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار مبارک سے آئیں اور ہماری محفلوں کو رونق بخشیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی بعید نہیں۔ مگر حاضر و ناضر ہونے کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں۔

یہ سمجھ لینا حضور علیہ السلام کو علم ہو گیا چاہئے یہاں آ کے علم ہو یا وہاں رہ کے علم ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہے۔ چاہئے یہاں آ کر دیکھیں چاہئے وہاں مدینہ منورہ میں رہ کر دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ عطا فرمایا ہوا ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آئیں گے تو دیکھیں۔ حضور علیہ السلام تو گنبد خضریٰ ہی سے دیکھ رہے ہیں تو اب سب سے زیادہ اور مناسب یہ ہے کہ ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے ناظر ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو　　آپ ایسے رحمۃ للعالمین ہو

وہ ہر عالم کی رحمت کسی عالم میں رہ جاتے۔ یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا۔ وہ ہر عالم کی رحمت وہ ہر عالم میں رہتے ہیں۔ یہ فیض رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے۔

Marfat.com

باب 60:

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مبارکہ کی وجہ سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی بہت بلند مرتبہ و مقام ہے۔ ان کی شان مبارکہ میں قرآن مجید کی بہت سی آیات بینات نازل ہوئیں، جن میں ان کی عظمتوں کا تذکرہ اور ان کی شان رفعت کا بیان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اے نبی کی بیویو! تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ دوسری آیت میں بھی یہ ارشاد ہے کہ

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ۔ (احزاب)

اور اس نبی کی بیویاں ان مومنین کی مائیں ہیں۔ یہ تمام امت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ حضور سید عالم علیہ الصلاۃ والسلام کی مقدس بیویاں دو باتوں میں حقیقی ماں کی مثل ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نکاح جائز نہیں۔ دوسرا یہ کہ ان کی تعظیم و تکریم ہر امتی پر اسی طرح لازم ہے جس طرح حقیقی ماں کی بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ ۔ یہ حکم نبی کریم علیہ السلام کی ان تمام ازواج مطہرات کے لئے ہے۔ جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہے۔ چاہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کا انتقال ہوا ہو یا حضور علیہ السلام کے بعد انہوں نے وفات پائی ہو۔ یہ سب کی سب امت کی مائیں ہیں اور ہر امتی کے لئے اس کی حقیقی ماں سے بڑھ کر لائقِ تعظیم و واجب الاحترام ہیں۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۱۶ء)

ازواجِ مطہرات کی تعداد اور ان کے نکاحوں کی ترتیب کے بارے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔ حضرت سیدہ خدیجہ الکبری رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا تو حضور علیہ السلام کے سامنے ہی انتقال ہوا تھا۔ مگر نو ازواج مطہرات حضور علیہ السلام کے وصال اقدس کے وقت موجود تھیں۔ ان گیارہ امت کی ماؤں میں سے چھ خاندان قریش کے اونچے گھرانے کی چشم و چراغ تھیں۔ جن کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ (۲) حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا۔ (۳) حضرت حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا۔ (۴) حضرت سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔ (۵)

Marfat.com

حضرت سیدہ ام سلمہ بنت ابو امیہ رضی اللہ عنہا۔ ❻ حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا اور چار ازواج مطہرات خاندان قریش سے نہ تھیں بلکہ عرب کے دوسرے قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔ وہ یہ ہیں۔ ❼ حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ ❽ حضرت سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔ ❾ حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا۔ ❿ حضرت سیدہ ام المساکین جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث رضی اللہ عنہ۔ ⓫ حضرت سیدہ صفیہ بنت حیی یہ عربی النسل نہیں تھیں بلکہ خاندان بنی اسرائیل کی ایک شریف النسب رئیس زادی تھیں۔ ⓬ حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی کنیز تھیں۔

اس بات پر بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ سب سے پہلے حضور علیہ السلام نے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور جب تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں تو حضور علیہ السلام نے کسی دوسری عورت سے عقد نہیں فرمایا۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۱۸ تا ۲۱۹)

خانہ نبوت کی خاتونِ اول سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

یہ نبی کریم علیہ السلام کی سب سے پہلی رفیقہ حیات ہیں، ان کے والد کا نام خویلد بن اسید اور والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ یہ خاندان قریش کی بہت ہی مالدار اور معزز خاتون تھیں۔

اہل مکہ مکرمہ ان کی پاک دامنی کی وجہ سے ان کو طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور جمالِ صورت اور کمالِ سیرت کو دیکھ کر خود ہی سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھجوایا اور نکاح کی رغبت دلائی اور پھر نکاح ہوگیا۔ علامہ ابن اثیر اور امام ذہبی کا بیان ہے کہ اس بات پر تمام امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔

امت کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ ایسے کٹھن وقت میں صرف انہیں کی ایک ذات تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس حیات بن کر تسکین خاطر کا باعث تھی۔ انہوں نے اتنے خوفناک اور خطرناک اوقات میں جس استقلال اور استقامت کے ساتھ خطرات و مصائب کا مقابلہ کیا اور جس طرح تن من دھن سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی قربانی پیش کی۔ اس خصوصیت میں تمام ازواجِ مطہرات پر ان کو ایک خصوصی فضیلت حاصل ہے۔

صحیح قول کے مطابق مذہب مختار یہی ہے کہ امہات المومنین میں حضرت سیدہ خدیجہ

Marfat.com

الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔

ان کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن لے کر آرہی ہیں۔ جس میں کھانا ہے۔ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ان کے رب کا اور میرا اسلام کہہ دیں اور ان کو خوشخبری سنا دیں کہ جنت الفردوس میں ان کے لئے موتیوں کا ایک گھر بنا ہے جس میں نہ کوئی شور وغل ہوگا نہ کوئی تکلیف ہوگی۔ (بخاری، ج ۱، ص ۵۲۹)

امام احمد، ابوداؤد، نسائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پچیس سال تک حضور علیہ السلام کی خدمت گزاری سے سرفراز رہیں۔ ہجرت سے تین سال قبل ۶۵ برس کی عمر مبارک پا کر ماہِ رمضان المبارک میں مکہ معظمہ میں ہی انہوں نے وفات پائی۔ حضور سرورِ کونین تاجدارِ دو عالم جانِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلی حجون میں خود بنفس نفیس ان کی قبر میں اتر کر اپنے مقدس و پاکیزہ اور یداللہ والے ہاتھوں سے ان کو سپردِ خاک فرمایا۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۲۷)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا حضور علیہ السلام کی تمام اولاد پاک انہی کے بطن مبارک سے تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی موجودگی میں یعنی ان کے جیتے جی دوسری شادی نہیں کی۔ حدیث میں ہے کہ سرورِ کائنات دو عالم کے تاجدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون اول ہیں۔ جو مجھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ وہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو مومنہ اول بھی ہیں جو دورِ جاہلیت میں طاہرہ کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔ جو عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اور جس نے عورتوں میں سب سے پہلے نماز ادا فرمائی جو ملکہ کائنات بھی ہیں اور معلّمہ اول بھی۔ اور محسنہ اول بھی جو ام المومنین بھی ہیں اور خیر النساء بھی جن کو فرشتے بھی سلام کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک جو سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی ان کی تعداد بالاتفاق چھ ہے

Marfat.com

دو فرزند (۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور چار صاحبزادیاں ہیں (۳) حضرت زینب رضی اللہ عنہا (۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۶) حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو لیا ہے۔

(۱) حضرت قاسم رضی اللہ عنہ:

یہ سب سے پہلے فرزند ہیں۔ جو اعلان نبوت سے قبل پیدا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔ جب یہ چلنے لگے تو تقریبا سترہ ماہ یا دو سال کے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا۔ واللہ اعلم ورسولہ

(۲) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ:

ان کا ہی لقب طیب و طاہر ہے۔ اعلان نبوت سے قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

(۳) حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

یہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں، اعلان نبوت سے دس سال قبل جب کہ نبی کریم علیہ السلام کی عمر مبارک تیس سال کی تھی اس وقت حضرت زینب علیہا السلام کی ولادت ہوئی۔ یہ مکہ مکرمہ میں ہی رہ گئیں تھیں اور جنگ بدر کے بعد حضور علیہ السلام نے ان کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ بلا لیا تھا۔ یہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی ہجرت کرنے میں دردناک مصیبت پیش آئی اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فضائل میں یہ ارشاد فرمایا کہ

هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي صِيبَتْ فِيَّ

یہ میری بیٹیوں میں اس اعتبار سے بہت ہی زیادہ فضیلت والی ہیں کہ میری جانب ہجرت کرنے میں اتنی بڑی مصیبت اٹھائی۔

۸ھ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا و حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کفن کے لئے تہبند شریف عطا فرمایا اور اپنے دست مبارک سے ان کو قبر میں اتارا۔

(۴) حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

یہ صاحبزادی صاحبہ اعلان نبوت سے سات برس پہلے پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان

Marfat.com

غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ نکاح کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے اور پھر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ گئے۔اور یہ دونوں میاں بیوی صاحب الہجر تین یعنی دو ہجرتوں والے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔

جنگ بدر کے دنوں میں حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا بہت سخت بیمار تھیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں شریک ہونے سے روک دیا۔ اور یہ حکم فرمایا کہ وہ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کریں۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح مبین ہوئی جس کی خوشخبری لے کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے۔اسی دن حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا نے بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضور علیہ السلام جنگ بدر کے سبب سے ان کے جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہا کو حضور علیہ السلام نے بدر کے مجاہدین میں شمار فرمایا اور مالِ غنیمت سے برابر حصہ عطا فرمایا۔اور جنگ بدر کے برابر اجر عظیم کی بشارت بھی دی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ تھا۔ یہ اپنی ماں کے بعد ۴ھ کو ۶ سال کی عمر میں فوت ہوئے (زرقانی، ج ۳، ص ۱۹۹)

(۵) حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد جنگ بدر سے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ان دونوں نوروں کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نور لے کر وہ ذوالنورین کہلائے۔ یوں قرب محبوب رحمانی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حاصل ہوا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا　　　ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

(۶) حضرت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا:

حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اپنی والدہ ماجدہ خاتون اول سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن

Marfat.com

مبارک سے سید المرسلین سرور کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔ نبوت کا پہلا سال اور جمادی الثانی کی بیس تاریخ تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال ہو چکی تھی کہ مکہ مکرمہ کے شہر پر انوار و تجلیات کی برسات ہو رہی تھی۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک رشک جنت بنا ہوا تھا۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا نور میرے بطن پاک میں منتقل ہوا تو میں ہر روز جنت کی خوشبو سونگھا کرتی تھی۔ اور خوشبو کا یہ سلسلہ پورے نو ماہ تک جاری رہا۔ (نزہۃ المجالس)

سیدہ رضی اللہ عنہا کی ولادت باسعادت کے وقت جنت کی حوریں آپ کو غسل دینے آئیں سیدہ رضی اللہ عنہا کو نور کے طشت میں بٹھا کر آبِ کوثر سے غسل دیا۔ اور جنت سے لائی ہوئی چھوٹی سی نوری عبا پہنا کر سر اقدس پر خوشبوؤں میں بسا ہوا رومال باندھ دیتی ہیں۔

ادھر بچی کا سن کر سرورِ عالم ﷺ تشریف لائے اور بچی کو ہاتھوں پر اٹھایا اور ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور فرمایا اے خدیجہ رضی اللہ عنہا مبارک ہو یہ بچی دنیا کی بزرگ عورتوں سے ہے۔

حضور علیہ السلام نے سیدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا رکھا۔ جس کا معنی ہے آزادی اور نجات دلانے والی یعنی امت کو دوزخ سے نجات دلانے والی۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کے القابات تو بے شمار ہیں۔ بعض کتب میں سو سے زیادہ القابات ہیں۔ آپ کا ایک لقب طاہرہ ہے۔ یعنی پاک دامن اور پاک بدن۔ یہ شہزادی سلطنت اسلام کی وہ مقدس شہزادی ہیں جو ہر قسم کی ظاہری و باطنی آلائش رجس و نجس و حیض و نفاس سے پاک تھیں۔

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (الصواعق المحرقہ بحوالہ حاکم)

یعنی فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ۔ (ابن ماجہ، مستدرک)

فاطمہ ساری کائنات کی عورتوں کی سردار ہے۔

حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں کہ زہراء کلی کو کہتے ہیں اور آپ جنت کی کلی ہیں۔ حضور ﷺ

Marfat.com

فرماتے ہیں جب میں جنت کی خوشبو سونگھنا چاہتا ہوں تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر اور گردن کو سونگھ لیتا ہوں۔ مجھے فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے جسم سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ (نور الابصار)

حسب ونسب کا یہ عالم کہ باپ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور بیٹی سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا تھی۔ ماں ملکہ عرب تھی تو بیٹی عرب کی شہزادی تھی۔

ہجرت مدینہ منورہ کے دو سال بعد ۲ ھ میں سیدہ عالمین رضی اللہ عنہا کا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دینے کا پروگرام مرتب ہونے لگا۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیاء کے بعد سب سے افضل ہیں اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں ترغیب دی کہ آپ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر اپنے لئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتے کی بات کریں۔

چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کچھ تامل کے بعد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے اور شرم و حیاء کے باعث سر جھکا کر چپکے سے بیٹھ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ اے علی رضی اللہ عنہ آج خاموش بیٹھے ہو لگتا ہے کہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا رشتہ مانگنے آئے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادب کے ساتھ سر ہلا دیا۔ لیکن زبان کھولنے کی ہمت نہ ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمہاری پیشکش قبول ہے، کچھ پاس بھی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس ایک گھوڑا اور زرہ ہے۔ یہ دنیا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کل کائنات ہے۔ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑا پاس رکھو۔ جہاد میں کام آئے گا اور زرہ بیچ دو جو رقم ملے اس سے شادی اور حق مہر کی تیاری کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ اٹھائی اور فروخت کرنے کے لئے نکلے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے چار سو اسی ۴۸۰ درہم ادا کر کے زرہ خرید لی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ۴۸۰ درہم لے چکے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر زرہ بھی واپس دے دی اور کہا کہ یہ میری طرف سے شادی اور مہر کے لئے ہدیہ ہے۔ (لسان المیزان...... مدارج النبوت)

اس محبت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شادی و نکاح کے اکثر اخراجات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے برداشت کئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان محبت کا کیا عالم تھا؟

Marfat.com

بہر حال حضور علیہ السلام نے اکابر صحابہ کرام بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ذریعے پیغام بھیجا تو سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جمع ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بازار مدینہ منورہ سے خوشبو اور خرمے وغیرہ خرید لائے۔ مسجد نبوی میں دونوں نوری پیکر موجود ہیں۔ محفل نکاح سج گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا۔ چار سو مثقال چاندی حق مہر مقرر ہوا۔ اس تقریب نکاح کو سنت قائمہ قرار دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے ایجاب قبول کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّیْ۔ (بخاری شریف)

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کا کیا کہنا؟ ان کے مراتب ودرجات بہت بلند وبالا ہیں۔

حضور علیہ السلام کے وصال کے ۶ ماہ بعد حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کبھی مسکرائی نہیں۔ آپ کا وصال اقدس ۳ رمضان کو ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی کسی بیٹی کا رشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں کیا۔ (زرقانی)

نکاح کے گواہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اے میرے صحابہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنی پیاری بیٹی نور نظر فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کردوں اور تمہیں اس پر گواہ بنادوں۔ لہٰذا آج تم علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے گواہ ہو۔ (نورالابصار)

نوٹ: گواہ کون ہیں؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ الہذا اے حضرت علی

Marfat.com

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ماننے والو۔ ان گواہوں کے ایمان پر بحث نہ کرنا اور ان کے احسان پر اعتراض نہ کرنا۔ ان کی گواہی پر انگلی نہ اٹھانا۔ ان کی ثقاہت پر شک نہ کرنا۔

خبردار!

یہ ابوبکر اور عمر ہیں یہ چمن چمن نگر نگر ہیں

نادانو!! ان پر جرح نہ کرنا، جرح کے وکیلو! تمہیں معلوم نہیں کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر جرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پر جرح ہوگی؟

کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر جرح کرتے ہوئے تمہارا اپنا ایمان ہی مجروح نہ ہو جائے؟ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر کیا دلائل ہیں عرض کرتا جاؤں۔ ان کی شان تو قرآن وحدیث میں ہے۔ حضور سید دو عالم جان کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِنِّی ۔ (بخاری شریف)

یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

Marfat.com

باب 61:

۲۔ حضرت ام المؤمنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد صاحب کا نام زمعہ اور والدہ صاحبہ کا نام شموس بنت عمرو ہے۔ ان کا پہلے اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔ یہ میاں بیوی دونوں ابتدائے اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اور ان دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔ لیکن جب حبشہ سے واپس آ کر یہ دونوں میاں بیوی مکہ مکرمہ میں آئے تو ان کے شوہر سکران پر عمرو رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ ان کے ہاں ایک لڑکا بھی تھا جن کا نام عبدالرحمٰن تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے ان کی طرف تشریف لائے ہیں اور ان کی گردن پر اپنا پاؤں مبارک رکھ دیا۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اس خواب کو اپنے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا اگر تیرا خواب سچا ہے۔ تو میں یقیناً عنقریب ہی فوت ہو جاؤں گا اور حضور علیہ السلام تجھ سے نکاح فرمائیں گے۔ اس کے بعد دوسری رات میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب دیکھا کہ ایک چاند ٹوٹ کر ان کے سینہ پر گرا ہے۔ دوسرے دن سویرے سویرے اس خواب کا بھی اپنے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو ان کے شوہر حضرت سکران رضی اللہ عنہ نے چونک کر کہا کہ اگر تیرا یہ خواب بھی سچا ہے تو میں اب بہت جلد فوت ہو جاؤں گا۔ اور تم میرے بعد حضور علیہ السلام سے نکاح کرو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی دن سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور چند دن کے بعد فوت ہو گئے۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۶۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے بہت زیادہ مغموم رہا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیں۔ تاکہ گھر میں رونق رہے اور ایک وفادار اور خدمت گزار بیوی کی صحبت و رفاقت سے آپ کا غم ہلکا ہو۔ حضور علیہ السلام نے ان کے اس مخلصانہ مشورہ کو قبول فرمالیا۔

چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سے بات چیت کر کے نسبت طے کرا

Marfat.com

دی اور نکاح ہو گیا۔ اور یہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا امہات المؤمنین کے زمرے میں شامل ہو گئیں اور اپنی زندگی بھر حضور علیہ السلام کی زوجیت کے شرف سے سرفراز رہیں۔ اور انتہائی والہانہ عقیدت و محبت کے ساتھ حضور رضی اللہ عنہا کی وفادار اور خدمت گزار رہیں۔ یہ بہت ہی فیاض اور سخی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درہموں سے بھرا ہوا ایک تھیلا مائی صاحبہ کی خدمت میں بھیجا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والے نے بتایا کہ درہم ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ بھلا درہم کھجوروں کے تھیلے میں بھیجے جاتے ہیں۔ یہ فرمایا اور اٹھ کر اسی وقت ان تمام درہموں کو مدینہ منورہ کے فقراء و مساکین پر تقسیم فرما دیئے۔ ان سے پانچ حدیثیں مذکور ہیں۔ ایک حدیث بخاری شریف میں بھی ہے۔ ان کی وفات کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری دور خلافت میں ۲۳ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم (زرقانی، ج ۳، ص ۲۲۹)

۳۔ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

یہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نورِ نظر اور دختر نیک اختر ہیں۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا ہے۔ یہ چھ برس کی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے دسویں سال ماہ شوال میں ہجرت سے تین سال قبل نکاح فرمایا۔ اور شوال ۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر یہ کاشانہ نبوت میں داخل ہوئیں اور نو سال تک نبی کریم علیہ السلام کی صحبت سے سرفراز رہیں۔ ازواجِ مطہرات میں یہی کنواری اور سب سے زیادہ بارگاہِ نبوت میں محبوب ترین تھیں۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تین رات میں خواب میں یہ دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ تم کو ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر میرے پاس لاتا رہا اور مجھ سے یہ کہتا رہا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔ جب میں نے تمہارے چہرے سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو وہ تم ہی تھیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اس خواب کو پورا فرمائے گا۔ (مشکوۃ، ج ۲، ص ۵۷۳)

Marfat.com

فقہ اور حدیث شریف کے علوم میں ازواج مطہرات کے اندر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بہت بڑا اور بلند درجہ ہے۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں حضور علیہ السلام سے سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہیں۔

سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا بیان اللہ تعالیٰ نے برأت کی صورت میں آسمان سے قرآن میں نازل فرمایا۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ بستر میں ہوتی تو حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی اور زوجہ مطہرہ کو عطا نہیں فرمایا۔ حضرت اماں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کے وصال کے وقت میں سید کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی گود میں لئے ہوئے بیٹھی تھی اور آقا کریم علیہ السلام کا سر اقدس میرے سینہ اور حلق کے درمیان تھا۔ اور اسی حالت میں حضور علیہ السلام کا وصال مبارک ہوا۔

حضور تاجدارِ کون و مکان نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ انور خاص میرے حجرہ مبارک میں بنا۔ (زرقانی، ج ۳،ص ۲۲۳)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے۔ اور آپ کے فضائل و مناقب میں بہت سی حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔

۱۷ رمضان المبارک رات سہ شنبہ ۵۸ ھ میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کا وصال ہوا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی وصیت کے مطابق رات میں ہی لوگوں نے آپ کو جنت البقیع میں دوسری ازواجِ مطہرات کے مزاروں کے پہلو میں دفن کیا۔ (زرقانی، ج ۳،ص ۲۳۵)

۴۔ حضرت ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی امیر المؤمنین خلیفہ ثانی مراد رسول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو ایک مشہور صحابیہ ہیں۔ ان کے پہلے شوہر جنگ احد میں زخمی ہوئے اور وفات پا گئے تھے۔ پھر نبی کریم علیہ السلام نے ۳ ھ میں ان سے نکاح فرمایا اور یہ ام المؤمنین کی حیثیت سے کاشانہ نبوی کی سکونت سے مشرف ہوئیں۔ یہ بہت بلند اور شاندار اور سخاوت شعار خاتون تھیں۔ حق گوئی اور حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد بزرگوار کا مزاج پایا تھا۔

Marfat.com

اکثر روزہ دار رہا کرتی تھیں۔ تلاوت قرآن اور دوسری قسم قسم کی عبادتوں میں مصروف رہا کرتی تھیں۔

یہ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ رکھتی تھیں۔

انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں۔

کچھ حدیثیں بخاری شریف میں موجود ہیں اور کچھ دوسری کتب حدیث میں درج ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین ان کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں۔ جن میں خود ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بہت ہی مشہور ہیں۔ شعبان المعظم ۴۵ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ہی ان کی وفات ہوئی۔

اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ سے لے کر قبر مبارک تک لائے ساتھ ہی آپ کے تین بھتیجے تھے۔ انہوں نے اٹھا کر قبر مبارک میں رکھا۔ ان کے دو بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ساتھ تھے۔

ان کے بھتیجے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان کو قبر مبارک میں اتارا۔

یہ جنت البقیع میں دوسری ازواج مطہرات کے ساتھ ان کے پہلو میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت ان کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی تھی۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۳۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے اے بیٹی تم کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے کہنا خبردار نبی کریم علیہ السلام سے کسی چیز کا تقاضا نہ کرنا۔

یاد رکھو اگر آقا کریم علیہ السلام ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گی۔ اللہ تعالیٰ کی نیک اور پارسا بندی بن کر رہنا۔

۵۔ حضرت ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام مبارک ہند ہے اور کنیت ام سلمہ ہے۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ ان کے والد کا نام حذیفہ ہے اور والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر ہیں۔ ان کا نکاح پہلے حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن اسد رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ جو حضور علیہ السلام کے رضاعی بھائی تھے۔ یہ دونوں میاں بیوی اعلان نبوت کے بعد جلد ہی

Marfat.com

دامن اسلام میں آ گئے تھے۔ اور سب سے پہلے ان دونوں نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ پھر یہ دونوں حبشہ سے مکہ مکرمہ آ گئے اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اونٹ پر کجاوہ باندھا اور حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو کجاوہ میں سوار کر دیا۔ مگر جب اونٹ کی نکیل پکڑ کر روانہ ہوئے تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے میکے والے بنو مغیرہ آ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی کو ہرگز ہرگز مدینہ منورہ نہ جانے دیں گے اور زبردستی ان کو اونٹ سے اتار لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے لوگ بھی طیش میں آ گئے اور کہا کہ تم لوگ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو محض اس بنا پر روکتے ہو کہ یہ تمہارے خاندان کی لڑکی ہے۔ تو ہم ان کے بچے سلمہ کو ہرگز تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے۔ اس لئے کہ یہ بچہ ہمارے خاندان کا ہے یہ کہہ کر ان لوگوں نے بچہ کو اس کی ماں کی گود سے چھین لیا۔ مگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت کا ارادہ ترک نہیں کیا اور نہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بلکہ دونوں بچے کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر اور بچے کی جدائی میں روتی رہی۔ تقریباً سات دنوں تک متواتر روتی رہیں۔ ان کا یہ حال دیکھ کر ان کے ایک چچا زاد بھائی کو رحم آ گیا۔ اس نے بنو مغیرہ کو سمجھا کر کہا کہ اس مسکینہ کو تم لوگوں نے اس کے شوہر اور بچے سے کیوں جدا کر رکھا ہے؟

بالآخر بنو مغیرہ اس بات پر رضا مند ہو گئے اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے کو لے کر اپنے شوہر کے پاس مدینہ منورہ چلی گئیں۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۳۹)

آخر کار یہ دونوں میاں بیوی عافیت کے ساتھ مدینہ منورہ رہنے لگے۔ مگر ۴ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ تو بعد میں ان کے بچے بھی تھے مگر حضور رضی اللہ عنہا نے ان سے نکاح فرما لیا۔ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے بچوں کے ساتھ کاشانہ نبوت میں رہنے لگے اور ام المومنین کے معزز لقب سے سرفراز ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حسین و جمیل تھیں اور عقل و فہم کے کمال کا بھی ایک بے مثال نمونہ تھیں۔ حسن و جمال کے ساتھ ساتھ فقہ و حدیث میں بھی ان کی مہارت خصوصی طور پر ممتاز تھیں۔ ۳۷۸ حدیثیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ بہت سے صحابہ و تابعین حدیث میں ان کے شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ شامل ہیں۔ آپ ۸۴ سال کی عمر مبارک پا کر مدینہ منورہ میں ۵۳ھ کو فوت ہوئی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

(زرقانی، ج ۳، ص ۲۴۲)

Marfat.com

٦۔ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

ان کا اصلی نام رملہ ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے سردار ابوسفیان بن حرب کی صاحبزادی ہیں اوران کی والدہ کا نام صفیہ بنت العاص ہے۔ جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی صاحبہ ہیں۔ یہ پہلے عبیداللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں اور میاں بیوی دونوں نے اسلام قبول کیا اور دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔

لیکن حبشہ پہنچ کر ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش پر ایسی بدنصیبی چھائی کہ وہ اسلام سے پھر کر مرتد ہو گیا اور نصرانیت ہی پر وہ مر گیا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے اسلام پر استقامت کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حالت معلوم ہوئی تو قلبِ نازک پر بڑا صدمہ ہوا اور حضور علیہ السلام نے ان کی دل جوئی کے لئے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ تم میرے وکیل بن کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ میرا نکاح کر دو۔ نجاشی کو جب یہ فرمانِ نبوت پہنچا تو اس نے اپنی خاص لونڈی کو بھیجا جس کا نام ابرہہ تھا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی خبر دی۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس خوشخبری کو سن کر اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنے کچھ زیورات اس بشارت کے انعام میں ابرہہ لونڈی کو دے دیئے۔ اور حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص کو جو ان کے ماموں کے لڑکے تھے۔ اپنے نکاح کا وکیل بنا کر نجاشی کے پاس بھیجا۔ نجاشی نے اپنے شاہی محل میں نکاح کی مجلس منعقد کی اور حضرت جعفر بن ابو طالب اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو اس وقت حبشہ میں موجود تھے۔ اس مجلس میں بلایا اور خود ہی خطبہ پڑھ کر سب کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر دیا اور چار سو دینار اپنے پاس سے مہر ادا کیا۔ جو اسی وقت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا گیا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجلس نکاح سے اٹھنے لگے تو نجاشی بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ بیٹھے رہیئے۔ انبیاء کرام کا یہ طریقہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر کھانا منگایا۔ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شکم بھر کر کھانا کھلایا اور مجلس برخاست ہوئی۔

پھر نجاشی بادشاہ نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخل ہو کر ام المؤمنین کے معزز لقب سے

Marfat.com

سرفراز ہوئیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ۶۵ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ جو بخاری و مسلم شریف میں موجود ہیں۔ ان کے شاگردوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی صاحبزادی اور بھانجے ابوسفیان بن سعید رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ ۴۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

(زرقانی، ج ۳، ص ۲۴۵)

۷۔ حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں۔ ان کا نکاح حضور علیہ السلام اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرا دیا تھا۔ مگر چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا خاندان قریش کی ایک بہت ہی بلند شان کی خاتون تھیں اور حسن و جمال میں بھی یہ اعلیٰ وارفع و بے مثال تھیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا یعنی متبنیٰ مگر پھر بھی وہ پہلے غلام رہ چکے تھے۔ اس لئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان سے خوش نہیں تھیں اور اکثر ان بن رہا کرتی تھی۔

آخر کار حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو طلاق دے دی۔ اس واقعہ سے فطری طور پر آقا کریم علیہ السلام کے قلبِ نازک پر صدمہ پہنچا۔ چنانچہ جب ان کی عدت پوری ہوگئی تو محض ان کی دل جوئی کے لئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اپنے نکاح کا پیغام بھیجا۔ روایت ہے کہ یہ پیغام بشارت سن کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے دو رکعت نماز نفل ادا کی اور سجدہ میں سر رکھ کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ تیرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ اگر میں تیرے نزدیک ان کی زوجیت میں داخل ہونے کے لائق ہوں تو یا اللہ تو ان کے ساتھ میرا نکاح فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا فوراً ہی قبول فرمالی اور قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی کہ

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا۔ (سورۃ الاحزاب)

اس آیت کے نزول کے بعد حضور علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جائے اور اس کو یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح زینب کے ساتھ فرمادیا ہے۔ یہ سن کر آپ کی خادمہ دوڑتی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور مندرجہ بالا آیت سنا کر خوشخبری دی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بشارت سے اس قدر خوش ہوئیں کہ اپنا زیور اتار کر اس خادمہ کو انعام دے دیا۔ اور خود سجدہ میں گر

Marfat.com

پڑیں اوراس نعمت کے شکریہ میں دو ماہ لگاتار روزے رکھے۔

روایت میں آتا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد اچانک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر خطبہ اور گواہوں کے آپ نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تیرے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کردیا ہے اور حضرت جبریل امین علیہ السلام اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کے نکاح پر بہت بڑی دعوت ولیمہ کی۔ ان کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ یہ ایک فضیلت ہی کیا کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔ انہوں نے گیارہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے ہر کوچہ و بازار میں اعلان کرادیا کہ تمام اہل مدینہ منورہ اپنی مقدس ماں کی نماز جنازہ کے لئے حاضر ہو جائیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ آپ نے ۲۱ھ میں ۵۳ سال کی عمر مبارک پاکر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۴۷۶)

۸۔ ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث (رئیس بنی المصطلق)

یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار اعظم حارث بن ضرار کی بیٹی ہیں۔ غزوۂ مریسیع میں جو کفار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر قیدی بنائے گئے تھے۔ ان ہی قیدیوں میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب قیدیوں کو لونڈی و غلام بنا کر مجاہدین پر تقسیم کردیا گیا تو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ انہوں نے ان سے مکاتبت کرلی۔ یعنی یہ لکھ دیا کہ تم اتنی رقم مجھے دے دو میں تم کو آزاد کردوں گا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے قبیلے کے سردار کی بیٹی ہوں اور مسلمان ہو چکی ہوں ثابت بن قیس نے مجھے مکاتبہ بنادیا ہے مگر میرے پاس اتنی رقم نہیں ہے کہ میں بدل کتابت ادا کرکے آزاد ہو جاؤں۔ اس لئے کہ حضور اس وقت میری مالی حالت اچھی

Marfat.com

نہیں۔ آقا آپ میری امداد فرمائیں۔

کیونکہ میرا تمام خاندان اس جنگ میں گرفتار ہو چکا ہے اور ہمارے تمام مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھوں مال غنیمت بن چکے ہیں اور میں اس وقت مفلسی کی حالت میں ہوں۔

حضور رحمت کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کی فریاد سن کر ان پر رحم آ گیا۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کروں تو کیا تم اس کو منظور کر لو گی؟ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے ساتھ اس سے بہتر کیا سلوک فرمائیں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے بدل کتابت کی تمام رقم میں خود تمہاری طرف سے ادا کر دوں اور پھر تم کو آزاد کر کے میں خود تم سے نکاح کر لوں تاکہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہے۔ یہ سن کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی شادمانی و مسرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ انہوں نے اس اعزاز کو خوشی خوشی منظور کر لیا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بدل کتابت کی ساری رقم ادا فرما کر ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں شامل فرما لیا اور یہ ام المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز ہو گئیں۔

جب اسلامی لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا تو تمام مجاہدین یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے نکاح فرما لیا ہے۔ اس خاندان کا کوئی فرد لونڈی و غلام نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اس خاندان کے جتنے غلام و لونڈی مجاہدین اسلام کے قبضہ میں تھے فوراً ہی سب کے سب آزاد کر دیئے گئے۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۵۴)

ان کا اصلی نام برہ تھا لیکن چونکہ اس سے بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھ دیا (یعنی چھوٹی لڑکی) یہ بہت ہی عبادت گزار تھیں۔ نماز فجر سے نماز چاشت تک ہمیشہ اپنے اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتی تھیں۔ (مدارج، ج ۲، ص ۴۷۹)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے سات حدیثیں بھی رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں۔ بخاری و مسلم شریف میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ۵۰ھ ۶۵ سال کی عمر مبارک پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۵۶ ...... مدارج، ج ۲، ص ۴۸۱)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے دو بھائی اور ایک بہن یہ تینوں بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

کے بھائی عبداللہ بن حارث کے اسلام لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ یہ اپنے قبیلہ کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے آئے اور ان کے چند اونٹنیاں اور لونڈیاں تھیں۔

انہوں نے ان سب کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا اور تنہا نبی کریم علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسیران جنگ کی رہائی کے لئے درخواست پیش کی تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ لائے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر غیب دان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری وہ اونٹنیاں کہاں گئیں؟ اور تمہاری وہ لونڈیاں کدھر گئیں جن کو تم فلاں پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ غیب کی خبر سن کر عبداللہ بن حارث حیران ہو گئے کہ آخر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میری اونٹنیوں اور لونڈیوں کی خبر کس طرح ہو گئی؟ ایک دن ان کے اندھیرے دل میں نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حضور علیہ السلام کی نبوت کا نور چمک اٹھا اور وہ فوراً ہی کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

۹۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

ان کا اصلی نام زینب تھا۔ آقا کریم علیہ السلام نے ان کا نام صفیہ رکھ دیا۔ یہ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام حزہ بن کوئل ہے۔

محرم ۷ھ میں جب خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ اور تمام اسیرانِ جنگ گرفتار کر کے جمع کئے گئے تو اس وقت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور ایک لونڈی طلب کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پسند سے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنو نضیر اور بنو قریظہ کی شہزادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کو اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرمالیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ان کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لے کر آزاد کر دیا اور ان کے بدلے میں انہیں ایک دوسری لونڈی عطا فرما دی۔

اور پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما لیا۔ اور جنگ خیبر سے واپسی پر تین دنوں تک منزل صہبا میں ان کو اپنے خیمہ کے اندر اپنی قربت سے سرفراز فرمایا اور دعوت ولیمہ کی اور اس میں کھجور گھی پنیر کا مالیدہ صحابہ

Marfat.com

کرام رضی اللہ عنہم کو کھلایا۔ انہوں نے دس حدیثیں حضور ﷺ سے روایت کی ہیں۔ حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا پر نبی کریم ﷺ بہت زیادہ اور خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ اور انتہائی کریمانہ عنایات فرماتے تھے اور بہت زیادہ ان کا خیال رکھتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا کی روایت کردہ حدیثیں بخاری اور مسلم شریف میں موجود ہیں اور کچھ حدیثیں دوسری کتب میں موجود ہیں۔ حضرت ام المومنین بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کی وفات مدینہ منورہ میں ۵۰ھ کو ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر مبارک ساٹھ سال کی تھی۔ ان کو بھی مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(زرقانی، ج ۳، ص ۲۵۹)

۱۰۔ ام المومنین سیدہ حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

یہ بی بی حضرت زینب رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت میں بھی غربا اور مساکین کو بکثرت کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ اس لیے ان کا لقب ام المساکین (مسکینوں کی ماں) ہے۔ پہلے ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ جب جنگ احد میں وہ شہید ہو گئے تو ۳ھ میں حضور علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمالیا اور یہ حضور علیہ السلام سے نکاح کے بعد صرف دو ماہ یا تین ماہ زندہ رہیں۔ اور ربیع الآخر ۴ھ میں تیس برس کی عمر مبارک پا کر وفات پائی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(زرقانی، ج ۳، ص ۲۴۹)

۱۱۔ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث ہلالیہ

ان کے والد کا نام حارث بن حزن ہے۔ اور ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف ہے۔

جب نبی کریم ﷺ ۷ھ میں عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو یہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں حضور ﷺ سے گفتگو کی اور حضور علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمالیا اور عمرۃ القضاء سے واپسی پر مقام سرف میں ان کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے ۷۶ حدیثیں مروی ہیں۔ کچھ حدیثیں مسلم شریف و بخاری شریف میں موجود ہیں۔ باقی دوسری کتب میں موجود ہیں۔

Marfat.com

آپ کی وفات مشہور قول کے مطابق ۵۱ ھ میں مقام سرف میں ہوئی اور ان کی وفات کے وقت ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ انہوں نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قبر میں اتارا۔ حضرت یزید بن اصم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو جنازہ کے بعد مقام سرف میں اسی جگہ دفن کیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہلی بار اپنی قربت سے سرفراز فرمایا تھا۔

آج بھی ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار مبارک اسی جگہ موجود ہے اور یہ جگہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے نوار یہ سے گزر کر مقام سرف آتا ہے اور سڑک کے کنارے جاتے ہوئے بائیں طرف واقع ہے اور مدینہ منورہ سے آتے ہوئے دائیں طرف ہے۔ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہوئے بھی سلام پڑھتے ہیں اور مدینہ منورہ سے آتے ہوئے بھی بارگاہ سیدہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میں محبتوں بھرے سلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں۔ (زرقانی، ج ۳، ص ۲۵۸۔ واللہ ورسولہ اعلم)

یہ مقام سرف مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے۔ اکثر لوگ مائی صاحبہ کی قبر مبارک کی زیارت کو جاتے ہیں۔ وہاں یہ قبر مبارک مشہور و معروف ہے۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ مبارکہ ہیں۔ ان کے بعد آقا کریم علیہ السلام نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔

---------✿✿✿---------

Marfat.com

باب 62:

ام المومنین حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

حضرت بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو مصر و سکندریہ کے بادشاہ مقوقس قبطی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں چند ھدایا اور تحائف کے ساتھ بطور ہبہ کے نذر کیا تھا۔ جو حضور علیہ السلام کے خط مبارک کے جواب میں روانہ کیے تھے۔

یہ بادشاہوں کے خاندان سے تھیں۔ ان کی ماں رومی تھیں اور باپ مصری تھا۔ اس لئے یہ بہت ہی خوبصورت و حسین تھیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے انہیں اپنے لئے خاص فرمایا۔ ان کی کنیز ہونے کے باوجود سید عالم جانِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پردہ میں رکھا۔ اور ان کے لئے مدینہ منورہ کے قریہ میں حضور علیہ السلام نے ان کو ایک الگ گھر بنوا دیا تھا۔ جس میں یہ رہا کرتی تھیں۔ اور حضور جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔

یہ حضور علیہ السلام کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ان ہی کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے۔ ۸ھ مین حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن مبارک سے مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۹ شوال ۱۰ھ کو جس دن مدینہ منورہ میں سورج گرہن لگا تھا اسی دن ان کی وفات ہوئی۔ ابھی یہ دودھ پیتے بچے تھے انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اور آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا ان کے لئے ایک دایہ یعنی دائی جنت میں ان کی رضاعت پوری کر رہی ہے۔

امام واقدی کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت امیر المومنین خلیفہ بلافصل انبیاء علیہم السلام کے بعد جو سب سے افضل ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زندگی بھر ان کے نان و نفقہ کا انتظام کرتے رہے۔ اور ان کے وصال کے بعد خلیفہ ثانی مرادِ رسول حضرت امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات ۱۵ھ یا ۱۶ھ کو ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے خاص طور پر لوگوں کو جمع فرمایا اور خود ہی ان کی نماز جنازہ پڑھا کر جنت البقیع میں مدفون کیا۔ (زرقانی، ج۳ص۲۷۲)

Marfat.com

نوٹ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطراف واکناف کے حکمرانوں کو دین اسلام کی دعوت دی۔ خطوط کے ذریعے ایک خط اسکندریہ رومی کے نام تھا جسے عرب مقوقس کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مقوقس سفیر رسول اللہ ﷺ سے بڑی عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا۔ اور تحائف کے ساتھ دو قبطی لڑکیاں بھی روانہ کردیں۔ مصر سے واپسی پر وہ دونوں لڑکیاں مسلمان ہوگئیں۔ یہ دو لڑکیاں سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور سیرین قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حضرت سیرین رضی اللہ عنہا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دی اور ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے فوت ہونے یا جینے سے ان دونوں کو گرہن نہیں لگتا۔ جب تم لوگ گرہن دیکھو تو دعائیں مانگو اور نماز کسوف پڑھو۔ یہاں تک کہ گرہن ختم ہوجائے۔ (بخاری شریف، ج ا، ص ۱۴۵)

فضائل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اے نبی ﷺ کی بیویو تم کسی عام عورت کے مثل نہیں ہو۔ یعنی کوئی عورت تمہارے درجے کو نہیں پہنچ سکتی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ کی بیویو یقیناً اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی گندگی کو دور کردے اور تم کو ایسا پاک وصاف کردے جیسا کہ پاک وصاف کرنے کا حق ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

تیسری جگہ ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ کی بیویو اگر تم اللہ اور رسول ﷺ اور دارِ آخرت کی طلب گار ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں نیکی کرنے والیوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اللہ و رسول کی خاطر دنیا کو ٹھکرا دیا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ازواج مطہرات جنتی ہیں۔

چوتھی جگہ ارشاد ہے کہ اے مومنو تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات ہے۔ اسلام کی رو سے تمام بیوہ عورتوں سے نکاح ہوسکتا ہے۔ لیکن ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح نہیں

Marfat.com

ہوسکتا۔ یہ فضیلت فقط صرف اس وجہ سے ہے کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے ایک خاص تعلق ہے۔ ان کی عزت و حرمت نبی کریم ﷺ کی عزت و حرمت ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ اپنی بیویوں، صاحبزادیوں، اور مومنین کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ جب باہر نکلیں تو اپنے چہروں کو چھپا لیا کریں۔ اس آیت میں تمام عورتوں سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ذکر ہے جو ان کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خوشی ملحوظ ہے۔ پھر ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے مومنو نبی ﷺ کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں۔ کیونکہ ماں کا درجہ باقی تمام عورتوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یوں ہے۔

کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک ان میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اس میں ہدایت اور نور ہے یہ وہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جس نے اس کی پیروی کی ہدایت پر رہے گا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کو پکڑ لو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔ دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں میں اپنے اہل بیت کے متعلق تم کو یاد دلاتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اہل بیت کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کرنا۔

بیوی شوہر کی عزت و ناموس ہوتی ہے۔ بیوی کی عزت شوہر کی عزت ہوتی ہے۔ اور بیوی کی بے حرمتی شوہر کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بھاری کا لفظ فرما کر اشارہ کر دیا کہ اہل بیت میں ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن یعنی امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں۔ انتقال کے وقت مرد کو اپنی بیوی اور نابالغ بچوں اور غیر شادی شدہ بچوں کا فکر ہوتا ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت کوئی بچہ نبی کریم ﷺ کی کفالت میں نہ تھا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کو بھی فکر تھی اور وہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق تھی۔

اور اسی فکر کا تقاضا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو ان سے حسن و سلوک کرنے کی وصیت

Marfat.com

فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح تمام دنیا کے لوگوں کے لئے نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اسوہ حسنہ اور کامل نمونہ ہے۔ اسی طرح تمام دنیا کی عورتوں کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی حیات طیبہ وخدمات مشعل راہ اور نمونہ ہے۔

قرآن حکیم میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں جو الفاظ آئے ہیں وہ ایک طرف تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درجے کو بتاتے ہیں تو دوسری طرف ان ہی کے ذریعہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ان کا کیا مقام ہونا چاہئے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اصلاح امت کا کام لینا مقصود تھا۔ اس کے لئے انہیں خصوصی طور پر تیار کیا گیا تھا اور ان کو خصوصی طور پر ہدایت دی گئی تھی کہ وہ یکسوئی کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے اکتساب فیض کریں۔ کیونکہ انہیں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو پوری طرح محفوظ کرنا اور امت مسلمہ تک ان تمام باتوں کو پہنچانا ہے۔ اس سلسلہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کردار خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ تعلیم دین اور اشاعت دین اسلام کے سلسلہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جو فائدے پہنچے وہ اکثر مرد صحابہ سے زیادہ تھے۔ علمی خدمات کے سلسلہ میں دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کارنامے بھی معلوم ہوں کہ فیضان نبوی ﷺ نے ان خواتین یعنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں کیسی صلاحیت پیدا کر دی تھی اور ان کے باہمی تعلقات بہنوں جیسے تھے۔

باہمی تعاون کا یہ حال تھا کہ کسی زوجہ محترمہ کو ذرا سی بھی تکلیف ہو جاتی تو سب کی سب حد درجہ خلوص و محبت کے ساتھ ان کی مدد کو حاضر ہوتیں۔ یہ الگ بات ہے کہ فطری غیرت اور رشک کی بنا پر وہ بھی خاص طور پر تکمیل تربیت سے پہلے بعض اوقات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں کبھی کبھی پیار سے تیز کلامی ہو جاتی تھی۔ لیکن وہ ایک دوسرے کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا اعتراف بھی کرتی تھیں۔ جیسا کہ مختلف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ضمن میں درج ہیں۔

اور یہی وہ چیز ہے جو ان کے صدق کامل اور تقویٰ وطہارت و پاکیزگی کی کھلی ہوئی اور بین دلیل ہے۔

صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْھِنَّ وَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ

Marfat.com

باب 63:

تعدد ازواج کے حقائق

غیر مسلم حلقوں کے معترضین مستشرقین نبی کریم ﷺ کی شادیوں کے حقائق واسباب کو مسخ کر کے نبی رحمت ﷺ کی سیرت و کردار کو تعدد ازواج کے حوالہ سے ہدف تنقید بناتے ہیں اور بے بنیاد الزامات لگاتے ہیں۔ ذیل میں ہم نبی کریم ﷺ کی تعدد ازواج کے حقائق پیش کرتے ہیں۔ جن سے قارئین پر واضح ہو جائے گا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک سے زائد شادیاں کن وجوہات کے تحت عمل میں آئیں۔

ہر انسان کی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ کسی کی عملی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں رخوں کو بے نقاب کیا جائے ورنہ اس کے متعلق کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی امید کرنا امر لا حاصل ہوا کرتا ہے۔

وہ دو پہلو یہ ہیں۔ بیرونی زندگی یہ زندگی کا وہ حصہ ہے جو انسان لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصہ کے متعلق ہر انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے بکثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔ دوسرا پہلو انسانی زندگی کا وہ ہے جس کو انسان کی خانگی زندگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ حیات انسانی کا وہ حصہ ہے جس سے ایک انسان کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے۔ ہر فرد چار دیواری کے حالت خانہ داری کے نشیب و فراز خانگی تعلقات اور دیگر راز و نیاز کی باتوں کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے کس وجہ سے؟

پس ایسی صورت میں دنیا کے ہر انسان کی اعلیٰ زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے جو سب سے بہتر کسوٹی ہو سکتی ہے، وہ یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات بھی دنیا کے سامنے اسی آب و تاب کے ساتھ پیش ہو سکیں جس طرح اس کی عام زندگی عوام الناس کے روبرو موجود ہو۔ بس یہی وجوہ تھیں کہ دنیا کے کامل انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول تاجدار جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کے سردار کائنات عالم کے مختار کی حیات طیبہ کا ہر لحہ بہ لحہ تمام و کمال دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ نبی رحمت و غیب داں ﷺ کی عام اور خانگی زندگی دنیا کو معلوم ہو جائے تاکہ

عاشقان حق کے قلوب پر آقا کریم ﷺ کی عظمت و صداقت کا سکہ بیٹھ جائے اور عاشقین صادق اپنی زندگی کے لمحوں کو اس اخلاقی سانچے میں ڈھال سکیں اور آنے والی نسلیں نبی کائنات علیہ السلام کی عملی زندگی کو اپنا

Marfat.com

دستور العمل بنا سکیں۔

چنانچہ نبی کریم علیہ السلام کی زندگی کے حالات من وعن اس زبردست تحقیق وصحت کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے کہ جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے بھی کسی کی زندگی کے حالات اس تفصیل کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ انسانی زندگی کی ہر الجھن اور شعبہ حیات کے ہر مسئلہ میں ان سے سبق حاصل کر سکے۔ یہ صرف نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہی تھا جس نے مسلمانوں کو ہر انسانی فلسفہ سے مستغنی بنا دیا۔

نبی کریم علیہ السلام کی بیرونی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا کر دیئے۔ چنانچہ ایسی دو جماعتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے اس ضروری امر اور فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچایا کہ دنیا کے دانشور دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پہلی جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی اور دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت نے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی زندگی کو پوری تفصیل سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لیکن خانگی حالات کا ضروری حصہ دنیا کے روبرو پیش ہونا باقی رہ گیا تھا۔ جس کے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ادھوری اور نامکمل رہنے کا اندیشہ تھا اور اعتراض یعنی معترضین کے لئے اعتراضات کی گنجائش باقی رہتی۔

اس کام کے لئے ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو تنہائی کے اوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق ہوتی۔ جو راتوں کی تاریکیوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتی۔ چنانچہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اس سلسلہ میں وہ خدمات انجام دیں جو اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شعبہ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے مناسب معلوم ہوئیں۔ اس مبارک جماعت کی بدولت سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مخفی اور ضروری ذخیرہ دستیاب ہوا۔ جس نے تاجدارِ جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صداقت پر چار چاند لگا دیئے اور حقیقت میں تعدد ازواج کے لئے سب سے بڑا موجب یہی ضرورت تھی۔ کسی کو کیا معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور توحید کے اعلیٰ وارفع علمبردار اوقات تنہائی کن مشاغل میں گزارتے ہیں۔

Marfat.com

خلوت کی گھڑیاں کن کاموں میں بسر ہوتی ہیں۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے نبی آخر الزماں خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے اہم حصہ خانگی (گھریلو) زندگی کو امت کے سامنے پیش کر کے درحقیقت دین اسلام کے نصف حصہ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سے زائد نکاح نہ فرماتے تو دین اسلام نامکمل رہ جاتا۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حجرے درحقیقت امت کی دینی تربیت گاہ اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن امت کی امہات اور معلمات تھیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی اور حضور علیہ السلام کی سیرت و کردار اور دینی تعلیمات کا وہ شعبہ جو خاص عورتوں سے متعلق تھا۔ بتمام وکمال محفوظ کر کے امت کے سامنے پیش کر کے تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج اور اشاعت اسلام میں قابل ذکر اور اہم کردار ادا کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازواج کا ایک سبب ان عورتوں کو جن کے خاوند یعنی شوہر غزوات یا دین اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ یا دیگر اسباب کی بنا پر وہ عورتیں یا بیوہ تھیں یا مطلقہ ہو گئیں تھیں، ان کی دادرسی اور انہیں تحفظ فراہم کرنا تھا۔ ان کی دلجوئی کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا، جس میں سے بیشتر نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عفت و عصمت میں تحفظ اور پناہ کی خواہش ظاہر کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی پیشکش کی تھی۔

نبی کریم علیہ السلام نے بعض نکاح سیاسی اسباب کی بنا پر کئے جن کا مقصد دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا خاتمہ، اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں اور حریف طبقوں کو اپنا حلیف بنا کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ہر ممکن اقدام کرنا تھا۔

(۱) مارگولیوتھ ڈی ایس مشہور متعصب عیسائی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر تنقید اور نکتہ چینی کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اس کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد شادیوں میں کئی مصلحتیں اور سیاسی وجوہات غالب تھیں۔

(MARGOLIOTH D.S/ENCYELO-PEDIA OF REGLIGION AND ETHIES, EDEN BRUG 1967 VOL VIII P.878)

ام المومنین سیدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشہور یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ ان کے شوہر نے طلاق دے دی۔ پھر دوسرا نکاح کیا وہ خاوند جنگ خیبر ۷ھ میں قتل ہوئے۔ یہ گرفتار ہو کر

Marfat.com

آئیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔

اس نکاح کے بعد مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کی سازشوں میں مصروف عمل یہودیوں کا ایک بڑا حصہ غیر جانبدار ہو گیا۔

(۲) نبی کریم ﷺ کا نکاح سیدہ ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے ہونے پر اس نکاح کے فوائد اور سیاسی اثرات کا اعتراف متعصب مستشرق منٹگمری وارٹ کو بھی ہے۔

(MONTGOMERYWATT) WATTW MONTGOMERY/MOHAMMAD AT MADINA, OXFORD. 1956 P.288)

(۳) ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی صاحبزادی تھیں اور عبید اللہ بن جحش سے علیحدگی ہوئی اور بعد ازاں نبی کریم ﷺ سے نکاح ہوا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی خبر ابوسفیان کو مکہ میں ملی اس وقت وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے محارب اور پکے دشمن تھے مگر اس نکاح کو ناپسند نہیں کیا۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نکاح کے بعد ابوسفیان مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتے نظر نہیں آتے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے لئے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں:

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ فَھُوَ اٰمِنٌ

غیر مسلم سیرت نگار جان بیگٹ (JOHNBAGOT) دی لائف اور ٹائم آف محمد ﷺ کا مصنف (THE LIFE AND TIMES OF MOHAMMAD) کا رائٹر ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ واقعہ ہمارے ذہنوں پر عجیب و غریب اثر کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف خاندانوں کی لڑکیوں سے شادیاں محض اس لئے کیں کہ ان کے خاندان والوں سے حضور علیہ السلام کے تعلقات استوار ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا مقصد فقط عورتوں کا حصول ہوتا تو ایک سے بڑھ کر ایک حسین و جمیل اور خوبصورت سے خوبصورت لڑکیاں عرب ہی میں مل سکتی تھیں اور سینکڑوں خوبصورت لڑکیاں عرب میں موجود تھیں۔

ان پیکر پریوں کو چھوڑ کر خاص طور سے ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو جو بیوہ بھی تھیں ان سے حضور

Marfat.com

علیہ السلام کا شادی کرنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام غالباً ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے توسط سے ابوسفیان سے اپنے تعلقات بہتر بنانا چاہتے تھے۔ (دی لائف اینڈ ٹائم آف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس حقیقت کا اعتراف سر ولیم میور کو بھی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو توقع تھی کہ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان اس طرح نکاح سے نبی کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد کے قریب تر ہو جائیں گے۔

(MIR SIR VILLIAM) THE LIFE OF MOHAMMAD LONDEON,1861VOL IV.P59)

اسی طرح ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کا خاوند ۵ ھ کو قتل ہوا۔ اور جنگ میں بکثرت لونڈیاں اور غلام مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور آزاد کر کے ام المومنین سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ غزوہ بنو مصطلق شعبان ۵ ھ بذات خود اس قبیلہ کے ساتھ پیش آیا۔ یہ قبیلہ انتہائی جنگجو اور طاقتور تھا۔ اسلام اور کفر کے درمیان معرکہ آرائیوں میں یہ قبیلہ ہر وقت بلکہ ہمیشہ کفار کے حلیف کے طور پر مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کی صف میں شریک رہا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد صورت حال یکسر بدل جاتی ہے۔ قبیلہ کے اکثر افراد بشمول سردار قبیلہ حارث بن ضرار دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں اور قبیلہ بنو مصطلق اور اس کے حلیف قبائل کی حمایت اسلام کے لئے حاصل ہو جاتی ہے۔

اور پھر کبھی بھی یہ قبیلہ مسلمانوں کے خلاف صف آراء نظر نہیں آیا۔ جان بیگٹ (JOHN BAGOT) اس نکاح کے سیاسی فوائد اور ثمرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ اس نکاح نے بنو مصطلق کو جنگ سے بڑھ کر کامیابی نے اسلام کے لئے مسلمانوں کے دل جیت لئے۔

(JOHN BAGOT/THE LIFE AND TIMES OF MOHAMMAD NEWYORK,1971. P.263)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب خاندانی، علاقائی، نسلی اور قبائلی عصبیت کا عملاً خاتمہ تھا۔ چنانچہ نبی کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف قبائل اور خاندانوں کی عورتوں سے شادی کر کے امت کے سامنے عملی نمونہ پیش کر کے ان تمام لعنتوں کا جو عرب کا سرمایہ افتخار سمجھی جاتی تھیں سب کا خاتمہ فرما دیا۔

Marfat.com

آقا کریم علیہ السلام نے بزرگی اور تقرب کے تصور پارینہ کو پارہ پارہ اور نسلی اور قومی احساس برتری کے بتوں کو پاش پاش کر دیا۔ مروجہ امتیازات مٹ گے اور اختلافاتِ قومیت تخصیص رنگ ونسل، خاندان وقبائلی بتوں کو فنا کر ڈالا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلی تکبر پر ضرب کاری لگاتے ہوئے انسانی غرور اور تکبر وعصبیت کو کچل ڈالا اور فرمایا وہ قومیں جو اپنے مردہ آباء واجداد پر فخر کرتی ہیں۔ ان کو اس سے باز آنا چاہیئے وہ جہنم کے کوئلے بن چکے ہیں۔ ورنہ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجاست کے ان کیڑوں سے بھی زیادہ ذلیل تر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تم سے یقینی طور پر جاہلیت کی عصبیت اور باپ دادا پر فخر کرنے کو مٹا چکا ہے۔

(مشکوۃ باب المفاخرۃ ص ۴۱۷)

اسلام کے ظہور کے وقت مذاہب عالم اور اقوام عالم اور امم پر عصبیت وقومیت اور علاقائی وقبائلی اثرات چھائے ہوئے تھے۔ جو انسان کے فکر ونظر پر غالب اور اس کے شعبہ حیات پر حاوی اور اس کی زندگی کا لازمی عنصر بن کر رہ گئے تھے۔

رحمت عالم فخر آدم و بنی آدم جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں سے جاری مذاہب و اقوام کی ان جاہلی عصبیت اور خود ساختہ اقدار و روایات کا مختلف قبائل و اقوام میں شادیاں کر کے نفرت و عصبیت کا قدیم حصار خاک میں ملا دیا۔ یعنی خاک آلودہ کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن جغرافیائی اعتبار سے جزیرہ عرب کے مختلف قبائل کی نمائندگی کر رہی تھیں۔ ساتھ اعلیٰ نسب اور بڑے رتبہ والے خاندانوں کے فرد ہونے کی حیثیت سے اہم اقتدار و اثرات کی حامل تھیں۔ چنانچہ مکہ مکرمہ میں ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کا تعلق خاندان قریش سے تھا اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو تمیم سے تھا اور حضرت سیدہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو عدی سے تھا اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ اور ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے تھا۔ اور ام المومنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔

مکہ مکرمہ میں ان سے زیادہ بااثر کوئی خاندان نہ تھا۔ مکہ مکرمہ سے باہر ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ سے اور ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا تعلق یمن کے طاقتور قبیلہ صعصعہ سے تھا اور حضرت ام المومنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا تعلق وسط عرب کے بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی اور ام المومنین

Marfat.com

حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا شمالی عرب کے بنونضیر کے سردار کی بیٹی تھیں۔

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سے زائد شادیاں قبائلی عصبیت کے خاتمہ اور پورے عرب اور مسلمان قوم کو وحدتِ اسلامی کی لڑی میں پرو کر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے کیں۔

اور آقا کریم علیہ السلام کی یہ کوششیں پوری طرح بارآور ثابت ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدد ازواج ایک سے زائد شادیوں کا ایک سبب غیر اسلامی رسوم اور رواج کا خاتمہ تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبنّیٰ یعنی منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کر کے عملاً اس کا خاتمہ کر دیا۔ عربوں میں اس فرسودہ رسم کو سماجی و مذہبی سند حاصل تھی۔ عرب معاشرہ بھی دیگر اقوام کی تابعداری میں رسم تبنیت پر کاربند تھا۔ جس کی رو سے متبنّیٰ (لے پالک منہ بولا بیٹا) کو حقیقی بیٹے کا مقام دیا جاتا تھا۔ اور متبنّیٰ کی مطلقہ سے نکاح کو حد درجہ معیوب اور ذلت و عار کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ عہد جاہلیت کی دیگر فرسودہ روایات اور رسوم و رواج کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ رسم تبنیت کا خاتمہ بھی ضروری تھا۔ چنانچہ اس مصنوعی رسم کے خاتمہ کے لئے مشیت ایزدی کے بموجب خاتم النبیین تاجدار کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب فرمایا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسم تبنیت کا بطلان واشگاف الفاظ میں کرتے ہوئے اعلان کیا۔ (سورۃ الاحزاب)

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ (۴) ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ

یعنی اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے، یہ صرف تمہارے اپنے منہ کی کہی ہوئی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام کی حضرت ام المؤمنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی پر مغربی دنیا کے

Marfat.com

حلقے اور معترضین بالخصوص یہود اور عیسائی مستشرقین من گھڑت قصہ پیش کر کے نبی کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عفت و عصمت کو داغدار کرنے میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کر کے نعوذ باللہ قابل اعتراض اور باعث عار امر سرانجام دیا۔

اس مسئلہ میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا شریعت موسوی میں تورات نے تبنیت متبنی کے درست ہونے کے لئے کوئی دلیل فراہم کی ہے یا مسیحیت یعنی عیسائیت نے کوئی جواز تسلیم کیا ہے؟ نہ ہی تورات اور نہ ہی انجیل میں ایسی کوئی تعلیم ملتی ہے۔ عیسائیوں کو اس شادی پر بطور خاص اس لئے اعتراض ہے کہ اس کے ذریعے نہ صرف تبنیت کی رسم کا بطلان ہوا بلکہ ان کے خود ساختہ عقیدہ تثلیث پر بھی کاری چوٹ پڑتی ہے اور وہ باطل قرار پاتا ہے۔ اس رسم کے خاتمہ کے اعلان کے بعد اسلام نے واشگاف اعلان عام کر دیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کا بیٹا کہنا ایسی حالت میں کہ دونوں کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہ ہو بالکل جھوٹا افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ تب ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا قطعاً و حتماً باطل اور صریح افتراء و بہتان ہے۔ انسان کو خدا کے ساتھ کوئی مشابہت ہے ہی نہیں۔

جسم اور روح سے مرکب ہزاروں حاجتوں اور ضرورتوں کا محتاج انسان جو ایک دن پیدا ہو کر مر جاتا ہے کس طرح حی و قیوم اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ جس کی ذات سرمدی ازل سے بھی اوّل اور ابد سے بھی آخر ہے۔ یہی وہ راز اور سبب ہے جس کی بنیاد پر عیسائی و یہودی حلقے نبی کریم مالک و مختار کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے متبنی کی مطلقہ سے شادی پر معترض اور افتراء پر بازیاں کرتے نظر آتے ہیں۔

Marfat.com

باب 64:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی

ہر امتی پر یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ جس کو ادا کرنا امت پر لازم ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کا ہمیشہ اعلان اور چرچا کرتے رہیں اور ان کے فضائل و کمالات کو علی الاعلان بیان کرتے رہیں۔

نبی کریم تاجدار کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور محاسن کا ذکر جمیل اللہ تعالیٰ جل جلالہ اور تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کا مقدس طریقہ ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کے قسم قسم کے گلہائے رنگا رنگ کا ایک حسین و جمیل گلدستہ بنا سجا کر نازل فرمایا ہے۔ پورے قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کی مقدس نعت وصفات کی آیات بینات اس طرح چمک دمک سے جگمگا رہی ہیں۔ جس طرح آسمان پر ستاروں کی برات چاند کی نوری نوری کرنوں کے ساتھ تجلیات کا نور بکھیرتی رہتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا ۔۔۔ پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے
تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ ۔۔۔ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

حضور علیہ السلام کی قبر مبارک کی زیارت

نبی کریم علیہ السلام کے روضہ انور کی زیارت کرنا سنت موکدہ قریب واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (سورۃ النساء، آیت ۶۴)

اور اگر یہ جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجائیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بخشش کی دعا فرمائیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ بخشنے والا مہربان پائیں گے۔

Marfat.com

اس آیت میں گناہگاروں کے گناہ کی بخشش کے لئے ارحم الراحمین نے تین شرطیں لگائیں ہیں۔(۱) دربارِ رسول ﷺ میں حاضری۔(۲) استغفار(۳) رسول اللہ ﷺ کی دعائے مغفرت اور یہ حکم نبی کریم علیہ السلام کی ظاہری و دنیاوی حیات ہی تک محدود نہیں بلکہ روضہ اقدس پر حاضری بھی یقیناً دربار رسول ﷺ ہی میں حاضری ہے۔

اسی لئے علماء کرام نے تصریح فرمادی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دربار کا یہ فیض ہے نبی کریم علیہ السلام کے وصال مبارک سے منقطع نہیں ہوا ہے۔اس لئے جو گناہگار روضہ اقدس پر حاضر ہو جائے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور چونکہ نبی کریم علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور اپنی امت کے لئے استغفار فرماتے ہی رہتے ہیں۔لہٰذا اس گناہگار کے لئے مغفرت کی تینوں شرطیں پائی گئیں۔اس لئے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ چاروں مذاہب کے علماء کرام نے مناسک حج و زیارت کی کتابوں میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص بھی روضہ رسول ﷺ پر حاضری دے اس کے لئے مستحب ہے کہ اس آیت کو پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت کی دعا مانگے۔مذکورہ بالا آیت مبارکہ کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔جن کو علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب وفاء الوفاء اور دوسری مستند کتابوں میں سلف صالحین اور علماء دین نے نقل کی ہیں۔

یہاں پر صرف تین حدیثیں نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔(دارقطنی، وبیہقی وغیرہ)

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(۲) مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ۔(کامل ابن عدی)

جس نے بیت اللہ شریف کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

(۳) مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَ مَنْ مَاتَ بِاَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔(دارقطنی)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی اور

Marfat.com

جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مر گیا وہ قیامت کے دن امن والوں کی جماعت میں اٹھایا جائے گا۔

اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے اور حضور علیہ السلام کی بارگاہ مقدس میں توسل اور استغاثہ کرتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

چنانچہ حضرت امیر المؤمنین خلیفہ چہارم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین دن بعد ایک اعرابی بدو مسلمان آیا اور قبر انور روضہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گیا۔ پھر کچھ مٹی اپنے سر پر ڈال کر یوں عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آقا حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔ (سورۃ النساء، آیت ۶۴)

تو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان پر گناہ کر کے ظلم کیا ہے اس لئے میں حضور علیہ السلام کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ حضور علیہ السلام میرے حق میں مغفرت کی دعا فرمائیں۔ اعرابی کی اس فریاد کے جواب میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آئی کہ اے اعرابی تو بخش دیا گیا۔ (وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۴۱۲)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں جَاءُوكَ ہے گواہ — پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

بد ہیں مگر انہی کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم — نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے

نوٹ: ناظرین کرام یہ سن کر پڑھ کر حیران ہوں گے کہ بندہ ناچیز صاحبزادہ محمد حنیف رضا یعنی راقم الحروف نے بچشم خود دیکھا ہے کہ گنبد خضریٰ کے اندر مواجہہ شریف اور اس کے قریب مسجد نبوی شریف کی دیواروں پر روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے فضائل کے بارے میں جو حدیثیں کندہ کی ہوئی تھیں، یعنی لکھی ہوئی تھی۔ وہابی نجدی حکومت کے گماشتوں نے ان حدیثوں پر ٹائل لگوا کر ان کو مٹانے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ اب بھی اس کے بعض حروف ظاہر ہیں۔ اسی طرح مواجہہ شریف کی سنہری جالی پر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا تھا۔ پہلے انہوں نے یا کو کاٹا پھر بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھتے

Marfat.com

رہے۔ پھر انہوں نے پوری جالی ہی بدل ڈالی۔

اسی طرح مسجد نبوی شریف کے گنبد کے اندرونی حصہ میں قصیدہ بردہ شریف کے جن اشعار میں توسل واستغاثہ کے اشعار تھے ان سب کو مٹا دیا گیا ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو کیا خبر کہ عاشقانِ رسول ﷺ اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ ﷺ کا ورد کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے گا — جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے — یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

پرنس شیخ عبداللہ مرحوم جب مدینہ منورہ روضہ رسول ﷺ کی حاضری کے لئے مواجہہ شریف کے سامنے آیا تو اس نے سلام پیش کیا۔ الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ اور سلام کے بعد دعا بھی رسول اللہ ﷺ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ کر کے مانگی؟

اس وقت میڈیا ساتھ تھا اور انہوں نے یہ سارا سین دکھایا پوری دنیا میں یہ دکھایا گیا کہ ملک عبداللہ مرحوم نبی کریم ﷺ کی طرف منہ کر کے دعا مانگ رہا تھا؟

کسی وہابی نجدی کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ ملک عبداللہ مرحوم کو منع کرتا کہ نبی کریم علیہ السلام کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا بدعت وشرک ہے۔ کسی وہابی نے فتویٰ نہیں دیا؟

اس سے ثابت ہوا کہ عقیدہ اہل سنت درست ہے۔ اور نبی کریم علیہ السلام کے چہرہ اقدس کی طرف پیٹھ کرنا بے ادبی ہے۔ اسی لئے سنیوں کے امام اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے — پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا — میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ابوجعفر منصور حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے سلام عرض کیا، اب میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں یا پھر حضور کی طرف؟

بَلْ اِسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُكَ اللّٰهُ، فَإِنَّهٗ تَقَبَّلَ بِهٖ شَفَاعَتَكَ لِنَفْسِكَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ (النساء 64) أَيْ بِتَحَاكُمِهِمْ إِلَى الطَّاغُوْتِ وَهُوَ كَعْبُ بْنُ الْأَشْرَفِ، سُمِّيَ طَاغُوْتًا لِعُتُوِّهٖ وَفَرْطِ طُغْيَانِهٖ، وَعَدَاوَتِهٖ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

Marfat.com

وَسَلَّمَ -جَاؤُكَ تَائِبِيْنَ مِنْ نِّفَاقِهِمْ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ (النساء 64) . مِمَّا تَقَدَّمَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ (النساء 64) اِلْتَفَتَ تَفْخِيْمًا لِشَانِهٖ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وَاِيْذَانًا بِاَنَّ شَفَاعَةً مِّنْ اِسْمِهِ الرَّسُوْلِ مِنَ اللّٰهِ تَحِلُّ مِنَ الْقُبُوْلِ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء 64)

(الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، فی تعظیم النبی بعد موتہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲،ص ۴۵)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے دعا کرو۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے بخشش کی دعا فرماتے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ بخشنے والا مہربان پاتے۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہے

نبی کریم رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ اطہر کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَ مِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔

یعنی میرے گھر اور منبر شریف کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ واقعی روضہ اطہر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ کل قیامت کے روز روضہ انور کو فردوسِ بریں کے اعلیٰ مقام پر لایا جائے گا۔

یہ جنت سے مالکِ جنت کے لئے لایا گیا ہے اور پھر جنت میں اپنی جگہ واپس بھیجا جائے گا۔ یہ قول حضرت ابن ابی حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ جو مکہ مکرمہ کے جلیل القدر علماء سے ہیں۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب: ص ۱۴۳)

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سفر کرنا باعث ثواب ہے

سب سفروں سے اعلیٰ و بالا و مبارک وہ سفر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے لئے دیار محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو۔ اور پھر خصوصاً اس مقصود اور مطلوب کی طرف ہو جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مطلوب دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ یہ عمدہ اور بہتر سفر ہو گا۔ علمائے حق اہل سنت و جماعت

Marfat.com

نے روضہ رسول ﷺ کی طرف سفر کرنے کو فقط جائز ہی نہیں لکھا بلکہ اعلیٰ درجہ کی قربت بیان فرمایا ہے۔

مگر بعض بے ادبوں اور گستاخوں نے اس سفر کو ناجائز اور بدعت کہا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

یہ ظالم غلاموں کو اپنے آقا و مولا تاجدار کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت سے روکتے ہیں۔ اور پھر اپنے اس باطل عقیدہ پر حدیث مبارکہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھو خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصٰى۔ (بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۵۸)

اس حدیث پاک کا سیدھا سادھا مطلب جس کو تمام شارحین حدیث نے سمجھا ہے کہ تمام دنیا میں تین ہی مساجد ہیں یعنی مسجد الحرام و مسجد نبوی و مسجد اقصیٰ۔ یہ ایسی مساجد ہیں جن کو تمام دنیا کی مسجدوں پر اجر و ثواب کے معاملے میں ایک خاص فضیلت حاصل ہے۔ لہٰذا ان تینوں مسجدوں کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کر کے جانا چاہئے۔

لیکن ان تین مسجدوں کے سوا کسی دوسری مسجد کی طرف کجاوے باندھ کر دور دور سے سفر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس حدیث کو مشاہدہ مقابر کی طرف سفر کرنے یا نہ کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان علماء حق نے ان بدبخت بے ادب اور گستاخوں کو بہت سے جواب دیئے۔ ان میں سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی ہیں۔

اگر شد الرحال کی حدیث پاک کا یہی مطلب بیان کیا جائے جو بے ادب اور گستاخ بیان کرتے ہیں تو لازم آئے گا کہ جہاد کے لئے سفر بھی حرام ہوگا۔ اور تحصیل علم کے لئے بھی سفر ناجائز ہوگا۔ اور ہجرت کے لئے بھی سفر ممنوع ہوگا۔ اور پھر تجارت کے لئے سفر کرنا بھی غیر مشروع ہوگا۔ اس لئے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بے ادبوں اور گستاخوں نے بیان کیا ہے وہ معنی غلط ہے۔

ان بے ادبوں نے حدیث رسول ﷺ کے معنی سمجھنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ اور پھر ایسے منکر ہوئے ہیں کہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے بلکہ عین جہل مرکب ہیں۔

حدیث پاک کو سمجھنے کے لئے کم از کم لغت اور صرف نحو اور معانی کی واقفیت لازمی و ضروری ہے۔ اور یہی بے ادب اور گستاخ مولوی ان علموں کے سیکھنے کو بدعت سمجھتے ہیں اور ہر بدعت کو گمراہی کہتے ہیں۔ اس

Marfat.com

لئے ان علوم سے جاہل ہیں اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلط مفہوم لوگوں کو سنا سنا کر گمراہ کرتے ہیں۔ خود علم کے یتیم ہیں جاہل ہیں اور ان پڑھ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اب اس حدیث پاک کا مطلب سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہاں استثناء مفرغ ہے اور نحوی قاعدہ ہے کہ استثناء مفرغ میں مستثنیٰ منہ جو محذوف ہوتا ہے۔ وہ مستثنیٰ کی جنس سے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہاں جو مستثنیٰ منہ محذوف ہے وہ لفظ مساجد ہے۔ تو مطلب صاف اور واضح ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو۔ پھر یہ بھی مطلقاً منع نہیں بلکہ اس وقت جبکہ زیادتی ثواب کے لئے کسی مسجد کی طرف سفر کرے تو منع ہے۔ ورنہ نہیں کیونکہ ان تین مسجدوں کے علاوہ تمام مسجدیں ثواب میں برابر ہیں۔ بس اتنا ہی حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ باقی مساجد کی طرف زیادتی ثواب کی نیت سے سفر نہ کرو۔

نفس سفر تو ہر مسجد کی طرف جائز ہے۔ جیسا کہ خود تاجدارِ کائنات جان دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی طرف سفر کر کے جایا کرتے تھے۔ سوار ہو کر بھی اور پیدل بھی تو اب شد رحال کی پاک حدیث کا مطلب واضح ہو گیا کہ حدیث پاک سے ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر بشرط زیادتی ثواب منع ثابت ہوتا ہے۔ اب ہوش کر کے بتاؤ کہ اس حدیث پاک میں روضہ اطہر کے لئے سفر کرنے سے منع اور عدم جواز کہاں سے سمجھا جاتا ہے۔ (جذب القلوب، ص ۲۱۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ)

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے سفر کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور کثیر سلف صالحین سے ثابت ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہر خاص و عام کو معلوم ہے کہ عاشق رسول حضرت بلال ملک شام میں چلے گئے تھے۔ ایک رات خواب میں آقا کریم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آقا کریم علیہ السلام نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ کیا وجہ ہے کہ تو ہماری زیارت کو نہیں آتا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اٹھے اور مدینہ منورہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر شروع کر دیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حاضری دی اور روضہ انور کی خاک پاک اپنے چہرے پر ملی اور خوب روئے۔ (جذب القلوب، ص ۲۱۶)

ثابت ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خود سید کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور انہوں نے ملک شام سے

Marfat.com

سفر کر کے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ اب نجدی علماء حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر کیا فتوی لگائیں گے۔ بہر حال مسلمانو ان گستاخوں اور بے ادبوں کو چھوڑو اور زیارتِ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں۔ کیونکہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانا فرمان رسول علیہ السلام بھی ہے۔ اور فعل صحابہ کرام بھی ہے۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے گناہ معاف ہوتے ہیں

سورۃ النساء کی آیت کے بعد اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت اور حاجت نہیں رہتی کیونکہ آیت مبارکہ اس سلسلہ میں نص قطعی ہے۔

مگر گستاخوں کے منہ بند کرنے کے لئے اور ایمان والوں کی تسلی کے لئے چند واقعات بطور دلیل پیش کئے جاتے ہیں۔

1. حضرت محمد بن حرب ہلالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں روضہ اقدس پر حاضر تھا اور زیارت کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل بیٹھ گیا کہ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور زیارتِ رسول سے مشرف ہوا۔ پھر عرض کرنے لگا اے خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ النساء میں فرمایا ہے کہ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے پاس حاضر ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمادیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی گناہگار ہوں اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے آقا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سفارشی بناتا ہوں اور پھر اس نے چند اشعار پڑھے اور چلا گیا۔ اتنے میں مجھے نیند آگئی تو زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا تو نبی کریم علیہ السلام نے مجھے حکم فرمایا کہ اس مرد کو جا کر بشارت سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہوں کو میری شفاعت کی برکت سے بخش دیا ہے۔ (جذب القلوب، ص ۲۲)

2. حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد ایک اعرابی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور قبر انور پر حاضر ہوا اور قبر مبارک سے چمٹ گیا اور قبر مبارک کی خاک سر پر ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے وہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے لیا ہم نے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہے۔ اس میں سورۃ

Marfat.com

النساء کی آیت بھی ہے۔

لہٰذا میں نے بھی اپنے نفس پر ظلم کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری سفارش فرمائیں۔ اعرابی جذبہ شوق سے عرض کرتا ہے۔ اور ادھر قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز آتی ہے۔ جاؤ تمہاری بخشش ہوگئی ہے۔ (جذب القلوب، ص ۲۱۱)

حضرت شیخ صالح سید احمد رفائی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال حاجیوں کے ذریعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام کا نذرانہ بھیجا کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے جسم کے ساتھ توفیق عطا فرمائی ہے۔ آج میں خود حاضر ہوں۔ لہٰذا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا کرم فرما کر اپنے گورے گورے ید اللہ والے ہاتھ باہر نکالیں تاکہ میں ان کو چوم کر اپنی عقیدت و محبت کی پیاس بجھاؤں۔ یہ درخواست بڑے عشق و محبت اور عاجزی سے پیش کی تو تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نیاز مند غلام کی درخواست کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنے دونوں ہاتھ مبارک قبر انور سے باہر نکال دیئے۔ اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کو کمال عقیدت اور بڑی محبت سے بوسہ دیا۔ (نزہۃ المجالس، ج ۱، ص ۱۵۹)

ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب تاجدار کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ انور یعنی قبر اقدس میں زندہ ہیں اور اپنے غلاموں اور نیاز مندوں کے سلاموں اور درخواستوں کو سنتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں۔

کتنا سعادت مند ہے وہ مسلمان جو مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اپنے آقا و مولا نبی کریم علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کی زیارت سے مشرف ہو۔ نبی غیب داں رسول گرامی وقار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کے لئے پشت پناہ اور دنیا و آخرت کی برکات و خیرات کا اور جود و کرم کا منبع ہیں۔ جو بھی جس نیت و ارادہ سے آتا ہے وہ کچھ لے کر جاتا ہے۔ گناہگار آتا ہے تو مغفور ہو کر جاتا ہے۔ غمزدہ آتا ہے تو مسرور ہو کر جاتا ہے۔ گدا آتا ہے تو شاہ بن کر جاتا ہے۔ خالی دامن والا سائل آتا ہے تو دامنِ مراد بھر کر واپس جاتا ہے۔ غرض یہ کہ دنیا و عقبیٰ میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا سے اس دربار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملتی ہو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے   دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

Marfat.com

باب 65:

روضہ رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے

حضرات گرامی اسلام کے لاکھوں دشمن آئے اور اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر وہ اسلام کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے۔ اسی طرح روضہ انور گنبد خضری ہمیشہ سے دشمنوں اور بے ادبوں اور گستاخوں کے سینے میں کھٹکتا رہا ہے۔ اور رہے گا۔ دشمنوں نے اسے شہید کرنے کی کئی بار کوششیں کیں۔

مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ اور روضہ رسول ﷺ اسی طرح اپنی آب وتاب سے چمک دمک اور درخشاں اور تابندہ ہے اور رہے گا۔

روضہ اقدس پر فرشتے حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے ہیں اور خود خالقِ کائنات اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب جذب القلوب ص ۱۲۴ میں لکھتے ہیں کہ سلطان نور الدین سید محمود بن زنگی نے سید کائنات جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تین مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ جلدی آ اور وہ دونوں شخص نور الدین کے پاس خواب میں کھڑے تھے۔ یعنی ان کی شکل وصورت دکھا کر فرمایا جلدی مدینہ منورہ پہنچو اور ان چوروں، نصرانیوں کو گرفتار کرو۔

حضرت نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں سمجھ گیا کہ ضرور کوئی مدینہ منورہ میں حادثہ پیش آیا ہوگا۔ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے راتوں رات چند سواروں اور گھوڑوں کا انتظام کیا اور بہت سا مال و دولت لے کر بیس آدمیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ سولہ دن کے بعد رات کے وقت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ صبح ہوتے ہی منادی نے نداء دی کہ اہل مدینہ منورہ یا کوئی بھی ہمارے پاس آئے گا۔ اسے بہت سا انعام دیا جائے گا۔ یہ اعلان سن کر ہر خاص و عام لوگ آتے رہے اور انعام لیتے رہے۔ مگر وہ دو آدمی خواب میں دکھائے گئے تھے وہ نظر نہ آئے۔ اس لئے نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں سے پوچھا کہ کوئی آدمی باقی تو نہیں رہ گیا جو میرے پاس انعام کے لئے نہ آیا ہو۔ لوگوں نے کہا کہ کوئی آدمی مدینہ منورہ شہر میں ایسا نہیں رہ گیا جو

Marfat.com

نہ آیا ہو۔ مگر دو شخص مغربی جو بڑے پرہیز گار ہیں اور لوگوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔ صرف وہ نہیں آئے۔ نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے حکم دیا کہ ان کو بھی بلاؤ۔ جب وہ دونوں نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آئے تو ان کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ وہی دو شخص ہیں جن کی طرف سے سید کائنات نور مجسم جان دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اشارہ فرمایا تھا۔ نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم ایک مہمان سرائے میں رہتے ہیں۔ جو روضہ اطہر کے قریب ہی تھا۔

حضرت نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں گرفتار کیا اور خود ان کی منزل میں چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہاں ایک تاک میں قرآن مجید کا نسخہ موجود ہے۔ اور ایک گوشے میں چند کتابیں ہیں جو وعظ و نصیحت کے متعلق تھیں اور بہت سا مال و زر بھی ایک جگہ پڑا ہوا تھا۔ جو مدینہ منورہ کے غریبوں اور فقیروں کو دیتے تھے۔

ان کی سونے کی جگہ پر ٹاٹ و جائے نماز بچھا ہوا تھا۔ نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے جب ٹاٹ کو اٹھایا تو لکڑی کا تختہ نظر آیا اسے ہٹایا تو دیکھا کہ اس کے نیچے ایک سرنگ یعنی خندق کھودی ہوئی ہے۔ جو قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جا رہی ہے اور بالکل قبر مبارک کے قریب پہنچی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا غصہ آیا اور غضبناک ہوئے اور واپس آ کر ان دونوں کو ڈرایا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ سرنگ کیوں نکالی ہے۔ وہ ڈر گئے اور اقرار کیا کہ ہم نصرانی ہیں اور ہم کو نصرانیوں نے بہت سا مال و زر دے کر بھیجا ہے کہ کسی نہ کسی طرح سے روضہ اقدس سے سرور کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر لے آؤ۔

تاریخ میں ہے کہ جب سرنگ قبر انور کے قریب پہنچی تھی۔ اس رات بڑی آندھی چلی، کالی گھٹا چھا گئی اور بڑی بجلی کڑکی اور چمکی اور زلزلہ آیا۔ اسی رات کے آخری حصہ میں سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ پہنچ آئے۔ اور ان نصرانیوں کی باتیں سن کر بہت روئے اور حکم دیا کہ اسی جگہ میرے سامنے ان دونوں کو قتل کرو۔

چنانچہ ان دونوں کافروں کو قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچایا۔ پھر سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے روضہ انور کے چاروں طرف ایک گہری خندق کھدوائی اور قلعی پگھلا کر خندق کو بھروا دیا اور چاروں طرف کی جگہ کو خوب مضبوط بنا دیا تاکہ کسی بے دین کافر کو اس مقام تک پہنچنا آسان نہ ہو۔

(جواہر البحار، ج ۴، ص ۶۰...... جذب القلوب: ص ۱۲۴)

رافضیوں کی کوشش بھی ناکام رہی

حلب کے شیعوں رافضیوں میں سے چند رافضی مدینہ منورہ آئے اور مدینہ منورہ کے حاکم کے پاس

Marfat.com

گئے اور اس کے سامنے بہت سا مال وزر اور تحفے تحائف پیش کیے۔ اور اسے لالچ وحرص کے جال میں پھنسا کر کہا کہ حکم صادر کر دو کہ ہمارے لئے روضہ اقدس کھول دیا جائے۔ تا کہ ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر قبر انور سے نکال کر اپنے وطن حلب میں لے جائیں۔

حاکم مدینہ منورہ دنیا کے طمع ولالچ وحرص میں ایسا پھنسا کہ دربان کو حکم دیا کہ جب یہ لوگ تیرے پاس آئیں تو ان کے لئے روضہ انور کا دروازہ کھول دینا اور یہ لوگ جو کچھ بھی کریں انہیں منع نہ کرنا۔ دربان بیان کرتا ہے کہ جب میں نے نماز عشا سے فارغ ہو کر دروازے بند کر دیئے۔ تو چالیس ۴۰ آدمیوں کی ایک جماعت آئی۔ جن کے پاس روشنی کے لئے شمعیں اور بتیاں تھیں اور زمین کھودنے والے اوزار او بیلچے وغیرہ تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے حاکم مدینہ کے حکم کے مطابق دروازہ کھول دیا۔ اور ایک کونے میں اور ایک گوشہ میں جا کر رونے لگا اور دل میں سوچ رہا تھا کہ کہیں ان ظالموں کے ظلم کی وجہ سے قیامت برپا نہ ہو جائے۔ جب یہ لوگ اندر داخل ہوئے اور قبروں کو کھودنے کا ارادہ کیا ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک زمین پھٹی کہ سب کے سب زمین میں دھنس گئے۔ مین یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا۔

جب کافی دیر گزر گئی اور وقت زیادہ ہو گیا تو حاکم نے مجھے بلوا بھیجا۔ میں اس کے پاس گیا تو اس نے پوچھا کہ حلبیوں کی جماعت آئی تھی وہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ وہ سب کے سب زمین میں دھنس کر جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ حاکم کو میرے کہنے پر میری بات پر یقین نہ آیا وہ خود آیا اور آ کر دیکھا کہ واقعی وہ زمین میں دھنس گئے ہیں۔ ان کے کپڑوں کے نشان کچھ باقی تھے۔ جب زمین پھٹی وہ چالیس آدمیوں کو دھنستا دیکھ کر خوش ہوا اور سجدہ شکر بجا لایا وہ ہتھوڑے اور بیلچے وغیرہ باہر رہ گئے تھے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے یاروں کو روضہ انور کے رہنے والوں کی حفاظت فرمائی۔ (جواہر البحار، ج ۴، ص ۶۲...... جذب القلوب، ص ۱۱۶...... نزهۃ المجالس، ج ۲، ص ۱۶۳)

پیر سید نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

نام آنے سے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا لب پر
تو بگڑتا ہے وہ پہلو میں سلائے ہوئے ہیں
جو محبت صحابہ و اہل بیت پر نہیں رکھتا یقین
اسے غدار ملت، دشمن دیں، بے حیا سمجھو
دلائے جو یقین چار یاروں کی محبت کا
جو یہ کہہ دے کہ دے گا ساتھ وہ حق و صداقت کا

Marfat.com

یوں روح کی تسکین کا سامان کریں گے ایمان کی خاطر جان قربان کریں گے

محاسبہ اور گستاخوں کی پٹائی

جب ہم اپنے معاشرے میں مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو یہاں بڑا واضح تضاد اور تناقص پایا جاتا ہے۔
بہت سے مسلمان محبت رسول ﷺ کا دعوی کرنے والے سود خور ہیں اور بہت سے محبت نبی ﷺ کا دعوی کرنے والے شرابی و جواری ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو محبت رسول ﷺ کا دعوی کرتے ہیں لیکن بندوں کے حقوق غصب کرتے ہیں۔ بڑے بڑے اونچے شملہ والے پیر بھی ایسے ہیں جو اللہ کے بندوں کے حقوق غصب کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ شریف جانے والوں کے ساتھ بھی دھوکہ وفریب کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی مسلمان ہیں جو نبی کریم علیہ السلام سے محبت کا دعوی کرتے ہیں مگر عقائد اور اعمال میں غلط ہیں۔
یہ فیصلہ خود کریں کہ جس بندے یا جس مولوی یا جس پیر کے عقائد و نظریات میں نبی کریم علیہ السلام اور اہل بیت عظام و صحابہ کرام اور اولیاء کرام کی شان میں گستاخیاں شامل ہیں۔ وہ محبّ النبی ﷺ کیسے ہوسکتا ہے اور وہ محبّ اہل بیت کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ محبّ صحابہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ محبّ اولیاء کیسے ہوسکتا ہے؟ لیکن جب ان سے بات چیت کی جائے اور پوچھا جائے کیا تم رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہو تو فی الفور جواب دیں گے کیوں نہیں ہم تو دل و جان سے نبی کریم علیہ السلام پر فدا ہیں۔ جو نبی کریم علیہ السلام کے گستاخ ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے ادب ہیں، اہل بیت کے گستاخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے بے ادب ہیں۔ پھر وہ کیسے اپنے اس دعوے میں سچے ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو دنیا کی محبت کا بھی اصول ہے کہ محبت کرنے والے محبّ کو اپنے محبوب کا کوئی عیب نظر نہیں آتا۔ اگرچہ اس میں کئی عیب ہوں تو وہ محبوب جس کا مقام اللہ تعالیٰ بلند فرماتا ہے۔ جس میں عیب کا گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر ان پر زبان درازیاں کرنا اور ساتھ ہی محبت کا دعوی بھی کرنا؟
ایسے بے غیرت و بے حیا لوگوں کو شرم کرنی چاہئے کہ ہم اپنی زبان سے کیا کہہ رہے ہیں؟ اور دل میں کیا خباثت رکھتے ہیں؟

اولاد کی تربیت

حضرت مولا علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی اولاد کو

Marfat.com

تین چیزیں سکھاؤ۔ (۱) اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت (۲) محبت اہل بیت اطہار (۳) قرآن کریم کا پڑھنا۔ (الجامع الصغیر، ج ۱، ص ۱۴)

اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے امام عبدالروف المناوی فرماتے ہیں کہ محبت رسول ﷺ کی تعلیم بچوں کو دینا اہم فریضہ ہے۔ کیونکہ محبت یہی ہے جو حضور علیہ السلام کی شریعت مبارکہ پر عمل کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اس قول مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محبت رسول ﷺ کے بغیر دنیا و آخرت میں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ جب تک مسلمانوں نے خود اپنی اور اولاد کی تربیت اس طریقہ پر کی تو کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ اور جب مسلمانوں نے اس طریقہ کو چھوڑا جو طریقہ نبی کریم ﷺ کا ہے۔ اس وقت سے یہ ہلاکت کے گڑھے میں گرتے گئے۔ یہاں تک کہ کل کا بادشاہ آج کا غلام بن گیا۔ کل تک تو اس کی عظمت و شان کے ڈنکے بجتے تھے لیکن آج ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن چکی ہے۔

حضرت بابا بلھے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کیا خوب منظر کشی کی ہے:

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس توں چنگے ــــ مالک دے در راکھی کردے صابر بھوکے ننگے

مالک دا در مول نہ چھڈدے بھاویں مارو سو جتے ــــ اٹھ بلھیا چل یار منا لے نہیں تے بازی لے گئے کتے

آج اگر ہم اپنے معاشرے میں غور کریں تو بڑے افسوس سے کہنا پڑھتا ہے کہ آج کا مسلمان اپنی اولاد کو اگر سکھاتا ہے تو انگریزی تعلیم سکھاتا ہے اگر سکھاتا ہے تو بے حیائی سکھاتا ہے۔ اگر سکھاتا ہے تو حرام کھانا اور حرام کمانا اور بے غیرتی اور ڈاکہ زنی کے اصول سکھاتا ہے۔ اگر سکھاتا ہے تو دہشت گردی سکھاتا ہے اور اپنی اولاد کو بدمذہبوں کے حوالے کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے۔

ہاں اگر روکتا ہے تو دین اسلام کی تعلیم سے روکتا ہے۔ قرآن وسنت اور نبی کریم علیہ السلام کی محبت سے روکتا ہے۔ اگر روکتا ہے تو دینی و مذہبی اجتماعات میں جانے سے روکتا ہے کہ کہیں یہ نوجوان بھی نیک لوگوں میں بیٹھ کر نیک نہ بن جائے۔

یہ لمحہ فکریہ ہے کہ جس اولاد کی تربیت ایسے طریقہ پر ہو تو آپ خود انصاف کریں وہ اولاد کیا عاشق رسول ﷺ بنے گی یا کہ دنیا پر فریفتہ ہوگی۔ وہ اولاد والدین کی تابعدار بنے گی یا نافرمان، ایسی اولاد والدین

Marfat.com

کے لئے ذریعہ نجات ہوگی یا وبال جان بنے گی۔ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔

یہ اولاد جس کی خاطر ہم نے طرح طرح کے جتن کیے، مشقتیں جھیلیں، مصیبتیں اٹھائیں اور دین اسلام سے دور رکھا۔ اسی اولاد نے اگر کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے خلاف گواہی دے دی تو اس وقت ہمارا کیا بنے گا؟ ابھی وقت ہے ہمارے سمجھنے کا خدارا اپنی سوچوں کو بدلو اپنی آخرت کے بارے میں بھی فکر کرو۔ ایک دن ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی حاضر ہونا پڑھے گا۔ اپنے کیے ہوئے کا انجام بھگتنا پڑھے گا۔

اے مسلمانو! اگر ہم اپنے معاشرے میں تھوڑا سا غور و فکر کریں تو ہمارے آج کے معاشرے میں بھی اللہ تعالیٰ اور رسول عربی ﷺ کی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کی فضا اس طرح پیدا ہو رہی ہے کہ مسلمان آقا علیہ السلام کے آداب سے بے خبر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کا سبب فقط دین اسلام سے دوری ہے۔ اس بے ادبی و گستاخی کو دیکھ کر دل جلتا ہے۔

یقیناً اس پر ہر حساس اور درد مند دل خون کے آنسو روتا ہے۔ دل کیوں نہ خون کے آنسو روئے جبکہ اس محسن اعظم رسول کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی اس امت کے لئے دنیا کی کونسی مشکل نہیں جو برداشت نہ کی ہو۔ اے امت رسول ﷺ غور کر اگر آقا کریم علیہ السلام نے پتھر کھائے ہیں تو تیری خاطر اگر خون میں نہائے ہیں تجھے جہنم سے بچانے کے لئے۔

ہر سُو جہالت کا دور دورا تھا ہر کوئی نبی کریم علیہ السلام کو تکلیف دے رہا تھا۔ ایسے حالات میں کانٹوں پر چل کر دین اسلام ہم سب تک پہنچایا۔ اے مسلمان! تو اپنے محسن اعظم رسول مکرم ﷺ کے تمام احسانات کو بھول گیا۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب سرورِ عالم ﷺ سے محبت کے بجائے زبان درازی تو نے شروع کر دی۔ اے مسلمان! ذرا سوچ کل قیامت میں اپنے آقا و مولا تاجدارِ کائنات جانِ دو عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھائے گا؟

اعلیٰ حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ   اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اس بے ادبی و گستاخی کو ہی دین اسلام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم اپنے آقا و مولا نبی کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو دلوں میں بسائیں۔ یہ تب ممکن ہے کہ جب ہم خود بھی اور اپنی

Marfat.com

اولادوں کو بھی اور اپنے معاشرے میں بھی عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کریں گے۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر کثرت سے کریں گے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقیر نے بھی یہ ادنیٰ سی سعی وکوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور نبی کریم جانِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وادب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جب تک دل میں آقا کریم علیہ السلام کی محبت نہیں ہوگی۔ اس وقت تک نہ نمازیں ہمیں فائدہ دیں گی اور نہ روزہ وزکوۃ وحج اور نہ دیگر عبادات ہمیں کچھ فائدہ دیں گی۔ کیونکہ آقا کریم علیہ السلام کی محبت ایمان کی جان ہے۔ اگر یہ محبت کامل نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا — نہ بس اک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا — کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ایک اور شاعر نے بھی کیا خوب کہا ہے۔

نماز اچھی حج اچھا روزہ اچھا زکوۃ اچھی — مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر — خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

فقیر صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی بریڈفورڈ

---------❀❀❀---------

Marfat.com

ختمِ نبوت کے موضوع پر چالیس حدیثوں کا خوبصورت مجموعہ

اربعینِ ختمِ نبوّت

مرتّب

علامہ حافظ محمد نواز بشیر جلالی

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

وخطیب مرکزی جامع مسجد حنفیہ، ڈڈیال آزاد کشمیر

جلالیہ پبلیکیشنز

Marfat.com

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور (محمدﷺ) اور روشن کتاب (القرآن)

خلقِ اوّل

نورِ اوّل

یعنی

نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نور اوّل کی

روشن روشن

کرنوں سے منور

مختصر سیرت پاک

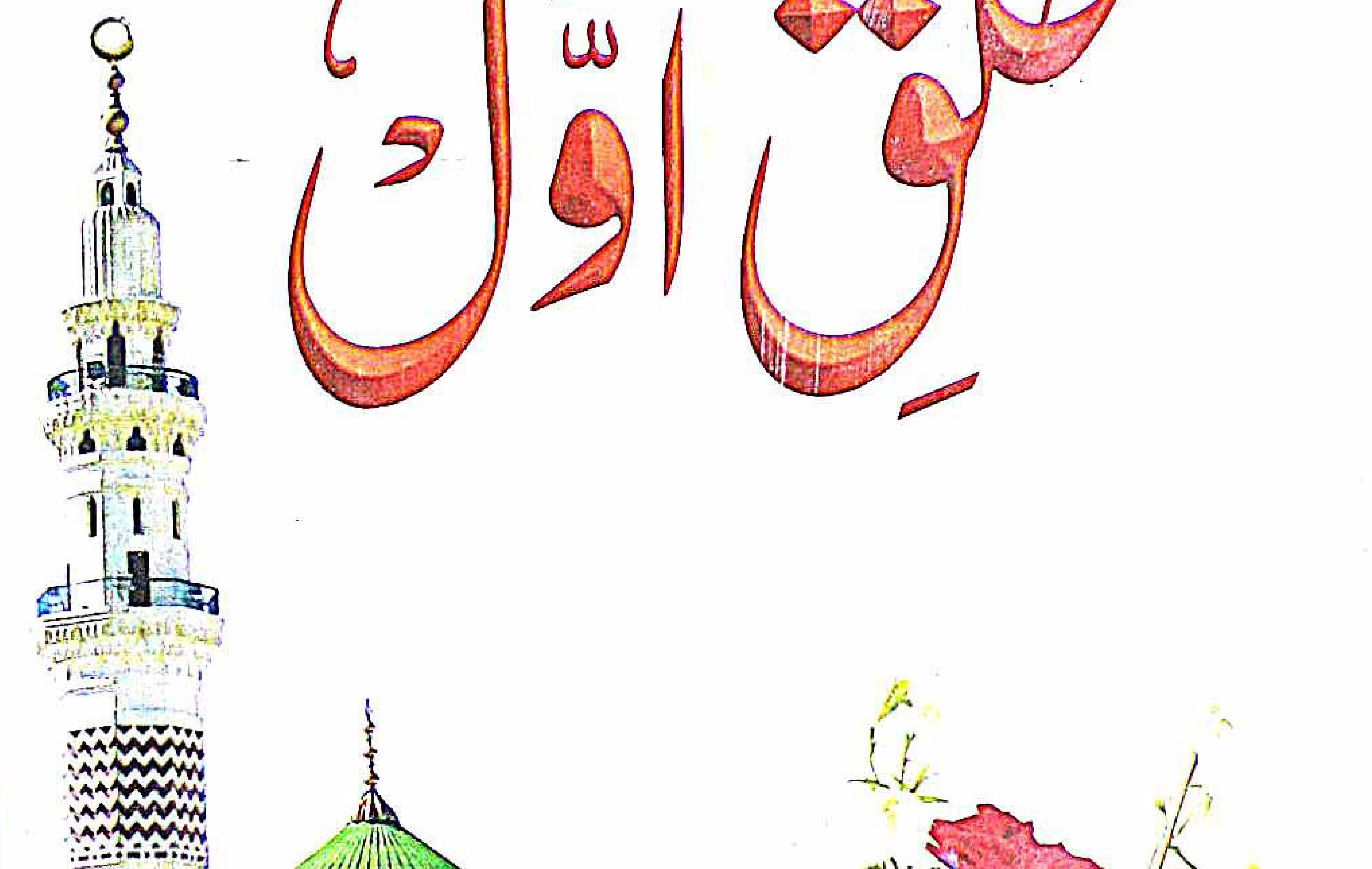

مؤلفہ

صاحبزادہ محمد حنیف رضا نقشبندی

مدرسہ نورِ عالم اشاعت القرآن جامع الحکیم بریڈفورڈ

Marfat.com